

یہ دل کے مسموم

منگھت عیذ اللہ

قویب

یہ دل کے موسم

- | | | |
|-----|--------------------|-----|
| (1) | یہ دل کے موسم | 5 |
| (2) | سجے موسموں کی نویں | 55 |
| (3) | تو نے پارا تارا ہے | 103 |
| (4) | دستک تو دو | 149 |
| (5) | رزمِ جہم ہر ساموسم | 205 |

© © ©

پتا نہیں کیسے لوگ کہتے ہیں کہ محبت انسان کو بہادر بنا دیتی ہے۔ جبکہ میں تو اتنی بزدل ہو گئی ہوں کہ اپنے سامنے سے کسی ڈرنے لگی ہوں۔ ڈرا کیا آجوت اپنی اقدار زور زور سے دھڑکنے لگا ہے جیسے ابھی ساری دلیجاریں توڑ کر باہر آ کر گرنے کا اور اگر کہیں کسی کو رکھتی کرتے ہوئے دیکھ لوں یا اچھانے ہی میں کسی کے ہاتھ کا اشارہ میری طرف ہوا تو کچھ میری جان اٹل جاتی ہے۔ بس یہی کلمہ ہے جیسے لڑکیاں ایک دوسرے کو میرے بارے میں بتا رہی ہوں۔ خواہ تو اسب سے چھٹی بھرتی ہوں یا شاید اپنی کم ہمتی کے باعث۔ حالانکہ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ یہاں لڑکیاں بڑے بڑے سے ایک دوسرے کا اپنی بھڑوں کے لئے سناتی ہیں، بلکہ بعض کے بارے میں تو بس یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ وہ یہاں پڑھتے ہیں بلکہ اپنی بھڑوں کو پروان چڑھانے آئی ہیں۔ بہر حال میں ذرا حلقہ قسم کی لڑکی ہوں۔ تو دل میں نے بھی سوچا ہی نہیں تھا کہ کسی میری زندگی میں کوئی ایسا شخص اچانک آئے گا جسے دیکھتے ہی میرا دل ساری حدیں بھاٹک جائے گا۔ کیونکہ میرے گھر کا ماحول نامعلوم تھا جی قسم کا ہے۔ جہاں خصوصاً لڑکیوں کی اپنی کوئی سوچ کوئی مرضی نہیں ہوتی۔ میں اگر اپنے شعرے ذور یہاں ڈگری کا کٹی میں پڑھتے آئی ہوں تو اس میں میرے شعر کی کوئی ضرورت تھا نہیں میں نے اعلیٰ درجہ تک نہیں کیا تھا۔

بس یہ اتفاق ہی تھا کہ جس روز میرا بھائی کا دل آؤ اس روز باہمی کے کوئی بھری دوست کرانچی سے آئے ہوتے تھا اور انہوں نے ہی اہائی کو گھیر پاگل کیا تھا کہ مجھے آگے ضرور پڑنا چاہیے۔ یوں ان کی بھرائی سے اہائی خود آ کر مجھے یہاں داخل کر گئے۔ وہ پائل کا انتظام بھی داخل میں کر دیا ساتھ ہی بہت ساری باتیں بھی سمجھا کتے تھے جو میرا خیال سے میں خود بھی سمجھتی تھی جب ہی گھر سے دور آ کر اور یہاں شروع ہو کر چلی لڑکیوں کے درمیان رہ کر بھی میں اپنے احوال کی طرف سے لگا ہوا نہیں تھی۔ مجھے اپنی رویا بہت بہت پڑ گئیں ہیں لیکن میں ان سے بغاوت بھی نہیں کرنا چاہتی یا شاید اہائی کے خوف سے جس نے بھی بغیر ادا دی طور پر ہی ایسا نہیں سوچا یا بھراپ تک مجھے کسی جبر کا سامنا نہیں کرنا پڑا تبھی ایسا خیال نہیں آیا۔ میرے لئے یہی بہت ہے کہ کیا جی نے مجھے مزید پڑھنے کی امان دے دئی بلکہ میرے کہنے کی قوت ہی نہیں آئی تھی ورنہ میں کسی فرزند یا بی بی کی طرح ان کے ہونے کے کام کا ج میں اداں کا ہاتھ بٹائی اور پھر بچاؤ میں زحمت ہو جاتی۔ یہاں آئے سے پہلے میرا خیال تھا کہ زندگی بس یہی کچھ ہے۔ لیکن اب رفتہ رفتہ احساس ہو رہا تھا کہ زندگی میں اور بھی بہت کچھ ہے۔ رنگ، خوشبو، گیت اور بھی بناتے کیا کچھ۔ پھر بھی میں اپنے غول سے باہر نہیں نکلتی تھی۔ کیونکہ میں اہائی سے ڈرتی

استعمال کیا یعنی فقہاء کو یہ پابند نہیں تھی۔

”میں..... اب تمہارے ساتھ نہیں رہوں گی۔ تم بہت بڑاڑ کی ہو۔“

میں روٹھ کر ہوئی اور اس کے ہاتھ سے چادر جروو دیے سے کھینچ نکلی تھی، لے کر دو بار دوپٹے سے

بولی۔

”میں رہی ہوں لیکن اگر ایمانی کو پا کر مل گیا تو.....“

”اچھا میں پتا نہیں چلے گا۔“

اس کی ساری فحش اور رعبی اور فساد کیز سے لے کر دوش روم میں تھس گئی تھی۔ میں نے ہاتھ اتوا ستودہ
پنے جو اس نے لپائی سے چمکا کر مجھے دینے تھے، برس میں لے کر اور پڑی سی چادر اوڑھ کر تیار ہو گئی۔ دو آنی تو
مجھے دیکر کہنے لگی تھی لیکن میں نے کوئی خوش نہیں کیا اور اس کی طرح اس کے ساتھ باہر نکل گئی۔ وہ قبیحہ میری زندگی
کا پلاسٹک تھا کہ میں اپنی کسی دوست کے ساتھ باہر نکل رہی تھی دو بھی گھر والوں کی اجازت کے بغیر۔ کچھ
میری آنکھیں کاپ رہی تھیں جبکہ وہ اسباب پر بڑے مہینان سے کھڑی تھی۔ ایک ایک آنی، دھڑکے کی جگہ بھی
نہیں تھی میری وہ اس میں سوار ہونے کے لیے تیار تھی لیکن میں نے منع کر کے ہونے سے منہ پھٹی سے اس کا بازو
قاسم اٹھا تھا۔

”اچھا ہو۔“ وہ مجھ پر سخت مہمناظری۔

”اس خوشی بھی میرے دھوکے خاص طور سے ہمارے لیے کوئی غالی نہیں آئے گی۔“

”لیکن اس شہر سے جے کی جگہ نہیں تھی۔“

”ارے..... پتیل کمال کر چکا ہے۔ اچھا دیکھو اس آری عذاب کفرز مت رہ جا۔“

اس نے میری گرفت سے اپنا بازو دھپلا کر اور میرا ہاتھ قسما قسما چھٹی کر بس کی حالت زار دیکھ کر میں دو
قدم پیچے ہوئی تھی جس سے میرا ہاتھ اس کے ہاتھ میں نہیں آتا اور کوا کیا اور وہ اسے چھینتی ہوئی
بس کی طرف لپک لپک میں اسے روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ مجھ پر صورت حال کی کہ کچھ گھبرائی میں میں
چڑھنے پر ابھڑا ساتھ میں مجھے کچھ گھڑی تھی اور میں ہرگز چار نہیں تھی۔ پانچھ اسے اچھی جلدی کی تھی کہ میری
طرف دیکھے بغیر ”جلدی آؤ، جلدی آؤ“ کہتی ہوئی میں اس سوار ہو گئی۔ میری چادر کا کوناس کے ہاتھ میں تھا اور
عالمی وہ یہ سمجھ رہی تھی کہ میں اس کے ساتھ گاؤں میں ہوں۔ اسے میں بس چل پڑی میں چند قدم ساتھ ہو گئی
اور پھر کچھ میں کھٹکا سٹان سے ایک دم پھر دو گئی ہوں۔ میری آنکھوں کے سامنے لے ایک ڈھنڈھ میری تھی
اور ڈھنڈھ کے اس پار میری چادر میں آؤنی جاری تھی جس کا کچھ نہیں اس کے ہاتھ میں تھا۔ میں اگر ذرا بھی
بول ڈھنڈھ تو خود کو سنایا لیکن اور میں کھڑی ہو جاتی تھی میں باطل سے چلی ہی نہیں دینے سے تھی۔ اس نے

بڑے جوش میں کوئی ایک کھل کر گرفت بات نہیں کی تھی بلکہ وہ تو دور کی بات میں دے چیلے ہی اندر یہ خوف لے
کھڑی تھی کہ اگر کسی جانے والے کی نظر پڑ گئی اور اس نے لپائی کو تار یا دھیرا کیا حشر ہوگا۔ اس پر اس کی لڑکھ
نے تو میرے دے سے اس میں بھی ڈھکا کر دے تھے۔

ڈھنڈھ لائی آنکھوں سے اپنے اطراف دیکھا اور پیچھے پچھے کا کینٹ کھلا دیکھ کر غاسو سے کچھ تر تو موں

بھی بہت ہوں۔ ڈھاسی خلاف مزاج بات ہو جانے پر جس رفتار سے اُن کی آنکھیں سرخ ہوئی ہیں اس سے
میری ذرا دھک کاپ جاتی ہے۔ اس نے بھی میں بہت حد تک ہوں۔ کبھی سے زیادہ بات نہیں کرتی۔ مالا کھر
میری دھم دھم شر میں سے اداؤتی ہے۔ ایک منٹ چپ نہیں رہ سکتی۔ اس کی باتوں کے جواب میں بھی اس
”ہوں ہاں“ کرتی ہوں اور کسی کی توجہ کچھ کوئی چیز اٹھا کر مجھے کھینچ دیتی ہے۔ پھر خوب کچھ سمجھتی ہے۔ ایک
دو دن تو ہاتھ دڑے کھڑی ہو گئی۔

”آفرم اپنے آپ کو کھینچ کیا ہو.....؟ اُن نے مجھے پاگل کہا تھا.....؟“

”نہیں تو.....؟“ میری ساری پر دھر سے تھلا گئی تھی۔

”کیا نہیں تو.....؟ اس وقت سے کیا میں وہاں رہی ہوں.....؟ اُپا.....! میں تم سے

بات کر رہی ہوں۔“

”اُپا.....! میں رہی ہوں۔“ میری بھاری گڑھے ڈھار نہیں آئے۔ حرجو چلی کر ہوئی تھی۔

”مجھے کی بھی کیا ضرورت ہے.....؟ کلاں بڑھ کر لیا کر ڈھار ڈھار زبان نہیں ملا سکتی تو..... میں اب مجھے

اپنا انتظام کھیں اور رٹا پڑے گا۔“

”نہیں شر میں.....! پلیز.....! تم کہیں اور نہیں جانا۔“ میں نے اس کی منت کر ڈالی تھی کیونکہ وہ مجھے

ابھی کبھی تھی۔ اس کی باتیں میں اس کی ادا میں، خود کمر چپانے سے ہونے سرکہ جھک جھک کر پائی اور انکھوں کی بہت تھی۔

گو کہ میں اس کی طرح نہیں ہو سکتی تھی پھر بھی میں چاہتی تھی جو میرے ساتھ ہے اور اس روز میری کمر دی اس

کے ہاتھ لگی۔ اس کے بعد وہ نہرو تھی مجھ سے بہت سے کام کرانے لگی۔ اس میں سب کو تیرے دو رونا لہا، پانچ

سینے لگی اور مجھ سے اس کے ساتھ ہمارا دلنے پڑے۔

پہلے میں اپنے کمرے سے کھینچ کر بھی اس کے ادب روز پڑتی شام میں مجھے اپنے ساتھ کر ڈالی میں لے

آئی چار لڑکیاں اور بالی اور پلٹن کھیل رہی تھیں۔ کھیلنے سے دھکیلی تھی جس جگہ وہ میرے ابھی کھڑی

تھی۔ میں چپ چاپ کنارے بیٹھ کر اسے دیکھتی رہتی۔ پھر اس نے مجھے کھانا شوروں لیا کہ یہ جودت ہماری

دھڑل میں ہے کم از کم اسے ہم اپنی مرضی سے کراؤں گے آجہ کون جانے کسے حالات سے سہایت پڑے۔ پھر

ایک روز اس نے مجھے اپنے ساتھ باہر چلنے کے لیے کہا اور میں کچھ بے حد خوفزدہ ہو گئی تھی۔ اس کے سامنے

ہاتھ جوڑے اس چادر چواری کے اندر وہ کھیرے کی میں کدوں کی لگیں اس کے ساتھ باہر نہیں جا سکتی۔ کیونکہ

مجھے اس کی اجازت نہیں ہے۔ لپائی تھی سے منع کر گئے تھے اور جب میں نے اسے اپنی کے منے کا تیار وہ

بڑے تاس سے بولی تھی۔

”تمہارے لپائی کو کیا پتہ چلے گا.....؟“

”پھر بھی مجھے ڈر لگتا ہے۔“

”بے خوف ہو۔“ اسی لے تو کھیں ہوں کہ جتنے دن یہاں ہوا میں مرضی سے ہی نو۔ دیکھو کہ کتنی

صحتیں ہیں بعد میں صبح کھیں لے گا۔“

اس کی ساری باتوں کے جواب میں میرے پاس میں ایک نہیں تھی۔ بالآخر اس نے اپنا آٹری رپ۔

سے ملتی ہوئی اس میں داخل ہو گئی تھی۔ اس وقت مجھے صرف ایک چادر کا خیال تھا کیونکہ میں تو کبھی اپنے گھر میں بھی کھڑے سرنگھن دیتی تھی۔ بہر حال کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل ہونے پر میں نے حد غرور نہ ہونے کے باوجود رگڑا سنے تک پہنچی تھی۔ اس کے بعد خود سے اندر جانے کی ہمت نہیں کر سکا تو بہت آہستہ سے دروازہ کھٹک کیا تھا۔ گھبراہٹ سے وہی ایک چہرہ نمودار ہوا اور سوالیہ انداز میں مخاطب ہوا۔

”جی...؟“ میں نے ذرا سی گلیں اٹھا کر دیکھا۔ گازوں والا طبلہ تھا۔ جب میں نے دارے سے دارے پر چڑھ لیا تھا۔

”کوئی ہے...؟“ اور شہیت تھا کہ اس نے پوچھا جس کی سے مٹا ہے۔ گڑھا سنے سے جی ہوا ہوا۔

”جی...! اندر آ جائیں۔“ میں اس کے پیچھے اندر داخل ہو گئی تھی۔ ”بڑا سا بال کرہ تھا اور سامنے سامنے پر کوئی شخص اپنے سامنے کسی پہر پر ٹیٹھ پھیلائے اور انکس میں سرخوٹ تھا اور اس کا سر جھکا ہونے کے باعث ہی میں اسے دیکھ نہ سکی تھی۔ پھٹکی ہوئی گڑھی رنگت، پہر کی پھیلائی کے اوپر شیعے سے مٹے وال، جن کی کئی تاریخی کتبیں لٹاؤں پر پھیلے پڑا کر بیٹھا ہے۔ بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں سرخوٹ ہلک اور ہاتھ دیگر دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں پھسل میں سے وہ شہیت پر یکہ جگہ نہ لٹکا کر ہاتھ اوپر بچا ہے کہ میں نے اس طرح بھی کسی کو نہیں دیکھا تھا اور مجھے دیکھ ہی کسی اس کی وہ چہرے سے تھوڑا دکھ رہے تھے۔

”سر...! پوچھ لی آپ سے تھوڑی سی ہیں۔“

(آؤ یہ لازم کیا کہ وہ ہاتھ...؟)

”کون...؟“ سر اوپر اٹھا کر نے کے ساتھ اس نے سر سے والے ہاتھ کو بھی حرکت دی۔ ”تاہم میں لڑنا چاہتا تھا لیکن مجھ پر نظر پڑتے ہی اس کا ہاتھ ہونٹوں سے گھمڑی کاٹنے پر زکارد کیا تھا اور اسے بچاؤ دیکھنے کا کہ میں جی طرح زبردستی ہو گئی تھی۔

”جی...! کاہنی وہ بعد اس نے عاقلانہ طور پر کوشش کی تھی اور میں اس سے کیا کیجی۔ جب دیکھ کر میں نہیں آتا تو انگوں کے پائے ہلک گئے تھے۔

”اور...! وہ سر سے اٹھلے سے میں سستے ہوئے ہاتھ کوڑا ہوا اور مجھے پیچھے کا کہ کر گازم کو پکڑ کر پانی لانے کے لئے کہا۔ وہ پانی لا تو اس سے کہاں کے کر میری طرف دوڑا کر پکڑا تھا۔

”پہلے پانی لی لیجئے۔“ میں نے کہاں کے کر سنا کر نہیں پر گھبراہٹ اور اطمینان سے آہستہ آہستہ صاف کرنے کی گئی کہ دعا احساس ہوا کہ میں ہر پل تک نہیں ہے۔ فوراً ایک اٹھا کر بیٹھے سے گھبراہٹ وہ پانچوں کیا کھانا تھا۔

”زور میں نہیں تھا کہ کیا یہ اہم ہے...؟“

”آپ...!“ میں نے ذرا دیر دیکھوں سے اندر اوپر دیکھ کر کہا تھا۔

”آپ کے گھر میں کوئی خاتون ہوں تو انہیں بلائیے۔“

”اس وقت تو آپ ہی ہیں۔“ وہ میرے دیکھیں اندر اس میں سے پر بیٹھا اور لمبی سے مجھے دیکھنے کا

تھا۔

”اور تو کوئی خاتون نہیں ہے۔ اگر آپ صاحب سمجھیں تو مجھے تاہیں۔ میں آپ کی کیا دکر سکتا ہوں...؟“

(میرے خدا...!) میں عجیب مشکل میں جھنکی تھی۔ پہلے سوچا کیجئے کہ بغیر ہاتھ کر ملی جاؤں لیکن اس طرح باطل تک جاہ قیامت سے نہیں تھا۔ بھروسہ کر گیا۔

”میرا خیال ہے آپ میری کوئی دیکھیں کر سکتے۔“

”جی خیال کیونکر آیا آپ کو...؟“ اس کی حقیقی ہمراہی نہیں اپنے چہرے پر محسوس کر کے میں حریفہ زنی ہو گئی تھی جب وہ خود ہی مجھ کو مجھے اصل بات کی طرف اشارے کے لئے غرض سے بولا تھا۔

”پہلے...“ گولی ماریں پر اہل کو... یہ تاہم آپ کیا کہیں سے آکر ہیں...؟“

”میں یہاں سامنے کافی کے باطل میں مقیم ہوں۔“ میں نے پہلے ہی ہاتھ دیکھا لیکن پھر اسی سے بات آگے بڑھ گئی تھی۔

”ابھی مجھ پر پہلے اپنی دوست کے ساتھ باریک جانے کے لئے لگی تھی لیکن ہوا ہے کہ وہ تو جس میں سوار ہو گئی لیکن میں... اصل میں میں میں مجھ کی جی ہمراہی شریں زبردستی میری چادر کھینچ کر میں میں چڑھنے کے لئے کہہ رہی تھی اسے میں میں چلی پڑی اور...“

”اور آپ کی چادر ساتھ چلی گئی۔“ اس کی بے ساختہ مسکراہٹ نے مجھے پانی پانی کر دیا۔ اطمینان تک میں بیٹھا آکر کیا تھا۔ اس کی طرف دیکھنے کا سوال ہی نہیں تھا اور نہ مجھ کو کیا کہنا۔ وہ ہاتھ کر ایک کرے میں چلا گیا۔ گھبراہٹ سے وہاں اس کے ہاتھوں میں بیٹھے تھے۔ اس کی گھبراہٹ میں شال تھی۔ میری طرف بڑھا کر بولا۔

”آؤ! نام اسوری...! اس وقت میرے پاس کیا ہے۔“

اور میں نے ذرا تکلف نہیں کیا۔ ”پانچوں کہیں سے آئی تھیں تو فوراً شال لے کر اپنے گرد لپیٹ لی۔ ہل میں وہی دھجکی نہیں کیا۔ مجھے اپنے حصار سے لے لیا تھا اور میں پھسل کر پانی۔

”شکر...!“

”ابھی...! وہ دھجکا اور میں گڑی ہو گئی۔

”میں کیسی وقت یہ آپ کو ہاؤں کر جاؤں گی۔“ میں نے کہا تو اس نے عاقلانہ ”نہیں“ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے تھے لیکن پھر مجھے لگا سوچ کر خاموش ہو رہا تھا اور میں اب ”شکر“ کہہ کر چلی گئی۔ باہر نکل آئی تھی اور کئی ہی اس سے ذرا مٹی آئی۔ اس کی ہلک میرے ساتھ ساتھ تھی۔ باطل آئی تو شریں بھی راہ داری میں نہیں رہی تھی۔ مجھے دیکھنے کی ذلی آواز میں دانت ہیں کر ہوئی تھی۔

”آؤ کوئی بھی...! کہاں بھی گئی تھی...؟“

”کیوں...؟ کیا ہوا...؟“ میں ہم کی کر کہیں میرے گھر سے کوئی نہیں آ گیا۔

”اندھ رہل تاتی ہوں۔“ وہ مجھے دیکھتی ہوئی کرے شال لی۔ جب چادر پر نظر پڑی ہلک احساس ہوا۔

”میرا چادر کیسی ہے...؟“

”مجھے نہیں پتا۔“ میں در ہائی ہو گئی۔

”میری چادر تھارے ساتھ لی گئی تھی۔ میں بھڑا دھن ایک گھر میں داخل ہو گئی اور یہ چادر ساتھ لے کر آئی ہوں۔ کیا کرتی؟“ اس کے ہنسنے والے ہنسنے میں ایک آنکھ لگی تھی۔“

”بھیرے دانیوں بچان کے مہلوں کے مہلوں میں چادر لے دی۔“

”کلی دانیوں کراؤ کی۔“

”مجھے پتا ہے تم کسی کراؤ کی۔ کل عرصے سے اسے لگتی ہو۔“ پھر عرض ہی ہنسنے لگی۔

”چادر کے ساتھ چادر باری کی بجائی تو دو میاں لگ جاتی۔“

”نیکوستان اور نیکو۔“ ساتھ میں تھارے ساتھ گھس گھس جاؤں گی۔“

”میری جان! میں خود اس وقت سے سو رہا کہ کبھی ہوں۔“ داغ غراب ہو گیا تھا میرا جو چھین ساتھ لے گئی تھی۔ ”دو ہاتھ دھو کر پھینک دے۔“

”پتا ہے اس کے ایسا پراگندگی تھی۔“ یہاں تک کہ وہاں آئی تو تھارے کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ کیا خیال آیا کہ وہاں یہاں آگئی ہوگی اور جب یہاں نہیں گھس گھس تو آج کچھ میرے پیروں سے زخمیں گھس گئی تھی۔

”ایسا ہے کہ تم کچھ اور آتے ہو تو میں آپس میں رپورٹ درج کرانے لگتی تھی ہوتی کی کتاب مجھے جینے ہونے لگا تھا کہ جس کوئی فی فی ڈمکا کر لے گیا ہے۔“

”ہائے نہیں!۔۔۔! ایسی خوشیاں ہائے تو نہیں کرو۔“ ہم تخت کچھ پر زار دم نہیں آتا تھا۔ حوسے کر

۔۔۔۔۔

”مجھے لگتا ہے کسی دن تھارے ساتھ ہی ہوگا۔“ میں رونے لگی جبکہ ہنسنی چلائی تھی۔

[illegible]

”کھانا...؟“ میرے صرف ہونٹ نیم وا ہوئے جبکہ دل بڑی زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔

”کتنی بار آپ کا چہرہ مجھے یاد آئے۔۔۔۔۔“ خازن نے دوبارہ اندر آئے کہا تو میں خامے جسم صم کا ہاتھ
میں اس کے پیچھے چل پڑی۔ وہ دونوں بات کر رہا تھا۔ مجھ پر نظر پڑی تو بات ٹھہر کر کے رہی اور کھڑا ہوا اور ہر
طرف سے میری وجہ سے کھینچی ہوئی نظر تھیں۔ جلدی سے شاہک ایک ایک کی طرف بھاگا۔

”یہ آپ کی امانت ہے۔“

”میں نے سب کچھ کر دیا۔“ اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر غور سے دیکھا۔ ”ابھی تو تم نے کہا کہ تم نے کچھ نہیں کیا۔“

”میں یہ سہاواں لوگوں نے آئی تھی۔“

”اچھا.....“ وہ ذرا سا ہنس کر بولا۔

”لیکن عمر تواری ہوئی چڑ والی نہیں لیتا۔“

”جی...“ مجھے اپنا آپ عجیب سا لگا اور یہ کہ میں نے آنے میں جلدی کیا۔ فوراً شاہجہان بیگ
موسے پر ہر کھلا اور ابھری جلی غی کی کوہ سا ہنستے آنکھوں سے کہتا ہوں۔

”اس طرح تو آپ نہیں جانتیں۔“ میں وہ قدم پیچھے ہٹ گئی۔ مجھے ڈر لگنے لگا۔ (ادھر ادھر دیکھا کوئی نہیں تھا۔) تب وہ میری کیفیت محسوس کر کے جیسے مجھے پسلا رہا تھا۔

”بلیز!۔۔۔! تشریف رکھیں۔ آپ میری مہمان ہیں۔ کل بھی کوئی جلی گئی تھی۔ آپ کے جانے کے بعد خیل آ جا تو یہ حد پڑی تھی کہ میں نے آپ سے جانے تک کاٹ لیں، مگر مجھ سے“

”خیر مانگئے۔۔۔! آپ نے چادر دے کر جو مہربانی چکا احسان کیا۔۔۔“

”پلیز۔۔۔“ اس نے نورالوگ کو دیا۔

”اُنکی سی بات کے لئے اچھے ہوئے جو بے لفاظی استعمال نہ کریں اور پلیز جیٹو جائیں۔ دیکھیں چائے بھی دیکھیں۔“

میں نے ملازم کو جانے لائے ہوئے دیکھا اور پھر پلٹ کر صوفے کے کنارے برقعہ والے خلیفہ سے جڑ
کئی کیونکہ میں جان کی غمی کر رہا تھا کبھی مجھے اس طرح نہیں جانتے دے گا اور اگر میں چلیں تو اسے بے حد دکھ
ہوگا۔

”کیا آپ اپنا نام لکھنا پسند کریں گی۔۔۔“ فرے میں کپ سیدھے کرتے ہوئے اُس نے اچانک

"I...."

جمع! تو ہر اتے ہوئے اس نے ایک نیا چٹائی غلغلہ چڑا دی اور منگرا کر ہوا۔

”مجھے جہانگیر کہتے ہیں۔ ان کے ٹیکٹ ہوں۔ میرے والدین آج کل لاہور آئے ہیں۔ وہاں میری سسرال بھی ہے۔ آپ کے پاس آئے ہیں۔ آپ کہاں رہتی ہیں.....؟“

”باغیچہ میں۔“ میں بے خیال میں کہہ گئی۔

”میرا مطلب ہے آپ کے گھر والے.....“ اُس نے چائے کا کپ میری طرف بڑھاتے ہوئے غصہ کی اور میں نے جواب دینے کے بجائے اُس کے ہاتھ سے کپ لے کر ہٹوڑا دیا۔ میں یوں بیاباں آ جا تھا کہ اُس نے اپنے بارے میں میں کیوں تاؤں۔ حالانکہ گزری شب کے کتے میں اُس کے ہمارے چمکی تھی۔ اُس

”ہنس ہنس.....“ میں نے غوراً ٹوک دیا۔

دل کراتے۔ پھر بھی میں اپنی عطاہر کرنے کی کوشش کرتی جیسے بڑی سنجیدگی سے بڑھائی میں مصروف ہوں۔

حق۔ ساتھ ساتھ مجھے جھگڑے سے بچنے پر بھی اس کا سہارا دے کیسے کہانی کو تیز اور ناول موڈ کی ہے۔
 کسی شخص کی طرح نہیں چلتا اور میں ہر رات سے بے فکر کہ بہانے ہوں کہ کل ضرور چھٹکارے کے پاس جاؤں گی۔ پھر
 رات میں سوچنے کی بات ہے یاد آتی کہ آٹا ہے لیکن میری کھانسی نہیں ہوئی۔ میں کیا کروں۔ اچانک سے کئی اور بے احتیاجی
 پر کھینچنے سے روکتی ہوں اور دیکھتی کہ اس وقت کو کوئی ہوں جب شرین کے ساتھ جا رہا ہے کہ کئی اور میری گھر۔
 (دیکھ کر بری جھلی بھیجی تھی سکھوں سے تو زور دے گی اور اب تو کسی ہی جھنک نہیں تھا۔ اس شخص میں کوئی
 ایسی بات ضرور تھی جو مجھے اظہار میں ہی نہ صرف اچھا لگا بلکہ میرے بر خیال پر جو اثر ہو گیا تھا۔ کتنے زور کے
 تھے میری سرسول کی راہروں میں اس کے کھنکوں کی چاب آئی طرح کو کوئی تھی اور میں بالآخر اس دور پر
 اس کی جھنجھکی تھی کہ میری طرف سے اپنی اور گرد و پھر خود ہی آجائے گا اور اس روز جب یہ یاد ہے کہ میری
 ملاقات کا تاجا پائلٹر کی راہروں کی طور پر میں نے چونک کر شرین کو دیکھا اور تاجا وہ میری مسلسل جھنجھکی سے تنک
 آج بھی تھی جس سے جا کر ہوئی۔

”کیا ضرورت ہے جاتے کی....“ مطلع کروا بھیجیو۔“
 ”کسے....؟“ میرا قصداً الجواب نہ تھا۔

”اسی کو جو تمہاری راہ تلخے تلخے خود چلا آیا ہے۔ کہو تم کو ملے گا وہاں کہ آئندہ تمہا یہاں آنے کی راحت نہ
کرے۔“ ۴۰

”جیسا!“ میری یہ اعتباری پروردہ شلک کر کوئی شہادت کہنے کا جتنی کھلی کراہٹ سے پہلے میں
 کمرے سے نکل آئی۔ جیسا میں آخر دیکھ سکی تھی کہ اچھی نظر پر دی۔ وہ لاکھ کے آخری گوشے میں کمرے سے تھے۔
 میرے قدموں کی آواز پائی آپ سے بہت ہوئی اور اسی تک آئے ۱۲ میں نے لاکھ تک خود پر قابو پایا۔
 ”السلام علیکم اچھا۔!“

”جنتی کرو۔“ (نیک تو ہوں۔) ”انہوں نے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور جواب سے انکار کرنے لگا۔“
 ”جنتی کرو۔“ (نیک تو ہوں۔) ”انہوں نے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور جواب سے انکار کرنے لگا۔“
 ”جنتی کرو۔“ (نیک تو ہوں۔) ”انہوں نے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور جواب سے انکار کرنے لگا۔“

”پھر مجھے یاد آ رہا ہے..... کیا ضرورت ہے اتنی محنت کرنے کی.....؟ نہیں.....! پاس ہو جائے۔“

”اماں کبھی نہیں.....“ میں نے اپنی طرف سے اُن کی توجہ ہٹانے کی کوشش کی۔

”یوے بھی دور فرما دیتی۔“

”اے! سب ٹھیک ہیں۔ فرزندِ اشا کی ہوئی ہے۔ بیٹا ہوا ہے اس کا۔“

”اچھا.....“ جتنی مجھے خوشی ہوئی تھی اس حساب سے الہامی کے سامنے اظہار نہیں کر سکی۔

”میں بہت جلدی میں آیا ہوں۔ اس لئے تمہارے شہار سے لئے کوئی چیز نہیں لاسکا۔“ اما جی انجی میں
 نزلے ہوئے ہوئے۔ پھر اچھے سوکھال کر میرے ہاتھ پر رکھے ہوئے کہنے لگے۔

”تمہاری اماں کہہ رہی تھیں کہیں کپڑوں کی ضرورت ہوگی۔ لے لینا چنے لئے ایک دو سوٹ۔“

”جی میں.....؟“ میری حیرت فطری تھی۔ یعنی اباجی مجھے کہہ رہے تھے کہ میں خود اپنے لئے سوٹ لے

أول:

”ہاں.....! میں نے دیکھا ہے یہاں ہر جگہ لڑکیاں نظر آتی ہیں۔ تم بھی اپنی کسی سہیلی کے ساتھ چل جاؤ۔ اچھا ہے کہ اس شہر کے طور طریقے سمجھ لو! خود“ وہ ہنسنیں کیا کہنے کہنے رک گئے۔

”آپ کے لئے چائے ملاؤں یا جی.....؟“

”نہیں.....! ابھی مجھے کہیں اور جانا ہے۔ وہیں پی ٹی ٹیوں گا۔ اب پہلا ہواں۔“ وہ بات کرتے کرتے غصے سے بھر گئے۔

”تم اپنا خیال رکھا کرو۔ بہت کمزور دھڑکیاں ہوں اور پیچھے جاؤں گے۔“

”نہیں۔۔۔! یہ کافی ہیں۔“

”دکھو.....!“ انہوں نے عزیٰہ پانچ سو نکال کر دیے پھر سوچے گئے۔

اور کئے واپس یہاں رہتا ہے۔

”ابھی تو پیر ایک سال ہے۔“

”ایک سال... ۱۹ مہینہ...! دیکھیں گے۔“ انہوں نے جانے کیا سوچ کر کہا۔ میں بالکل نہیں سمجھی۔
میرا ان کے ساتھ چلتی ہوئی کیسٹ تک آئی تو انہوں نے جاتے جاتے بھی مجھے احساس دلایا کہ میں بہت کمزور ہو گئی
ہوں۔ چار پانچ خیال رکھنے کی تاکہ کبھی نہ۔

میرے لئے لکھی کتاب، مجھ کو ادوار کا ناکھل بنا دیا جس میں میرا تھکانا ہونے کے ساتھ خوش فہمی محسوس کر
تی تھی کہ کسی غیر محرم کتاب میں سوچ میں کلکتا ہوا پیدا ہوگئی۔ دور تو وہ خصوصاً میرے اور فرات باجی کے
معانے میں بہت سخت گمراہ ہے تھے۔ واپس اپنے کمرے میں آئی تو خرمین خدمت سے میری منتظر تھی اور میں
نہ کہ اس دولت باجی کے بدلے دے پر غصہ اور تنہائی محسوس کی اس لئے کہ اس طرف دھیان نہ تھا جس کی گمان۔ چند روز
پہلے کچھ کے مطابق چھوٹے ہو گئی۔

“*It's a little bit like*”

”ہاں...“ ہم نے بڑے آرام سے کہا اور پرہیزگراؤں میں جاگزیں کے دیکھنے ہوئے پیسے رکھے۔

”ایسی کیا چیز دی ہے اس نے جو مجھ سے بھی چھبائی جا رہا ہے۔“ اس کے ملبھوک اعجاز پر میں

”ہاں... تمہیں کی بات کر رہی ہوں۔“

اُسی کی جس سے مل کر آدمی ہو، وہ چکر بولی اور عرشِ شنگ کی۔

تیسرے بات کرو، مہرے اماکی آئے تھے۔⁴²

لا حول ولا قوة الا بالله

”کیا مطلب..... کیا تم میرے ابا کی پر ”لا حول“ چھو رہی ہو.....؟“ مجھے بے حد غصہ آیا اور وہ کہنے لگا: ”میرا ابا مریختے ہوئے آیا۔“

1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 2679, 26

کہ اس کی ساری شوٹی بل میں زخمت ہو گئی تھی اور جی گد، ہاتھ میری آنکھوں کی گرائیوں میں دوخو کر ڈوبنے سے بچانے کے لئے اپنی ساری توانائیاں صرف کر رہا ہوا اور ایسی وہ دھمکتے ہوئے کھینچا تھا کہ میں کھڑی ہو گئی۔

"کیا ہوا؟" جہا نگیر میری تھپہ پر کھڑا ہوا۔

"میں جا رہی ہوں۔" میں نے کہا اور تھوڑے دوسوں سے باہر نکل آئی۔ جہا نگیر میرے پیچھے بھاگا آیا اور کہتے پروردگار پر پھینکے۔

"کیا تم خدا کو جا رہی ہو؟" میں نے شکی منہ پر لایا تو اس نے بے تابانہ سے پوچھا۔

"کھرباؤ کی؟"

"نہیں میں۔۔۔ آپ آئیں گے۔"

"اور جب تک بچ رہے۔"

اس نے طریت کا کھڑا ساں لیا اور میں نے "خدا حافظ" کہہ کر چلی آئی۔ حسب توقع خرمین ختم ہوئی۔ دیکھتے ہی سواں کی پوچھا ڈروئی چلن میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ اصل میں میرے پاس ہاتھوں لٹکاے نہیں تھے اور وہ چٹائیں کیا تھیں۔ بے حد راضی کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہہ کر کہہ کر سے ہٹ گئی۔

"کہاں آئیں لطف کرو کی؟" مجھے فکس ہوا اور میں نے ناراضی میں نہیں کرنا چاہتی تھی پھر بھی فوری طور پر اس کے پیچھے نہیں جا سکی۔ اس نے بھی کراہتی رہی۔ اپنے آپ پر غصہ کیا رہا تھا کہ میں کیوں جہا نگیر کے گھر چلی گئی۔ انتظار کر رہی تھی وہ خود ہی کی دن آجاتا تو کہہ ہاں کوئی ایسی بات نہیں ہوتی تھی۔ جیسا وہ خود شاکستہ اور سہلہ تھا یہ اعلیٰ اس کا دوست بھی تھا۔ پھر مجھ اس کی اپنا کھانا آئے۔ مجھے اپنی پڑائیں اور کڑی گلی تھی اور میں اس بات کو شہت سے غموں کر رہی تھی۔

شام بھر مل کر گرات ہو گئی۔ میں صوبک کے باوجود کھانے کے لئے بھی نہیں کی اور شرمین چٹائیں کہاں رہ گئی تھی۔ مجھ سے کہانے کا پوچھنے تک نہیں آئی۔ بیٹھے علیحدگی سے غذا ہو کر گئی تھی۔ مجھے اس پر غصہ آئے گا۔ پہلے اس کے پیچھے جانے کا سوچا پھر اپنی سوچ کی گئی کرتے ہوئے سرخ لپٹ کر لپٹ کی۔ کافی دیر کاٹا دھو کھٹنے کے بعد وہ آئی اور آئے ہی جا رہا تھا اور میں میرے سر سے چادر کھینچے ہوئے ہوئی۔

"کھانے کے لئے بھی نہیں آئیں؟"

"تم نے بلا یا جو نہیں۔" میرے سر سے کھانے پر دھلا لایا جیسو کا ہو گئی۔ جیسے ابھی میرا سرو بچ لے کی۔ خند کرتے کرتے میری ہر ایک ہڈی میں درد سے چٹکی کاٹ کر لی۔

"کم بخت۔۔۔ اصراف کیوں نہیں بھی کر اس کے ہاں سے جیت بھر کر آئی تھی۔؟"

"حرم لہو لہو کے کھٹے نہیں ملی۔"

"ہاں۔۔۔؟" اصراف کیوں۔؟ گد تو ایسے رہا تھا جیسے جیسے۔۔۔ "تاہاں کی کچھ میں نہیں آیا کیا کہے۔"

جیسو کا کہوئی۔

"آکھو ایسے کچھوں کے گھر نہیں جانا جو ایک چالی جانے نہ پوچھے۔"

"کبھی نہیں جاؤں گی۔" میں نے کہا تو وہ پوچھ کر کہہ کیسے لگی۔

"کیوں نہیں جاؤ گی۔؟"

"میں۔۔۔؟" تم نے منع کر دیا۔ نہیں جاؤں گی۔ میں نے بے غباری اور سے کی بہت کوشش کی لیکن وہ بھی ایک کانپاں تھی۔ میرے چہرے پر نظر میں بھا کر ہوئی۔

"مجھ سے بھوت نہیں بولتا۔ کچھ تاکیا کی بات ہوئی ہے۔۔۔؟" اور مجھے اسی سے تو کہنا تھا وہ ساری تفصیل میں اس کا ہاتھ پر پکڑے نہ لگی۔

"تو اس میں اتنا درد نے کی کیا بات ہے۔۔۔؟ جب آئے والا نہ تو تھا رہا تھا نہ لاوار نہ سرائی پھر تم اسی خائف کیوں ہو۔۔۔؟! جہا نگیر کا دوست ہی تو تھا اور پہلے تھا میرے اسی کی طرف لب شاکستہ اور سہلہ پھر نہ شکیاں بات کا تھا۔۔۔؟"

"چاہئیں۔۔۔؟"

"اب میں سوائے اس کے کیا کہہ سکتی ہوں کہ تم اپنی بے شکری ہو۔ میں آجھن میں جاؤں گا مومنہ زہرا ہم بھولے آئے آئے اور تم جیسے اس میں تین تین بھولنے کے نام لہا اور بھولنے کی آگ میں شگلا چاہتی ہو۔۔۔؟ تمہاری مرضی۔۔۔؟"

وہ کہنے لگا کہ کوئی اور میرا غم کرنا ہی چاہتی تھی۔ چاہتا اور میں نے سوچا وہ عجیب تو کہہ رہی ہے۔ میں کیوں ذرا ذرا سی بات کو خود پر اتنا طاری کر لیتی ہوں اور پھر یہ تو کوئی ایسی بات نہیں۔ اگر جہا نگیر کے دوست نے مجھے اس کے ساتھ دیکھا کیا ہے تو میں کیوں پریشان ہو رہی ہوں اور دوسرے میں انہ بھولنے سے لگی تو میں آجھن میں آئے سے چاہوں کہ مومنہ کی تھلائی پر دانا ہو رہی تھی۔

زنگی اچانک ہی بات خود صورت گئے لگی تھی۔ جیسو کا کرشن نے کہا تھا کہ یہ جو وقت ہماری محسوس میں ہے اسے ہم اپنی مرضی سے گزار لیتے تو میں بھی ایسا ہی سوچنے لگی تھی۔ اگر کبھی میرے سے بھی کوئی اصراف نہ آجھاتا تو میں فوراً سر بھٹک رہی ہوں میں خاسی مصلن اور گنہ گری رہنے لگی۔ تو کمر میں جہا نگیر کے گھر نہ جانے کا تہیہ کر چکی تھی اور یہ بات میں نے جہا نگیر سے بھی کہہ دی تھی اور اس نے ہاتھیں ہلاتے کہے بھی میری احتیاط بہت ہی پر عمل کر کے قابل ہو گیا اور خود ہی کی شام چلا آتا۔ اس کے آگے کا کوئی دن خرمین تھا اور نہ ہی وہ اپنا دروغ تھا کہ روز روز چلا آتا۔ اس کا روز جب میں نے اس سے پوچھا تھا کہ پھر کب آئیں گے تو وہ ستر کر دیا تھا۔

"یہ نہیں بتاؤں گا۔"

"کیوں۔۔۔؟" میں نے مجھے والے انداز میں احتیاط کیا تو اس نے کہا تھا۔

"مجھے اچانک سامنے پا کر تمہاری آنکھوں میں جوقہ نہیں ایک بل کر کھٹکی ہیں۔ میں اس ایک بل کو کھوتا نہیں چاہتا۔" اور میں نے آئے یہ نہیں بتا تھا کہ میں نے کس پوچھی پوچھا اور نہ میں خود احتیاط کے ان کیف آجھن کھات کو کھوتا نہیں چاہتی تین میں رہی اس کے آگے کا کمان رہتا ہے۔

○ ○ ○

آج کل مومنہ محب ماہور رہا تھا۔ وہ پھر میں گئی اور میں رہتا شام میں الیہ ہو چلے لگی تھی۔ اس وقت

شرعی پھل اچھلے میں کھولے بڑے فخری اسٹاک میں دوڑوں بازدار اچھلے پھلا کر بیٹھی ہوئی تھی۔
بچے بہانہ بنا چکے تھے۔ اسی سیر سے عمارت چھوڑ دی تھی اسی دیکر کہ قلعے کی صورت ہو تو اس سے آزاد ہوئی تو وہ محرم
کر رہی۔

”چوتھ کھار ہی ہوں اور تم یہ کہاں رہ گئی تھیں۔۔۔؟“

”جیہا گھیر آئے تھے۔ ان سے بات کر رہی تھی۔“

”کیا۔۔۔؟“ ”لو ایک ماہ خیر کر بیٹھتی۔“

”آج کی گئی میں بھی اُسے جیسی نکلتی ہے۔۔۔؟“ ”شام کا انتظار کر لیتا۔۔۔؟“

”شام میں وہ لاہور جا رہے ہیں اور انکی تائے آئے تھے۔“

”پیار۔۔۔۔۔؟“ ”وہ دوبارہ لٹ گی اور میں “کیا مطلب“ کہتے کہتے رہ گئی۔ بعض اس خیال سے کہ
کین وہ سہرا پا جائیں شروع کر دے اور میں اس وقت بہت خوش گراماؤں میں تھی۔ اُنھ کو بہا دھو کر
آئی اُس سے کھانے کا پوچھا اور اس کے منع کرنے پر میں بھی ڈانٹنگ ہال جانے کا ارادہ سختی کرتے ہوئے
لیٹ گئی۔

”اکرم میری وجہ سے کھانا چھوڑ دیا ہو تو چاہتی ہوں۔“ ”وہ کھانے بیٹھے دیکھ کر رہی۔

”نہیں۔! بھوک نہیں ہے۔“

”اچھا سنو۔! شام میں بازار چلوی۔۔۔؟“

”آں۔۔۔۔۔؟“ ”میں نے سوچ کر کہا میری عمر اس کی طرف سے کمرٹ جا رہی۔ بہر حال دونوں
کس وہ کھانے کی سوانے لیا بیٹھے ہی بازار جانے کی تیار ہی میں لگ گئے۔ گوکہ انکی صرف چار بجے تھے۔ دھوپ
میں بھی شگرت تھی کی لیکن شرعی کو ٹیکہ ایک ڈکان کھلانے کی عادت تھی اس لئے وہ اسی وقت چلے پر بعد
تھی کہ شام تک نہ کھاؤں ہو گئے۔ وہ سہری صورت میں رات ہوئے کا وہ بیٹھتا رہا اور ایک دھیمے باہر رہنے
کی اجازت بھی نہیں تھی۔ یہ حال اس سوانے میں میں ایک طرف سے اس کی بات ماننے کی پابندی تھی۔ لہذا اخیر
پہنچا کہ اس کے ساتھ چل چکی۔ ایک طرف چل مارکٹ میں کافی ڈور چلے آئے چنگے میں اُتار دیا تھا۔

”حسب عادت اس نے ایک کے بعد ایک ڈکان میں جھانکنا شروع کر دیا اور میں چنگے پہلے بھی ایک دو بار
اس کے ساتھ دنگا چلی اور اس کی عادت سے واقف تھا اس لئے وہاں وہ کھانا دے بات شروع کرتی میں
ایک طرف سے کنارے کھڑی ہو جاتی۔ پہلے حلقے پر تو اس نے اپنی پہلو پر شام کو بڑا ڈکان پر کھانے کے دوران
میں نے دوست، چیل اور دوسری چھوٹی موٹی اشیاء خریدیں۔ اس کے بعد اس کے خریدنے کا حلقہ آ جاو میں
نے بڑے جبر اور سکون سے لے لیا۔ ناچار میری سکون کا مظاہرہ میری چھوڑ لی تھی وہ نہ کہ میں اُس کی طرح اتنی
ہول دیتی تھی تو چار چار چھوڑ کر چلی تھی۔ خیر خدا کر کہ اس کی خرچہ جاری مکمل ہوئی تو کوکوں کے کھم سے گل
کر میں نے جی جی سکون کا سراں لیا۔

”گنہگار لیتے ہیں۔۔۔ میں میں کہاں ہے بی بی۔ نہیں سنا لیا گئے۔“ میں نے کہا تو وہ پہلے دن کا واقعہ یاد
کر کے ہنسنے ہو گئی۔

میں آخری کلاس انیڈ کرنے کے بعد اصل کی طرف آ رہی تھی۔ نیز دھوپ سے بچنے کی خاطر میں بہت تیز تیز
چل رہی تھی تاکہ جلد از جلد سامنے میں کھانے کی کھانے۔ برآمد سے تک آئی تھی گو کہ گیت کے پاس کمرے سے جہاں گھر پر
نظر پڑی۔ مجھے دیکھا ہوا تھیں اس وقت تو وہ بھی نہیں آیا تھا۔ میں نے وہیں سے آئے دیکھ رہی تھی جہاں گئے کا
اشارہ کیا اور خود بھی اُسی طرف آ گئی۔

”خیر ہے۔۔۔؟“

”میں سامنے سو جا رہی ہوں پھر کس کی خدمت پر چوری ہو۔۔۔؟“ ”اُس نے مسکراہٹ بھری نظر میں پڑا کر کہا تو
میں نے قدر سے ہٹا کر وضاحت کی۔

”میرا مطلب ہے آپ اس وقت کیسے آئے۔۔۔؟“

”تم نے۔۔۔؟“ ”وہ اطمینان سے صوفے پر بیٹھ کر اور جب مجھے دیکھا تو کہنے لگا۔

”میں آج شام وہ دوبارہ لاہور لپٹی لی جان کو لیتے۔ باکائی مال اُلانے کا کوئی ارادہ نہیں۔ اس لئے میں
نے سوچا لی لی جان کوئی لے آؤں۔ وہ آئیں گی جب ہی میری ہر چیز تیار کھجے گی۔“

میں بے وعیالی میں اُسی پر نظر میں جانے لگی تھی۔ یہاں کی اس کی سہری تھی اور وہ آخر میں میری مکمل
آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

”اب تم جلدی سے بتا دو کہ لی لی جان کو تمہارے ہاں کب بھیجوں۔۔۔؟“

میں نے جلدی سے نظروں کا زاویہ بدل لیا اور آہستہ سے بولی۔

”مجھے نہیں پتا۔“

”ٹھیک ہے تو میری باتیں لاہور سے سیدھا تمہارے گھر لے گاؤں گا۔“

”فہم۔۔۔؟“ ”میں نے ہٹا کر آئے دیکھا۔ وہ خرامت سے مسکرا رہا تھا۔ یہ سوچ ہو کر بولا۔

”کیا نہیں۔۔۔؟“

”آپ مجھے کتنی دگر ہے جی۔۔۔؟“ میں نے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ قدر سے وقف سے تجلیہ ہو کر کہنے لگا۔

”اچھا ٹھیک ہے۔۔۔؟“ ”میں لی لی جان کو لے آؤں پھر لے کر۔۔۔؟“ ”گوہم میں تو میں زیادہ انتظار نہیں
کروں گا۔ چل گئی تمہارے انتظاروں میں میں چل رہی ہوں۔ بات چیت میں اتنا مرصع ہی جانے گا۔ میں
چاہتا ہوں انتظاروں کو فوراً چھوڑ دینا۔ اپنے گھر لے آؤں۔“ ”اُس کی بات کے صاف گوئی مجھے میری طرح دوس
کر رہی تھی۔ اس پر مستزاد کچھ ہی سے پر چڑھ رہا تھا۔

”ٹھیک ہے ہاں۔۔۔؟“ ”میں خاموش رہی۔ کپ کہتے ہوئے بولا۔

”اگے۔۔۔؟“ ”چل ہوں۔ میں نہیں جانتا ہے آیا تھا کہ شام میں لاہور جا رہا ہوں۔ گو کہ میرا ارادہ میں
چاہوئے سے زیادہ نہ کہے گا نہیں ہے لیکن کوئی کام کی گئی اگل سکا ہے اور اسی صورت میں دے ہی دن میں ایک کھتے
ہیں ہڈیاں تو نہ پریشان اور نہ میری طرف سے ہمدرد۔۔۔۔۔؟“ ”میں نے ہنسنے ڈار ہی نکلیں تھا کہ
دیکھا۔ وہ مجھے بھیجوں کے راستوں سے اُٹھائی دے کر اب منزل قریب ہونے کی غویہ دے کر جا رہا تھا۔ میری
نظروں نے ابھل ہوئے تک اس کا قابض کیا پھر میں اُپر چلی آئی۔

”تمہارے ساتھ وہی مسئلہ ہے۔ چاروں کو سنبھال نہیں جاتی تم سے۔ ویسے میرا خیال ہے چاروں کو چاروں باری تک جانے کا شائبہ نہ کرنا چاہیے۔“

”گورنر.....! مجھے بے ساختہ فحش آئی۔“
 ”کل سے میں بھی چاروں کوڑموں کی جگہ لٹلی میں بھی لڑو کر آئی جا چکی۔ کیا پتا آج میرا تعصب جاگ چکا۔“ تم بڑے کوبر راول کھڑے ہوئے کا بھی خیال نہیں تھا۔ مسلسل ہارے جا رہی تھی۔
 ”وہ کہتا آپ کی چاروں میں کتنی ہوش اور ذکاوت کی وہ کہتا میرے ساتھ چلو، چاروں علی نہیں چاروں باری بھی دول کا۔ میں کتنی فحش دیکھی ہے نگہور.....؟“

میرا بیٹے بڑے برا حال تھا اور وہاں تھا وہ انڈیا گ بول رہی تھی۔
 ”وہاں انکڑو کئی پہلو میں ہوشی خواہش دیکھتا ہوں۔ میں کتنی.....“
 اسی وقت اس وقت کوڑا ہمارے بائیں طرف آئی اور وہ بیٹھے سے اندر بھاگ کر کانٹا ملو اٹھیں خانا پاتھی تھی لیکن پھر فراموشی کی طرف پلٹ کر بولی۔

”تمہارے چچا گھیر صاحب ہیں آج آؤ۔“ اور اگر صرف چچا گھیر ہوتا تو شاید میں متح کر دیتی لیکن اس کے ساتھ ڈراؤنچ بیٹ پر اس کا حق دوست تھا جسے میں نے اس کے گھر میں دیکھا تھا۔ جب ہی شر میں کو اشارے سے متح کیا۔ اس انکار میں چچا گھیر نے پچھلا دور وافر معمول دیا اور میرا اشارہ دیکھ کر بھی میری سامنے کے بجائے اپنے شاہک بیکر گاڑی میں دیکھنے کو بولی۔

”آج آؤ۔“ اسی طرف تو چارے ہیں۔ ہمیں کچھ چھوڑ دیں گے۔ میں اندھیری اندر پھیل جاتی اور اسے گایاں دیتے ہوئے بیٹھتی۔

”آپ تو خانا لا کر چارے سے۔“ وہ ہرگز خاموش نہیں بیٹھ سکتی تھی۔ گاڑی انکڑا ہونے کے ساتھ ہی اس کی زبان بھی انکڑا ہوتی۔

”پائل چارہ ہوں۔“ جواب دیتے ہوئے چچا گھیر نے جس انداز سے پہلو چلا میں سمجھتی وہ ہادی طرف رخ مڑنے سے گاؤں میں چھوڑی جانے سے اس کی طرف متوجہ آتا ہے۔ وہ دیکھتی تھی وہ خود کو قدر سے لاتعلقی ظاہر کرنے کی خاطر جیسے ہی نظروں کا ڈراؤں پہلا، دوچر سے بھانگی آنکھوں نے گھر کو کھینچ کر دیا۔ پہلا بار بھی مجھے چارہ جیسے ہوا تھا جیسے وہ خود کو کھینچ کر آنکھوں کا گھر انچل میں ڈرنے سے جانے کے لئے اپنی ساری توانائیاں صرف کر رہا ہوا اور اب بھی خود پر مینڈکی کا ناکامی کو کوشش تھی۔ میں نے اندھیری اندر کم کر کر کو بھانگا اور چارہ ڈھائی سے آگے تک بچھ کر کر دیا اس سے پچھنے کی کوشش کی۔ جانے کیوں مجھے کونجی ہوئی نظروں سے ڈر لگتا تھا۔

”آپ نے اپنا تعارف نہیں کیا۔“ شر میں اب براہ راست اس سے مخاطب تھی۔
 ”ناگرا کو کھٹم ہوا کہتے ہیں۔“ اس کی آواز کا بھول میں نے نہیں کیا اور کوئی نہیں سمجھ سکا ہوا۔
 ”صرف نام بتاؤ۔“ سے تعارف نہیں لگ سکا ہوا تھا۔
 ”شر میں نے کہا تو جواب میں چچا گھیر بول چلا۔
 ”اس کا بقیہ تعارف میں اپنے حق سے کر دیتا ہوں۔ ہماری وہی کالج کے لڑائے سے ہے۔ اسی

وقت سے یہ بہت آدھک مانگتا تھا۔ یو ٹی وی پر جانے تک اس نے ایک خیال بیکر زراں اس کے بعد اب تک اس کی تلاش میں ہے۔“

”ہوں نہیں تھا۔“ سوڈا کٹے ہوئے اس نے صبح کی تو چچا گھیر بھول چلا۔

”کتنی نہیں آئے لیکن میں لیا گیا اور تم نے مجھے بتایا تھا۔“

”میں نے یہ کہہ کر مجھے اپنے لیں کیا۔“ اس کا لہجہ ہی تھا۔

”چھوڑ۔“

”نہیں۔“ پاپا کے اصرار سے چھوڑ کر میں نے تلاش چھوڑ دی۔ ابھی کچھ دور پہلے ہی تو پاپا نے اپنے دوست کی بیٹی سے میری سہیت لے لی ہے۔ ”کونے بارے میں وہ خود ہی بتائے گا۔“ انداز لیا تھا جیسے صرف چچا گھیر سے بات کر رہا ہوں۔ میری اور شر میں کی موجودگی کا اگر اسے اس اس تھا بھی تو بھی بظاہر نظر انداز کر رہا تھا اور میں اس کی طرف متوجہ نہیں تھی نہ ہی مجھے اس کی باتوں سے کوئی دلچسپی تھی لیکن یہ کچھ صرف وہاں رہا تھا اس لئے چچا گھیر اشارہ کر رہا تھا۔

”چہ چہ.....“ اس کی ساری بات میں کٹر شر میں نے پہلے تاسف کا اظہار کیا پھر غلام اس کا دل رکھنے کی خاطر بولی۔

”وہ پاپا نے اچھا کیا جا رہے پاپا کی بات مان لی تو کچھ اپنے لیں بھی نہیں لے۔“

”ا..... آں۔“ لیکن زندگی کے سولے بھر ضرور آ جاتے ہیں اور اس وقت وہ ہو چکی ہوتی ہے۔

جیسے میری نظروں نے اب اس مقام پر اسے کچھ جا جب میں اس کی تلاش سے دستبردار ہو کر پاپا کو سارے اعتبار سونپ چکا ہوں اور میری زندگی کا سچی شجہ بھی کر چکے ہیں۔ گو کہ میں باہر نہیں ہوا تھا۔ جب بات بلکہ لایہ کہنا چاہتے ہے کہ جب تک میری نظروں نے اسے نہیں دیکھا تھا میں باہر نہیں ہوا اور جب دیکھا تو باہر ہی غلامی۔ ”اس کے لئے کچھ کرنا چاہیے کہ کچھ نہیں ہے۔“ میری جھمکن ہوئی لیکن پھر ماسر بھٹک دیا۔

”اس کا مطلب ہے تم نے اسے اس کے اور کے ساتھ دیکھا ہے۔“ چچا گھیر نے کچھ کر پچھا تو اس نے ہونٹ بچھ کر کہنا میں سر ملانا دیا اور مجھے جانے کیوں اس موضوع سے الجھن ہوئے گی اور میں کوئی دوسرا موضوع چھوڑنے کی خاطر میں نے بولنے کا ارادہ کیا اور جب بولی تو جانے کیسے اسے ہی مطلب کر کے پھونکی۔

”آپ نے اسے دیکھا ہے۔“

”کسے۔“ اس نے چونک کر مر رہی تھی مجھے دیکھا تو میں نے شینا کر دو بار ماسر بھٹک لایا۔ جب وہ خود ہی کہنے لگا۔

”خانا آپ اس کی بات کر رہی ہیں جس سے پاپا میری نسبت غمناک آئے ہیں۔ جی نہیں۔! میں نے اسے نہیں دیکھا۔ ویسے وہ آپ کی ہم نام ہے۔“ میں نے برا سامنا کیا جبکہ چچا گھیر نے خوشگوار حیرت میں گہر کر کر پھینکی کا اظہار کیا تھا۔

”وہی..... کیا نام ہے۔“

”میں..... میں.....“

”خوبو.....! آپ کون ہیں؟“

1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 2679, 26

-۲۰۰-

“I—...uh

”کیوں.....؟ کیوں نہیں کر سکتیں.....؟“ پہلے ہی مرحلے پر اس کا انداز جا رہا تھا اور میرے لہجے میں بے چارہ ماحزری سٹ آئی۔

قصہ میں آیا ہے۔"

□ □ □

خانہ کی سڑکیاں چڑھتے ہوئے جگہ جگہ میرے قدم ڈنگا رہے تھے۔ انتہیوں پہنچے تو صبحیں۔ جبکہ چڑھتے سے مہاپہلے محسوس ہو رہی تھی۔ کئی دوسو پلے تھیں۔ وہاں پلٹ جاؤں لیکن اس میں بھی نقصان ہر اس پر ہوا تھا۔ کم بخت شرمین میں دھکا دے کر گئی۔ مجھے نیچے چھوڑ کر وہاں پہلے گئی۔ کئی قوسوں کی جگہ میں نے کم اونگہ آؤں۔ کب تو کچھ اور دیکھوں وہ بھی عام کی ایک تھی۔ کتنے آرام سے کھڑی تھی جب آپ جالو تھا ہار کام۔ بعد سڑکیاں میں نے شرمین کو نکالیاں دیتے ہوئے طے کیں۔ پھر آؤں کے سامنے ڈک کر اپنی سائیں ہموار کرتے ہوئے جلدی جلدی سوچ ڈالا کہ مجھے کھانا کھانے کا کہا ہے۔

"بی بی بی بی!" پوچھ کر دے مجھے خاموشی کو لے کر کچھ توجہ کیا تو میں نے اس سے پوچھا۔

"مہم جاہ ہیں۔"

اس نے ان بات میں سر ہلایا تو میں نے جلدی سے ایک میں سے کاغذ قلم نکال کر اپنا پرانا نام لکھا اور اس کی طرف بھاگا کر کہا کہ اسے صاحب کو دے دو ویرے ہاتھ سے کاغذ لے کر چلا گیا۔

کچھ دیر بعد وہاں آکر مجھے اندر جانے کے لئے کہا لیکن میرے قدم پیسے فرش کے ساتھ چپک چپک رہے تھے۔ بڑی مشکل سے میں نے دو دانے کا پتلا پتلا کر دیکھ کر طے سے ٹوک دیا۔ پوچھ کر دے میرے پیچھے تھا۔ پہلے کمرے سے گزر کر گھبراہٹ اور داناں سے بڑھ کر کھولا تو سامنے ہی مہم جاہ نظر پڑی۔ اول دور بھی میں اسے دیکھ کر کچھ خوفزدہ ہو گئی تھی اور اب بھی سبب جاری تھی۔ وہ معروف نہیں تھا لیکن معروف نظر آنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"بی بی!...! شعل علی احمد۔" میری سوچوں کی احساس کر کے اس نے سر اٹھایا کیا تو نظریں ہموار راستہ صبر سے چرتے پڑتی اور صبر سے ہٹا دھرے دھرے میرے چہرے سے سراپ پر چبھتی چلی گئیں۔ مجھے حیرت ہوئی کیونکہ میرا خیال تھا کہ یقیناً تھا کہ مجھے دیکھ کر وہ بڑی طرح جھگڑے گا لیکن وہ نہ بولا نہ شکلا نہ دیکھو نہ ہوا سا انداز تھا۔

"شریف نہیں۔" اس کے ہاتھ میں چلن تھا آبی سے اس نے سامنے بیٹھے کا اشارہ کیا اور میں خاموشے تکلف سے بیٹھ گئی۔ تب کانٹا اس نے دسوا پوچھا۔

"کیسی ہیں آپ؟" "خوبی" "کھانا تو دوسری بات میں دے مارا سارنگ نہیں ہلائی۔ تب اس نے انتظار پر پہلے جانے کے لئے کہا پھر میرا طرف متوجہ ہوا۔

"بیٹھیں! آپ دیکھیں ہو کر نہیں۔" کیا کوئی اور بھی ہے آپ کے ساتھ۔"

"نہیں۔"

"سوہی! میں بھی گیا تھا۔ جہاں تھیرا دور گیا ہوا ہے۔" اس نے کانٹا میرے اتر جاگیر کے تعلق کو جڑا۔ جب اس نے صبر کر کے کہا۔

"اگر جاگیر میرا ہوتے تو ہی میں ان کے ساتھ نہ آتی۔"

وہ خاموش ہو گیا۔ کئی دیر گزری۔ مجھے انھیں ہونے لگی۔ ذرا ہی گھبراہٹ ڈھاکہ دیکھا وہ چٹری ایک سے سرنگے سامنے دھار کی آخری حدوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی سیاہ وندرا آنکھوں میں جانے کن سوں کی

پر چمپاں تھیں کر۔ یہی تھیں جبکہ میرے پر حلقوں کے آواز تھے۔ کانٹا دو واقعہ کی آہٹیں میں تھا لیکن چڑھ کر باقی قوسوں میں تھیں اس کے آواز تھے۔ جب ہی میں نے سوچا کہ مجھے اس طرح خاموش نہیں بیٹھے رہنا پڑتا۔ جلدی سے اپنی بات کہہ کر پہلی جاؤں تو اچھا ہے۔

"مہم جاہ۔" آؤں توجہ کر کے کی خاطر میں نے دھڑلے سے کانٹا اس کی نظر کی دھار سے ہٹ کر پھر نہ نہیں۔

"آپ کے پاس اس کے آبی قلم کی۔"

"میں جانتا ہوں۔" کہہ کر بات لہجہ تھا اس کا۔ میں بے خیالی میں آؤں دیکھے گئی۔ آبی وقت ملازم ج۔ لے کر آؤں تو وہ مجھ کو بیٹھا اور ملازم کے جانے ہی پوری ٹوٹے میرے سامنے کھکاؤ۔ کو بیٹھا جانے لگا۔ وہی تھی۔ میں نے کپ سید سے کہہ کر وہی کے لئے اس کی طرف دیکھا تو وہ ایسا بات لہجے میں بولا۔

"بھئی ہو میں ذرا دلہا۔"

"بھئی۔" اس نے اختیار حیرت کا اظہار کیا لیکن پھر فوراً سنبھل گئی اور جلدی سے جانے لگا کہ ایک کپ لایا سا تھکا ہوا تھا۔

"تھکا ہوا۔" اس نے فوراً کپ ڈھاکہ ہونٹوں سے لگا لیا اور دو تیس پاپ ایک ساتھ پیچے کے بعد

"آپ کپ کر رہی تھیں۔"

"آپ جانتے ہیں میرا مطلب ہے۔" میں قصد خاموشی ہو گئی۔

"ہاں! میں جانتا ہوں آپ کپ بھی جان میں تھی احمد! کہ ہوساں پہلے میرے صبر سے جو بڑا۔" اس نے ہر کی طرف اس کے کپ میں دیکھا۔

وہ بے اختیار طے کر ہونے تو نہیں تھا۔ میرے بعد آؤں وہاں جبکہ میں نے آؤں چلی گئی۔

"پر نہیں۔" ہر گز ہوا۔ لیکن وہاں میری فرق نہیں ہے۔ ہوسوں میں سے اس جیلر سے دیکھ کر میں ہر بڑی شدت سے خدا سے انتظار کرتا۔ میرے جہازوں میں کس کوئی کھوتے نہیں تھی جب ہی تو ہر اقلین بھی نہ تھیں۔ پھر ابھی مجھ کو پہلے جہاز کی طے سے بھڑو ہو کر میں نے اس کے سامنے تعویذ ڈالے تو یقین کریں سب سے پہلے میں نے ٹوک دیا اور وہاں اس کے بعد جب آپ کو جہاز کے کمرے سے مٹا دیا تو آپ والے سے کھو گیا۔ ہوا کچھ آؤں سے شای ہوئے کائنات میں تھا کیونکہ وہ میرے صلیب شدہ ہی کو دکھا تھا جو میں نے مانگا تھا۔ میں نے بے فرما اور جبر سے بے بعد سے اب تک میں سوچ دیا ہوں کہ اب کے افرام ہوں۔ "آؤں نے اپنا کپ میری آنکھوں میں دیکھا وہاں کو قشش کے، ہوا انکھوں کا زور و بدلی گئی نہ چھٹ کر رہی۔ کچھ پہلی یوٹی بیٹے کپڑاں سے بے فرما تھا۔ رادیو تھا کہ پانچ گناں میں جانب موزا لیا اور وہاں۔ کتنے وقت سے کھینکا۔

"میں تو کچھ بہت مشکل میں رہا ہوں۔ لیا انداز سے ہے ہے۔" میری جگہ پر ہوش تو کیا

کر رہی۔"

میں نے رادین ڈکٹ کی لیکن دل پر بھی نہیں لی۔ اس نے کچھ ہوا تھا کہ پھر کھینکا۔

”جئے۔ اتنا تو بتا دوں گی کہ جب آپ کی جھانگیر کے ساتھ انڈر اسٹینڈنگ ہو چکی تھی تو میرا آپ نے میرے پردہ پوش کے لئے ہائی لیڈ بھری۔“
”مجھے نہیں معلوم۔“ میں نے نگہزدہ وار میں کہا۔
”میرا مطلب ہے ابا کی لے مجھ سے نہیں پرچھا بلکہ مجھ سے ملے معلوم ہی نہیں تھا۔ اس لئے وہ آپ کی زبانی۔“

”تو آج کی باتیں ہی اسی مختلف پر چلی تھیں۔“ وہ اندر کی سے سہرا نہ۔
”اور اسی شام میں سے آپ کو فون کرنے سے بھی معلوم کرنا چاہا تھا کہ آپ اپنا ٹھکانہ وہاں ہی نہیں چھوڑیں۔“
”آپ۔۔۔؟“ میں اسی قدر کہہ سکی کہ گویا بھی اسی روز جان کی قیامت ہوئی تھی آج مجھے دیکھ کر یہ باتیں۔
”میرا حال میں بد رہا تھا تو نہیں کہہ سکتا آپ میرے پردہ پوش کو کھانچ کر لے کر آئے تھے۔“
”اس نے جانے کی سرطوں سے لڑ کر کہہ دیا کہ آپ کی تپ سب سے سوچ کر ہوئی۔“
”میرا البیہ ہے مجھے معلوم چاہا۔“ کہ مجھے اپنا حق استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے اور میں اسی لئے آرمے پاس آئی ہوں کہ آپ سب سے مل سکوں۔“

وہ فوراً کچھ نہیں بولا۔ کچھ نہ تھا کہ وہ بارہ پہلے والی پڑائش میں آیا اور راز سے شہرت نکال کر نکالنے لگا۔ اتنا سادہ گھر پر بے حد گرماں گزرا۔ میں چوری جان سے اس کی طرف متوجہ تھی کہ کیا نہیں دیکھتا ہے اور کھرا کھلی لینے کے بعد پرچھنے لگا۔

”کیا میرے متعلق کرنے سے آپ کا مسئلہ ہو جائے گا۔“
”جی۔۔۔؟“ میں نے سوالیہ نظروں سے دیکھا تو کہنے لگا۔
”آپ کو خود کھانا چاہئے کہ جب ابھی آپ کے والدین نے آپ سے پوچھا۔“
”میرا آپ کی زندگی کا فیصلہ کر دیا تو ظاہر ہے وہ بارہ بھی وہاں ہی کر لیں گے یا آپ شہر۔“
”جہاں گھر کے بارے میں بات نہیں۔۔۔۔۔“
”میرا مسئلہ ہے۔“ مجھے یہ کہنا مناسب لگا اور وہ کچھ دیر تک مجھ پر نظریں اتارتا رہا پھر تڑپ کر کہنے لگا۔

”اور۔۔۔۔۔ میں منع کر رہا۔ ساتھ ہی آپ سے ایک درخواست ہے کہ چھوڑا۔“ جہاں گھر کو معلوم نہیں ہونا چاہئے۔ میرا مطلب ہے اس سارے گھر میں میرا کچھ نہیں آئے۔ اب میرا ہی چہاں ہے۔“
”جی۔۔۔۔۔“ ابا کی بات سن رہا ہے ہوتے ہیں سے فکرت سے آئے دیکھ کر جانے کی اجازت چاہی تو وہ پرچھنے لگا۔

”بہت چاہی گی۔۔۔۔۔“

”اس سے۔۔۔۔۔“

”چلئے۔ میں چھوڑ دوں گا۔“

میں اس طرح کرنا چاہتی تھی لیکن اس نے کچھ کھڑا کا سوچ ہی نہیں دیا۔ مجھ سے پہلے کھڑا ہو گیا اور چالی اٹھا کر آگے بڑھ گیا۔ وہاں ہمارے دو مہمان کوئی بات نہیں ہوئی۔ اس کے بارے میں پانچویں جنم میں باطل خانی اللہ کی تھی۔ حالانکہ بہت ساری باتیں سوچنا چاہو رہی تھیں لیکن یہ نہیں کی طرف بادل ہی نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ ہاتھ نہ کیا۔ میں ”فطریہ“ کہہ کر اترنے لگی کہ اس نے دوک ایسا میرے گردن کو در کھینچنے پر کہنے لگا۔

”اس وقت میں کہہ رہا تھا کہ اب کسے اڑا رہوں تو ایسا بے نتیجہ ملی احمد۔“ کہ بقیہ تمام عمر میں خود کو ہی اڑا رہا ہوں گا جیسے کہ لے میرے پاس صرف اور صرف ایک خواہشات ہیں۔“

وہ ظاہر خود کو کھانچا لیکن پھر ذکر نہ کیا لیکن اس کی آنکھوں میں پھر کھڑے کا کھڑے بعد فرمایا تھا اور پہلی بار میں نے اس کے منہ کا کھڑا کھینچا کہ وہاں ”فطریہ“ کہنے لگا۔ ”خدا حافظ“ کہہ کر چلی آئی۔

”میرا خیال قیامت پر نہیں چلاؤ گی۔“ مجھے دیکھتے ہی شرمین سے کہا۔
”ایسا کھنکھاتا کر کہی ہوئی۔“ میرے جواب پر شہیناز سے بے پختہ کی۔

”اس کا مطلب ہے معلوم چاہو پھر ذکر کرنا ہے۔“ طہلی تارا۔“ کیا کیا ہے اس لئے۔“
”دو جی میں چاہتی ہوں۔ یعنی وہ دوستی سے منع کر دے گا۔“

”چلو۔ مبارک ہو۔“ یہ شرط سالی سے ملے ہو گیا۔ یہ معلوم چاہا نہیں کہ کچھ کر رہا تو ہوا ہو گا۔“
میں نے ہونٹوں تک آئی ”نہیں“ کوٹھارہ رک گیا اور یونہی اٹھاتے میں سر ہلکا کر دیا اور دم کا ذریعہ کیا۔

□ □ □

ظاہر ہے جب مجھے ”معلم چاہو“ کے پردہ پوش کے بارے میں معلوم نہیں تھا تو پھر یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ اس نے کیا کیا کچھ نہ ہوئی سے انکار کیا ہوگا اور نہ میں یہ جان سکتی تھی کہ اس کی طرف سے انکار کو میرے گھر والے کس انداز سے لیں گے۔ میری شہرت سے وہ ڈر رہا تھی۔ مگر میں راضی ہوئی تھی تو ظاہر بھی ہوئی بلکہ اس وقت تو حالات نہ مگر مختلف بلکہ ”معلم چاہو“ کے تخی میں ہوئے۔ میرا حال اب مجھے آگے کی غرضی کرنا ابا نہیں اور نہ میری ذات چلا دی۔ جب ہی مجھے شہرت سے جہاں گھر کا انتظار اور وہ درجہ ایک فتنے بھرا ہے۔

”میں ملی جان کو لے آئی ہوں۔“ اس نے آتے ہی بتایا کہ پھر کہنے لگا۔
”اب تم طہلی سے اپنے گھر کا پتہ دیں اور پھر وہاں کے کچھ شہر آئیں وہاں لے جاؤں۔“

”آپ لے جائیں گے۔“ میں نے رخصت سے کہا کہ اٹھا کر آیا تو وہ شہر پر مگر اباٹ ہونٹوں میں ڈاکر میرے ہی انداز میں بولا۔

”تو کیا تم لے جانا چاہتی ہو۔“ میرے بیٹھنے پر میرے شوکر ہو کر بولا۔
”ٹھیک ہے۔“ میں ملی جان سے کہہ کر پتا چاہوں کہ وہ تمہارے ساتھ چلی جائیں۔“

”مگر آپ اپنی اپنی گھر کریں تو آپ کو ایڈر نہیں ہوں گی۔“
”جسکی۔۔۔۔۔“ وہ چلا۔
”اچھا۔۔۔۔۔ اچھی تو چلو۔“

”لی جی جی جان تم سے ملنے کو بہت سے بھگت ہیں۔“

"ابھی۔۔۔۔۔" میں شش و پنج میں پڑی۔ چائیں مجھے اس طرح جانا چاہئے یا نہیں اور مجھے مناسب نہیں لگا لیکن اس کا اصرار چار بھری دھمکی اور مجبورہ بخنے لگا تو مجھے ہٹا کر ڈالنے دے۔ اسے دیکھ کر کراؤ پڑا۔ شرمین کو تار اور چادر اٹھا کر پلوٹی تو وہ کہنے لگ چلا چکا تھا۔ میں نے اپنے ہتھکڑوں کی رفتار بڑھ کر دی۔

اس کی بی بی جان میرے تصور سے قدرے برعکس تھیں۔ خاصی چھانکے ہوئے تھیں۔ مجھ سے ملے ہوئے نہ تو چادر گرم بڑی کھالی نہ سرد بھری۔ خوشی کے اظہار میں بھی میرے حساب سے کجی کرتی تھیں۔ بہر حال مجھے وہ اچھی لگیں۔ پاس بٹھا کر مجھ سے میرے سب گھر والوں کے بارے میں پوچھا۔ پھر گھر کا پتہ بھی انہیں نے ہی لیا۔ میں یوں بھی اتنی پرلہ نہیں تھی جس کی باتوں سے پتھر جواب ہی دے سکی۔ اس دوران وہ چائیں انہیں نے ہی قاصر۔ میں اور بی بی جان چائے کی پلے چب آ یا اور اس کے آتے ہی بی بی جان نے اسے مجھے پہنوا ڈالنے کے لیے کہا۔

"لکھا ہے آپ کی بی بی جان مجھ سے مل کر خوش نہیں ہوئیں۔۔۔۔۔" میں جو کچھ چلی بار آتی ہی اس سے وہی کہتا تو فوراً ٹوک کر کہنے لگا۔

"نکلا نہیں سمجھو۔۔۔۔۔" میں بی بی جان کا حواظ ہی ایسا ہے۔ ہاں وہ مجھے بہت چائق چلی کچی سری کوئی بات نہ دیکھیں گی۔ لیکن وہ بھی ایک بہت کا اظہار نہیں کرتیں۔ اس ان کا پتہ ملا ہے۔ رفتہ رفتہ تم بھی سمجھ جاؤ گی۔"

میں خاموش ہو رہی۔

پھر کتنے بہت سارے دن گزر گئے۔ میرے استحقاقوں میں کم وقت رہا تھا اور میں کبھی نے نہ جانتی تھی لیکن اب میرا دل ہی نہیں لگتا تھا کہ میں کبھی وہی رہتی کہ میری یہاں سے جوتی کے دوران ہی چار گیارہ اور بی بی جان میرے کم سے ہوا تھیں تاکہ مجھے معلوم ہو سکے کہ کہاں اور ابانی سے کیا جواب دیا۔ اگر مغل پناہ کی طرف سے کوئی رکاوٹ ہوئی تو وہ میں نہیں رو کر زور کر سکتی تھی دیکھ کر جانے کے بعد مجھے ہاتھ پاگل پناہ ہو جانا تھا۔ اسے دونوں سے چار گیارہ نہیں آتا تھا جو اس سے کچھ معلوم کر سکتی۔ پھر کچھ دن اور گزرے تو مجھے بھی گھیر کے نہ لانے پر مجبور ہوئے تھے اور جب میں نے شرمین کے سامنے اظہار کیا تو وہ بولے آرام سے ہوئی۔

"سامنے تو گھر ہے یا کر معلوم کر آؤ۔"

"نہیں۔۔۔۔۔؟ اب میں نہیں چاہتا۔ کیونکہ اس کی بی بی جان بھی چار اور آ کر وہ انہوں نے رہنا بھی مجھے وہاں آنے کے لیے نہیں کہا تھا۔"

میں نے صاف کوئی سے کہا تو شرمین دکھ دیکھ مجھے دیکھی رہی پھر کندھے کا پکا کر دی۔

"اب میں کیا کر سکتی ہوں۔"

"تم ان کو یہ بتا دو کہ میں کیا کروں۔"

"انہوں کی تیاری۔۔۔۔۔؟" وہ سناہٹ سے بولی تو مجھے غصہ آ گیا۔

"جواب ہو تم۔۔۔۔۔! پہلے تو مجھے خوش رکھا رہی تھیں اب دامن بہاری ہو۔"

"میں داکٹر نہیں بہاری میری جان۔۔۔۔۔" چھین کھینچتا چائیں ہوں کہ خود کو ٹوک کے انہوں میں صدمہ

کھرا کر۔۔۔۔۔ چار گھنٹہ کی چادر اور فصل چشم کا بندہ نہیں ہے۔ اگر میں آ رہا تو کسی کام میں آجیسا ہوا ہوگا۔"

"یہ ابھی کیا کام۔۔۔۔۔"

"نہر جیس اس پر بے کمال گھر پڑی ہو۔ خوب ہے۔۔۔۔۔ وہ ڈر دیکھ کر بولی۔ پھر ایک دم کجی ہو گئی۔

"میں ابھی جا کر معلوم کرتی ہوں کہ وہ کیوں نہیں آ رہا۔"

"تم جاؤ گی۔۔۔۔۔"

"ہاں۔۔۔۔۔! جاتی ہوں اُسے کہ تھراہ سے اشتہار میں شیع مجلس رہی ہے جگہ غری اموں پر ہے۔ اس کے علاوہ کچھ اور کھانا اور دوا بھی ملتا ہے۔"

اُسے جانے پر کمر بستہ ہو کر مجھ میں شیع کی بی بی ملوں سے ہاتھ جوڑ کر اسے روکا اور وہ ڈک تو گئی اس کے بعد گلیوں کے ساتھ اس کی عات شروع کی گئی کس نے کسے سے نکل جانے سے عیاسی حالت بھی تھی۔

پھر شام میں اس کے ساتھ اس کی نکل رہی تھی کہ وہ چانک مجھے نکل رہی تھی۔

"تو۔۔۔۔۔! مجھے تھراہ پناہ۔۔۔۔۔"

"کہاں۔۔۔۔۔؟" میں نے فوراً ہی کمر بستہ دیکھا تو پتہ چلا کہ وہاں کی ڈوری سے مجھ پر اس کی اہمیت بہت اچھی طرح واضح ہو گئی تھی۔ میں نے جان اٹھا کر اس کے ہاتھ لائیں اس سے جیسے چائیں کے پھلے شرمین کو ہیں چھوڑ کر میں تقریباً چھ گھنٹہ کی بی بی جان اور بچائے احوال پوچھنے کے لیے اظہار غصہ کر گئی۔

"کہاں تھے آپ۔۔۔۔۔؟" وہ بہت دیر سا مسکرایا اور جانے کس خیال کے تحت میرے اطراف نظریں دوڑانے لگا۔ پھر مجھ پر ہنکار پڑے۔

"میں ابھی چلائی۔۔۔۔۔"

"باب۔۔۔۔۔؟" میں نے خوب ہی لڑائی شام کو دیکھا پھر صدمہ کرتے ہوئے گیا۔

"میرا خیال ہے آپ اٹھا چائیں۔"

"نہر کے۔۔۔۔۔؟" وہ میرے پیچھے چلا ہوا دنگ دم میں آیا اور جب دیکھا کہ اب میں نے اظہار سوال

ذہرایا۔

"کہاں تھے آپ۔۔۔۔۔؟"

"پہلے کچھ معروف قہر فرافت ملے ہی بی بی کو لے کر خانہ چور چلا گیا۔"

اس نے بتا دے کہ نظر میں مجھ پر ہندوئی اور بیٹھ میرے پیچھے سے ایک ٹیلا میں کتنے دنگ آتے ہوں گے جبکہ دل میں ایک ہی جگہ کی تھی۔ وہ بولنے کے لئے میں گرو گئے م نے اظہار اطمینان لیکن میرا دل اس رو اس کی طرف متوجہ تھا اور وہ شاید میری کیفیت بھاپ کر محفوظ ہو رہا تھا جب ہی ایک منہا س ہو گیا۔ کتنے عجیب تھے۔ تب میں نے ذرا ہی سگی اٹھا کر دیکھا تو چٹک گئی۔ وہ مجھ پر نظر کرے گا کہ میں اس سے بڑا تھا۔ میرے ان کی شکل نے انہوں کا دل اس تمام کر چا یک ہی مجھے کس خطرے کا احساس ملا یا اور میں نے کم سے کم کر پوچھا۔

"کیا بات ہے؟"

"تم نے تو مجھے بہت اچھن میں ڈال دیا ہے شمع۔" وہ چل بولا جیسے اس کی کچھ شیں نہیں آ رہا ہو کیا ہے۔ کچھ کڑک کر کہنے لگا۔

"گزشتہ دنوں سے قطع نظر ابھی میری آدھ پر تھماری ہے قراری اور ابھی میری بات سن کر تھمرا ہے میرے چہرے پر۔ اگر تھمرا آتے ہیں وہ مجھے کوئی اور داستان بخار ہے جس جیکہ خان پور سے میں جھکاؤں کی کر رہا ہوں۔"

"کیا۔" میرے صرف ہونے نہ رہا ہو۔

"جیسی کرتم پہلے سے کہیں منسوب ہو۔ اگر کیا خارج۔! تو آخر نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟ کیا میرا اس وقت کو تو نے کے بعد مجھے وہاں جانے کا کہیں۔ کیا تم نے میرے ساتھ مذاق کیا ہے؟" اس قدر شرمیلی ہو کر تھا وہ اور "نہیں" کہتے ہوئے میرے آسویں جھک پڑے۔

"میرے سب کیا ہے؟" چنانچہ اسے میرے آسویں نظر میں آئے یا قصداً نظر انداز کر گیا اور میری کچھ شیں آگیا کیا کہوں۔ بلکہ وہ شے اس کے کچھ منظم جگہ کا نام یا تا کو اور مشکل ہو جاتی۔

"میلیر شمع۔" اسے رو دیتیں۔ میری بات کا جواب ہو۔

"مجھے نہیں معلوم۔" میں نے تعلیموں سے وہ عیسویہ ذکر کرتے ہوئے سوچ کر کہا۔

"میرا مطلب ہے جب میں یہاں آئی تھی تو کسی سے منسوب نہیں تھی۔ ابھی بھی مجھے نہیں معلوم۔ اگر میرے والدین نے اسے ایسا کوئی فیصلہ کیا ہے تو میرے علم میں نہیں ہے۔"

"واقعی؟" اس کے اندھا دکھاک بھی گئی۔ صاف میری کسی کی صورت بایرا کیا۔

"میرا یقین کریں۔! میں جھوٹ نہیں کہہ رہی۔" میں نے اسے دیکھ کر کہا کہ وہ ہونٹ کھینچ گیا۔ کتنی دیر

اس کی طرح دھنار پھر پھر اٹھا میرا یقین کر کے پوچھنے لگا۔

"کیا تم والدین کے فیصلے پر خاموشی سے مرعوب ہو گئی؟"

میں نے تو راجواب نہیں دیا بلکہ منظم جاہ کے بارے میں سوچنے لگی کہ اس نے اب تک سچ کیوں نہیں کیا۔ ابھی اپنی خواہش سے منسوب ہو کر اس نے اور وہ ذکر تو نہیں کر دیا۔ لیکن یہ طے ہے کہ میں اس سے شادی نہیں کروں گی۔ دل میں وہی منظم جاہ سے ختم کر سکتی کرتے ہوئے میں نے اس سے کہا۔

"میرے بارے میں فیصلہ کرنے کا اقتدار بہر حال میرے والدین کو ہے لیکن میں چاہوں گی کہ اس میں میری مرضی بھی شامل ہو۔"

"ہوں۔" وہ صوفی کی ایک سے سرنگا کر جانے کا پاسوئے لگا اور میں ہانک خود کو بہت کمزور محسوس کرنے لگی۔ مجھے کھاب میں محسوس کے سامنے نہیں نہیں گھبرائی گی۔ تب میں آٹھ گھڑی ہوئی۔

"آئی ایم سو ری جیا کچھ۔! میں انجانے میں آپ کو کھڑے کئی ہوں۔"

"اس میں جا رہا کیا قصور ہے۔"

"کچھ بھی۔! لیکن بازار سے پانچیس کی اسوچ ہو گا۔"

"کچھ نہیں سوچا ہوں انہوں نے۔ صرف ان کا کہا کہ پہلے تمہیں اپنے گھر میں بات کر لینی چاہی تھی۔ دے اپنے تم

کب جا رہی ہو۔" وہ دھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"جی۔! اگلے ہفتے سے امتحان شروع ہیں اور امتحانوں کے فوراً بعد میں چلی جاؤں گی۔"

"میرا یہی مطلب ہے لیکن میں جان لوں کہ آؤں گے۔"

وہ ہانک کر ملاتیت میرے احساس میں گھر کر کل کر سکریا لگن میری ہڈی رو گئیں اور بہک گئی تھی۔ اس خالی خالی نظروں سے آتے جاتے ہوئے دیکھا میرا بچے گھر کی طرف آتے ہوئے میں منظم جاہ کو سخت سست

کھو رہی تھی۔

پھر یہ خود اسامیت میں میرے پاس تھا۔ وہ بھی اسی جڑی سے جھلا جا رہا تھا کہ کوئی گھر میری گرفت میں نہیں آ رہا تھا۔ میں مع اسامیت منظم جاہ کے آفس فون کرنے کرنے تھک گئی۔ وہاں سے میں ایک ہی جواب ملا

"نہیں جی" اور میرے حرج و مضار پر "پانچیس" میری کچھ شیں نہیں آ رہا تھا کہ میں اس سے کیسے اور کہاں رابطہ کروں۔ گلی بار خیال آ جا کر ایک بار پھر خود اس کے آفس میں چل جاؤں لیکن پھر یہ سوچ کر وہ جانی کر کہیں اس کے ساتھ ساتھ جا کر میرے سامان نہ ہوجائے۔ شرم میں سے کہا تو میری عقل پر قائم کرتے ہوئے ہوئی۔

"تے ہونے۔! آفس فون کر کے اس کے گھر کا نمبر لے لو اور وہاں بات کرو۔" مجھے اپنے آپ پر قصہ آ کر کہ یہ خیال مجھے کیوں نہیں آیا۔ بہر حال میں نے فوراً اس کی بات پر عمل کیا لیکن وہ گھر میں بھی نہیں ملا۔ اس وقت میں جی جی ہو رہی تھی۔

"منظم جاہ۔! تم چنانچہ کر رہے۔! میں نے حد درجہ اس سے شکای ہو کر دکھ سے سوچا۔

میرا ہی بخشش میں امتحان شروع ہو گئے۔ دوسرا ہونے کے رائی تو ابھی موجود تھے۔ بے مدد مجھے ہونے اور غرض حال سے گھر سے تھے۔ میں انھیں دیکھ کر حوش ہو گئی۔

"ابانی۔! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں۔"

"ہاں۔! انہوں نے" "ہاں" کی صورت سراہ دیکھی ہو پوچھنے لگے۔

"تم کب کب چلو گی؟"

"ابھی تو امتحان شروع ہوئے ہیں۔" میں نے کہا پھر سوچ کر آخری ابھی کی تاریخ بتائی تو کہنے لگے۔

"ٹھیک ہے۔! میں اس امر کو سمجھیں پہلے آ جاؤں گا۔" میں خاموش رہی اور قدر سے توقف سے ان سے جانے دیکھ کر وہ چائین انہوں سے منع کر دیا۔ پھر کہنے لگے۔

"تم سبکی سے آ جاؤ اور اس باب و ادب جا رہا تھا تو سوچا تم سے ملنا چاہوں۔ کچھ چیز کی ضرورت تو نہیں ہے جنہیں۔! لیکن سب تو قصور سے دانوں کی بات ہے۔ میں۔! میں پہلے جاؤں گا۔"

وہ خودی کہتے خودی جواب دیتے آٹھ گھڑی ہوئے۔ جانے کیوں اس کے نتیجہ سے بد ہے۔ میں نے سوچا جب پھر لیکن تو رائی خیال آیا کہ ہو سکتا ہے میری بہت سست ہونے کی بات ہو اور اس وجہ سے انھیں دیکھ

ہو ہو۔! سب میں خاموش رہی۔

اسی تمام میں سے پھر منظم جاہ کے گھر میں کیا۔ دوسری طرف دینی تھا۔ میں نے بمشکل خود پر قابو پا کر منظم

کیا تو وہاں سے۔! گھر کا حوش ہو کر اس سے میرا خطبہ جواب دینے کا پھر بھی میں نے سوچا تھا اس نے کچھ

میں! اچانک ہاتھ ہٹے میرے لیے میں خطر ست آیا۔

"میں ہوں شعی علی احمد۔"

"جی۔۔۔؟" پھر وہی ساٹھی اور میں بچ پڑی۔

"مہکم جاو۔۔۔! آخر آپ میرے خط کا اصرار کیوں کر رہے ہیں۔۔۔؟ چاہے میں کتنے دنوں سے مسلسل صبح شام آپ کو گھر کر رہی ہوں۔۔۔ شاپ آفس میں لیے ہیں ڈیگر میں۔

"جی۔۔۔"

"کیا کئی۔۔۔؟ میری بات کا جواب دیں۔" میں راج کو روٹی اور اس کا وہی ساٹھ اچھے۔

"کون سی بات۔۔۔؟"

"آخر آپ کا مقصد کیا ہے۔۔۔؟ بہت ساری باتیں تو کہیں ہیں۔ میں صرف یہ پوچھتا ہوں کہ آپ

کتاب آپ نے اس نسبت کو توڑا کیوں نہیں۔۔۔؟"

"موری۔۔۔؟ میں اس وقت جواب نہیں دے سکتا۔"

"کیوں۔۔۔؟ کیوں نہیں دے سکتے۔۔۔؟" میں نے مزید کریم چھاد اور اس نے سلسلے ہی منقطع کر دیا۔

میں نے حد سمجھائی۔ سو جاو بارہ دو گھر کر کے آخر کتاب کا یہاں اور لیکن پھر یہ سید بخ کر رہی آئی۔

اس رات بہت دیر تک دھکے خیز نہیں آئی۔ کتنے دہم کتنے اچھے تھے اور سب کو تو نہیں جھوٹا یا جا سکتا تھا۔

چنانچہ شرمین کیسے میرے انہو لٹوں کو بے نیاز قرار دیتی تھی۔ جبکہ میں کئی ایک بات پر بھی نہیں جھک سکی۔

بلکہ ہرے پلٹنے سے اس نتیجے پر پہنچی کہ مہکم جاو میرے ساتھ قابل مکمل رہا ہے۔ وہ ہر وقت ہر اپنی صحت یا

آئیڈیل کو ماسک کرنا چاہتا ہے اور اس نتیجے پر پہنچی کہ مجھ اس سے بے پناہ نفرت محسوس ہوتی۔

ساتھ ہی زندگی میں پہلی بار میں اپنے گھر کے ٹائمر وائیٹرم کے ماحول سے شام کی جہاں لڑکیوں

کی اپنی کوئی کوئی شرمین نہیں ہوتی اور گھر کوئی بھی ہے تو اہمیت نہیں دی جاتی۔ بہر حال میرے اعتقاد میں اس

فی الحال کے عہد میں بالکل بے اثر کسی اور کی شرمین سمجھتے ہیں۔

○ ○ ○

بہر حال تھا جب گھر سے آخری ملاقات کو میں یادگار بناؤں گی لیکن میں ابھی مایوس ہو چکی تھی کہ اس کی آمد

پر مسکرا بھی نہیں سکی۔

"کیا بات ہے۔۔۔؟ تو اس ہو۔۔۔؟" اس نے محسوس کر کے پوچھا اور میں نے انہات میں سر ہلایا تو

آگھوں میں بھی کئی آواز آئی۔

"بے خوف۔۔۔؟ گھر جانے کے خیال سے تو جسیں خوشی ہوئی تھی اور پھر چند روز بعد میں کئی اپنی

جان کو لے کر آ جاؤں گی۔ تم جانتے ہی رہے کہ تمہیں۔۔۔؟"

میں خاموش رہی۔ اب اسے کیسے بتانی کہ گھر میں بات کر دو تو میرے لئے انہیں ہی نہیں ہے۔ البتہ یہاں

ایک آفری کش ضرور کر رہی تھی۔

"کچھ یوں تو۔۔۔؟ اس طرح خاموشی بھری تو میں چلا جاؤں گا۔"

"کی اپنی جان کسی ہیں۔۔۔؟" میں نے فوراً ہاتھ پھاڑو وہ نہیں پڑا۔

"ٹھیک ہیں۔۔۔! ابھی کل ہی پوچھ رہی تھی کہ وہاں خان پور کب جاتا ہے۔۔۔؟ اور سنو۔۔۔! میں کل

صبح اسلام آباد چلا جاؤں گا۔ تم کب تک یہاں ہو۔۔۔؟"

"میں سو میرا آخری بچہ ہے اور اب اپنی کئی بی بیوں کی آ جاؤں گی۔"

"اس کا مطلب ہے دو بار دم سے یہاں ملاقات نہیں ہوگی کیونکہ مجھے اسلام آباد میں کچھ زیادہ دن تک

جانیں گے۔" اس نے جیسے اپنے آپ سے کہا پھر مجھے دیکھ کر بچھا۔

"مجھے یاد ہو چکی۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔! کبھی ٹھیک ہے۔"

"مہکم آیا نہ۔۔۔! تم قہر ڈال رہی ہو۔ اپنے چہرے سے افسردگی ڈور کر دو۔ بالکل اچھی نہیں لگ

رہی۔" اس نے فوری سے اٹھا۔ پھر میری آنکھوں میں دیکھ کر بچھنے لگا۔

"کوئی اور پرانی تو نہیں ہے۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔؟"

"اگے۔۔۔؟" پھر میں چلا ہوں۔ تم پور کر رہی ہو۔" وہ فوراً کڑا ہو گیا۔ پھر جاتے جاتے کہنے لگا۔

"تو راسا سرکار دیا کرتے تھے وہی کا یہ موسم آسانی سے تھا کون۔"

"کہا یہ موسم بیت جائے گا۔" میرے بے اختیار بچھنے پر اس نے چمک کر دیکھا پھر پلٹ کر

میرے قریب چلا آیا۔

"جس میں پھر رہتا تھا۔"

"ابھی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے پائے نہیں کر دھکا دیا اسے یا اپنے آپ کو۔ پھر چند اسکرین تو اس

نے ایک لہو کو نور پوری آنکھوں میں دیکھا پھر "خدا حافظ" کہہ کر چلا گیا اور مجھوں ہوا جیسے اس کا براعتا دم

اس کے اور میرے درمیان کتنے دھکے دالے فاصلے طائر کرنا چاہا۔ ہے۔ پھر اپنے کر کے کی طرف آئے ہوئے میں

نے ایک آخری کوشش کے طور پر مہکم جاو کو جان دیا لیکن وہ گھر نہیں تھا اب اپنی فراموشی پر آنسو بہاتے ہوئے

اپنے کمرے میں آکر چپ چاپ لیٹ گئی۔ شرمین تھے دیکھ چکی تھی۔ کچھ تو کتب کو نظر انداز کر کے پڑھنے میں

مصرف وہی لیکن شاید میری خاموشی بھی اسے مزید پرانے گھر کی جب ہی ایک دم کتاب پھا کر رہی۔

"مجھے یقین ہے تم اس طرح آنسو بہاتے پھرتے گھر جاؤ گی۔"

"اور کیسے دتے ہیں۔۔۔؟" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پاس آ بیٹھی اور میرے کچے زخم پر ہاتھ کر کے

کہی۔

"اس طرح تمہے صحت کر دے سے بہتر ہے صحت پر چڑھ کر کے کہہ جاؤ۔ ابھی لڑکی۔! تمہاری

بجائے کہ میں ہوئی تو تمہیں گھر نہ ملے گی۔ تمہیں آرام سے مہکم جاتے شادی کر لیتی۔ پوچھو کیوں۔۔۔؟"

"کیوں۔۔۔؟"

"اس لئے کہ ایک تو وہ جاگیر سے زیادہ عظیم کم ہے بر لحاظ سے۔ دوسرے اس کی محبت برسوں پر محیط ہے۔ تیسرے میں اس شخص کی کئی ڈھکنیں دے نکلی تھیں جو برسوں سے مجھے کھو جاتا اور غصے مانگتا رہا ہے لیکن اسے میرے ایسے قہیب کہاں؟۔۔۔ ایمان اسے تم بہت ناشکری ہو۔" اس نے ایک ہی سانس میں عظیم جاعی خیریاں گنوانے کے ساتھ مجھے ناشکری تو اسے یاد دلا دئے مجھے کہہ کر۔

"تم میری جیکٹیں ہواں لے بیس کہہ رہی ہو۔" اسی وقت رضوان نے جھانک کر میرے فون کا تانا تو میں نے شر میں کو دیکھ لیا جیسے میری کچھ مشن ڈا ہوا کہ کیا کہنی ہے۔

"تھمارا فون ہے؟۔۔۔" "شر میں ڈرو سے کہہ رہی تھی میں کوں ہوگا" سوچتی ہوئی اظہار کر آئی۔ اتفاق سے فون کے پاس وارڈن موجود تھی۔ گوکہ کام میں مصروف تھیں مگر جس میں سے بہت سی کٹاواڑ میں رہے پیرا غنا کر "ہیلو" دوسری طرف منظم جاتے جاتے ایک میری ڈانڈ مٹنے ہی رہتا ہے چنانچہ۔

"تمہی ہیں آپ؟۔۔۔" "میرے اندر جوار بھاتا اٹھنے لگا۔ جیسے اس شخص کی قسمت اچھی تھی جو ہمارا ان کی موجودگی کے باعث مجھے بڑا کر پڑا۔ وہ میں چھوٹے ہی آئے سے بھڑائی کی حالت اور وسعت کرتے ہوئے نکلے گا۔

"آئی ایم سوری۔۔۔" اس روز میں ٹھیک طرح سے بات نہیں کر سکا۔ ایجنڈہ سولی آئین کر رہی تھی میرے پاس دقت نہیں ہے۔"

"کیا یہی تانے کے لئے فون کیا ہے؟۔۔۔" میں نے دوسرے سے طرکہ اختر جمبوا۔

"نہیں۔۔۔! بلکہ یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں باہر جا رہا ہوں۔"

"کتھے جے کے لئے؟۔۔۔"

"شاہد بیٹے کے لئے۔۔۔"

"خدا حافظ۔۔۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر ہاتھ کی۔

"پلیز شیخ۔۔۔" میری بات سنیں۔۔۔ اس نے مجھے فون بند کرنے سے روک لیا لیکن اب میں اس کی کوئی بات نہیں سنتا چاہتی تھی۔ رہیں وہ کہہ کر چلے آئی۔ اسے نہیں میں اس سے بدلے دے آئی تھی اور میرا خیال تھا اگر اسے واقعی کوئی ضروری بات تھی تو میری طرف نہ کرے گا لیکن میرا اس نے گئی اور اچانک کیا۔

"اگلا سارا دن تم ایسا ہی طور پر ہی بیٹھ رہی۔ رات میں جب آہا سامان بیک کر دی تھی اس وقت شدت سے احساس ہوا کہ شاہد مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے۔"

"کیا تم کوئی غلطی ہوئی؟۔۔۔" "شر میں میری دھنگ دیکھ کر مجھے پیٹھ تگی۔

"ہاں۔۔۔ میں نے تمہیں بتایا تھا۔" ابھی یہی کہہ رہے تھے کہ وہ کل ہی اپنے تانے میں لے۔ ایسے بھی اب یہاں وہ کر گیا کہ ان کی۔۔۔"

"بڑی سے عرصے ہو کہ ازم میرے لئے ہی ڈاک جاتیں۔ کل آخری پیپر ہے۔ اس کے بعد کچھ ٹاپک وغیرہ کہ اپنے۔" "شر میں کے لئے پڑے تھے احساس ہوا کہ کھانڈا ہو گیا۔" پختل بات نکلی۔

"میں کیا کروں؟۔۔۔" ابھی نے مجھ سے بوجھا ہی نہیں تھا۔۔۔؟ خودی کہہ دیا یا آخری پیپر والے

دور لے آ جاؤں گا۔ میں کیا کہتی؟۔۔۔؟ غامض ہو رہی۔"

"ہاں میں۔۔۔! تم ایسے ہی غامض ہو کر رہو۔ پگل بڑی۔! لکھی ہی چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں جب اپنی سوچ اور اپنی مرضی ظاہر کرنے کے دوسرے کا کل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔" اس نے مجھے بھانپے کا آخری موقع بھی نہیں دیا۔

"روزنامہ منشی کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ تمہیں دوسرے کی بات سے میرے اختلاف ہے ہی نہیں۔" "ابھی بات ہے۔۔۔؟ غمناک غامض نہیں ہوں گی۔" میں نے مکمل اس موضوع کو ختم کرنے کی غرض سے کہہ دیا۔

پھر اس رات جب کی جمادی کے ساتھ ساتھ میں نے اور شر میں نے بہت باتیں کی۔ گزشتہ دو سالوں کو جو ہم نے ساتھ گزارا ہے۔ اور اس گمراہ زندگی کی جس میں شاید ہی کسی بھاری اٹھا کٹا کٹا ہوا ہے۔ البتہ ہم نے اپنے دھنک چکر اور کرنے کے ساتھ ساتھ دوسرے کو خطا سمجھتے رہے کا وعدہ کیا تھا۔

پھر آگے روز میں مجھ سے کوئی تو ابھی موجود ہے اور میں وہ سارے زمین لکات جو میں نے اپنی مرضی سے گزارے تھے۔ بہت احتیاط سے سمیت لائی تھی۔



ہمارے گھر میں زیادہ افراد نہیں تھے۔ اماں، اماں اور ہم تین لیکن بھائی۔ بڑے بھائی جن کی ابھی شادی نہیں ہوئی تھی۔ فرزانہ باہمی کی شادی ہو چکی تھی اور میری آدھ کا اس کروہ پہلے سے آئی ہوئی تھی۔ اپنے گھر کر دتی طور پر ایک گھر خوشی کا احساس ہوا اور سب نے زیادہ میں فرزانہ باہمی کے بچے باسکر دیکھ کر خوش ہوئی۔ چوہا کا کول مول سلیا سرب کا پختہ تھا۔ مجھے لگا اس گھر میں اتنی رونقیں اس ننھے سے وجود کی ہر ہون مت ہیں۔ اسے دیکھ کر ابھی کے چہرے کا تاہم ابھی آپ ابی آپ زحمت ہو جاتا اور میں بڑا خوشی کی روز سے فیصل کا شہر تھی۔ اس کی موسم اور ان کا اور شر میں میں پہلے کی۔ فرزانہ باہمی مجھ سے اصل کے تھے متا چاہتی تھی۔ اماں کی اپنی باتیں تھیں۔ میں نے مجھے بچے بچے کے ساتھ حرا۔ پڑا تھا شاید میں اس میں پناہ دھڑکی ہو گی۔ بھارت کے کھانے کے نو بارہا شاہد بھائی فرزانہ باہمی سے گھر چلنے کی بات کرنے لگے۔ میں نے کہا ابھی بکھدن۔ بچے وہیں لیکن ان کا بیٹھ والا جواب تھا کہ مجھ پر آجائے گی۔ یوں وہ ابھی اوپر ہار کر کے گر چلے گئے۔ میں نے کچھ دیر اماں کے پاس بیٹھ کر سب کا حال احوال پچھا۔ مگر سونے کے ارادے سے اپنے کمرے میں آگئی۔ آدھ ہی احتیاطوں کا جو سہرے آتے تھا مگر سونے کی کمان بھی میں اس لئے بیٹھ ہی تھی بچہ نکلتی۔

پھر اگلے دن سے میرے دو سال پہلے والے معمولات شروع ہو گئے۔ جب اماں بوا کے ساتھ مل کر ناشیہ جادو نہیں میں نے اوپر ہی بیٹھ کر سمیت لیں۔ ناشیہ سب نے لے کر کیا۔ پھر ابھی اور بڑے بچے کام پر چلے گئے تو اماں بوا کے ساتھ۔۔۔ کیا کیا جاتے۔" کام میں ملنے کرنے میں شگ تھیں۔ ایسے موقع پر میں بیٹھ گئی اور کام میں مصروف ہو جاتی۔ اس وقت بھی میں نے یہی کیا کیا۔ اپنے کمرے میں آ کر دوت کھیں میں سے بچے اور دوسری اشیا مشکل کر الہادی کر کے گئی پھر مٹائی کرنے والی مای آگئی تو اس کے ساتھ ساتھ چنا چنا۔ پہلے بھی میرا اس کام تھا اور اب بھی۔ کسی کئی وقت میں بوجھ لکھ کر آگئی اور خود کو پار کرانے لگی کہ دو سال میں اس

مگر سے ڈور دی ہوں اور متح آٹھنے کے ساتھ ہی اس کا چھبے میں بھی کھینک لی تھی۔ کیونکہ اس طرح سے میں اس مگر کی ایک بچہ کو لے آئی۔ بات نہیں بدلتی تھی۔ حتیٰ کہ سامنے کی دیوار پر بندوں کے کھانے کے لئے اجڑا مگر جو بیٹا کھانے میں لے کر کھانا دیا بھی اس طرح سوچا تھا اور آٹھ سے دیکھ کر ہی مجھے خیال آیا کہ جب سوسوں کی شمشیں اس کے کنارے پر اڑا کر اٹھیں تو کھینک دو پھر انسان اور اس کی سوجھیں کہاں بیٹھیں گی۔ اس خیال کے ساتھ ہی میری وقتی رو بہک گئی اور میں مہی کو اس کے حال پر چھوڑ کر اپنے کمرے میں آئی۔ مگر وہ کھینک گزری تھی کہ اس ہرے پیچھے چلی آئیں۔

"تم نے دیکھا کہ مہی کی اپنی مرضی سے کام کر کے چلی گئی۔"

"تم کیا ہو ادا۔۔۔؟" وہ برسوں سے یہاں کام کر رہی تھی اور اسے پتا ہے کہ کیا کرنا ہے۔ پھر میں نے کہاں غواہ کو اس کے سر پر کڑی رکھتی۔۔۔؟" میں نے سامنے سے کہا لیکن اس کو یہ اور آٹھ اس کی مرضی پر چھوڑ دینا پسند نہیں آیا۔ یہاں کر رہی تھیں۔

"تم آکر مزی نہیں دے سکتی جس کو مجھ سے کہیں۔ میں دیکھ لیتی آؤں۔"

"ہاں کر رہی ادا۔۔۔؟" ادا کو کوئی کام اور چھوڑ دینی ہے تو مجھے بتائیں میں کر دیتی ہوں۔"

"ہاں۔۔۔؟ تم کو مری۔۔۔؟" ادا نے بڑا پیٹ بولی چلی گئی تو پھر مجھ پر عجیب طرح کی جھلکا ہوتی۔ پھر میں کھانے کے وقت جا کے بلائے بھی کرے سے لگی اور کھانے کے بعد اس کے پیچھے پیچھے ان کے کمرے میں چلی آئی۔

"سوؤ گی نہیں کیا۔۔۔؟" وہ بھٹکا پیچھے دیکھ کر ہنسنے لگی۔

"خدا سے نہیں رہی۔ میں ہمیشہ ان سے اپنا کام کے چنگ پر بیٹھتی اور کوئی اور چھوڑ کر نہیں چھوڑا رہی۔

جب ادا میں پوری طرح میری طرف متوجہ ہو گئیں تب میں نے اس سے پوچھا۔

"ادا۔۔۔؟" وہ بڑے ہی شادی کی کمری میں ہیں۔؟ چار سال تو ہو گئے ہیں ان کی مچھلی کو۔"

"کاش کروں۔۔۔؟ تمہارے ادا کی نہیں مان رہے۔ کتنے ہیں تمہاری اور اس کی ایک ساتھ کریں گے۔"

ادا کا کھانا کچھ پسند نہیں ہوتا تھا۔ وہ اس کا کھانا کھانے کو نہیں چاہتی تھیں۔

"اور میرے مگر والے کھانا صبر کر رہے ہیں۔ آخر کب کڑی کو مٹا دیں گے۔۔۔؟"

"نیکو کر رہے۔ ادا کی کو چھوڑنا ہے۔"

"ہاں۔۔۔؟ اب تم آگئی ہو سو چھین گے۔ پھر خود رہاوی سے رہیں۔"

"لیکن منہم کو تیرے لئے باہر چلنا گیا ہے۔"

"کون منہم۔۔۔؟" میں نے ادا کا حناؤں میں کھر کر انجان بنے ہوئے پوچھا تو ادا نے پسند نہ سوچا

اندا میں بھی ہوں دیکھا مجھے منہم کے بارے میں بتانا چاہتے تھیں۔ قدر سے توقف سے کہنے لگی۔

"جس سے تمہاری نسبت غمخیز ہے۔ وہ دیکھو کب واپس آتا ہے۔۔۔؟"

"وہ قلاب بھی نہیں آئے گا۔" میں نے ادا کو دیکھا تو ادا نے پہلے تو میری طرح پر ہنسیاں بھڑکنا

کر رہی تھیں۔

"دیکھیں کیسے پتا۔۔۔؟" میں چلنا لگی۔

"مجھے پتا۔۔۔؟" میں نے قوت سے پتا دیا اور جانے والے ادا کی منہم آتے۔ وہ ہیں نہ جانتے ہیں۔"

"یہاں میری نہیں۔۔۔؟" وہ کوئی بیٹا یا باہر نہیں گیا۔ تمہارے ادا کی منہم آتے۔ وہ ہیں نہ جانتے ہیں۔"

اب کسی کام سے گیا ہو گا۔"

میں ڈور دی اندر کر رہی تھی۔ شرمین لوبک تو کتنی تھی کہ جانے کتنے ادا کی منہم کے مرنے پر میں پیدا ہوئی تھی

اب بعد ادا کے سامنے اسی جالہا۔ بات کرنے کی کیا تھی۔ حتیٰ کہ ادا کو مجھے سمجھ رہی تھیں۔ پھر کتنے نکلیں۔

"میں نے دیکھا ہے۔ ماہر ماہر۔۔۔؟" خوبصورت جوان نے پھر اپنے منہم کے باپ سے تمہارا پتا؟

بی بی برسوں پہاڑی ہوئی تھی۔"

"ہاں۔۔۔؟ کیا وہ اس کے باپ کو۔۔۔؟" میں نے چونک کر پوچھا تو ادا کی منہم سے ہو گئی۔

"تمہارے انتقال کر گئے۔" وہی بچہ ادا کی پہلے بلکہ میں نے پھر پتا دیا۔ اس کے بعد ادا کی منہم کی خوبیاں

کھانے میں گئے تھیں جبکہ میرے ادا نے سے پورے کر کے گئے۔ کوئی کھینک پھر پہلے ادا کی میرے پاس آئے

تھے۔ یہ بعد ہوئے تھے اور اسے حال۔۔۔؟ پھر اس کی روز میں نے منہم چاہا تو ادا کی منہم سے میری بات کا

جواب دیتے سے منہم کی غماز کر تھی۔

(آکر آس روڑ۔۔۔؟) اب میرے خدا۔۔۔؟ میں نے بعد ادا کی میں کھر کر خود کو ملامت کرنے لگی۔

پھر ادا کی منہم کی ایک بھانہ سے احساس میں گھری رہی۔ لیکن اس شخص پر تو قوتوں کا پہاڑ تھا

اور مجھے دلی پی۔۔۔؟ پھر میں میں پوری طرح اس احساس سے نہیں نکلی تھی کہ بی بی جان آئیں۔۔۔؟ یقیناً ادا کے

ساتھ چلا گیا تھی۔ لیکن میں کہاں آئے دیکھ نہیں تھی۔ بی بی جان کو دیکھ کر ہی میں اپنے کمرے میں جا چکی۔

کیونکہ وہاں ادا کی خاتون کے سامنے میں نے پورا دیا اور میرے ادا کی ادا کی منہم تھی۔ یہ حال اسے کمرے میں

بے قرار سے لکھتی تھی۔ مجھے خود شمشیں کہاں اس شخص صاف ادا کی کر رہی۔ کیونکہ منہم جہاں کی طرف سے اب

مجھے ادا کی منہم کا خود دیکھ رہی تھی کیا پتا ہے تو اس کے دوسرے سے لگا کر لگا کر پیچھے کہ ادا کی منہم سے ادا کی منہم کو دیکھ کر

دے۔ یہ اور ادا کی پتا دیا کہ اس ادا کی کوئی جواب نہیں دے۔ لیکن میں ادا کی منہم تھی۔ پھر جہاں سے کہ باوجود

خود میں ادا کی برکت سے پتا نہیں کرتی۔ پھر جب بی بی جان میں مل گئیں تب مجھے احساس ہوا کہ میں ایک اور طرح کی

ہوں۔ کمزور اور کمزور۔۔۔؟ ادا کی منہم سے ادا کی منہم سے ادا کی منہم سے ادا کی منہم سے ادا کی منہم سے ادا کی منہم سے

نسبت تو کر رہے گا۔ پھر ادا کی منہم کی بی بی جان کا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا

چاہتی تھی لیکن میں سے پوچھتی۔ نہ کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا

بی بی جان کے بارے میں بات کر رہے ہوں اور میں کچھ جانا سکوں۔ لیکن میں کوئی نہ کر رہی تھی خدا

بائی اور کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا

ذیل آیا۔۔۔؟ انہیں آتے ادا کی منہم سے ادا کی منہم سے ادا کی منہم سے ادا کی منہم سے ادا کی منہم سے ادا کی منہم سے

کمرے میں نے اس سے ساتھ ذاتی کیا ہے۔ کاش میں ادا کی منہم سے ادا کی منہم سے ادا کی منہم سے ادا کی منہم سے ادا کی منہم سے

تھی جو منہم کا دیکھ کر اس کے سامنے سے کہہ کر ادا کی منہم سے ادا کی منہم سے ادا کی منہم سے ادا کی منہم سے ادا کی منہم سے

میرے اندر اس شخص کے خلاف بغض و کینہ چلا گیا۔ وہ جو کہہ رہا تھا کہ اس مارے تجھے میں جیروہ نہ کہیں نہ آئے تو جاتے اس کا قصد کیا تھا۔ میرا حال اس تک بلکہ مجھے اس سے بھڑکی ہی تھی اور اب وہ میرے نزدیک سب سے زیادہ خطرناک شخص تھا۔ جو میری بھجوری کھینچے ہوئے کسی امیدوار سے بھی اس کے لئے ڈرنا چاہتا تھا۔ اگر وہ اس سے ہوئی باتوں کے دوران بظاہر میرے بعد سرسری انداز میں اس سے ملی لی جان کے بارے میں پوچھا۔

”اس!۔۔۔ وہ کون کون خاتون میں؟ کیا اس سے آتی تھیں؟“ میں نے ہرگز اپنی شامانی ظاہر نہیں ہونے دی اور اس میں ہی اس طرح سرسری انداز میں کہنے لگیں۔

”ایک بار پہلے ہی آچکے ہیں۔ اس وقت تم یہاں تھیں۔ حالانکہ میں نے تو اس وقت جواب دے دیا تھا۔ پھر پچھلے ایک سو گیارہ گز۔“ پھر ایک لمحہ غور پر ڈال کر بولیں۔

”تمہارا دوست نے کرائی تھیں۔ میرا خیال ہے وہیں کراہی میں تھیں جنہیں دیکھا ہوگا۔“

”آپ نے کیا کہا ان سے؟“ میں نے ہنسنے کے بدلے میں ان کی باتوں کو سمجھ کر ان کے ساتھ چلا ہوا۔

”یہی کہ تمہاری بات سننے کو چاہتا تھا۔ اور اگر یہاں نہ ہوتا تب بھی ہم باہر انہیں لوگوں میں دھنسنے دیتے۔“

اس نے ساتھ ہی اپنی رائے بھی دے ڈالی اور میں ان سے کہنے لگی کہ آپ یہاں کب رہی ہیں اس کی عہد کی جڑیں میرے ساتھ بہت دور تک پہنچی گئی ہیں۔ میرا حال اس نے لی لی جان کو باہر، جوں لوہا کرکھے ہمارا حال کا کرب بخشنے پر آمادہ نہیں تھا۔ چاہے آپ ایک دن بھی آگ میں شعلے لگی گئی۔

○ ○ ○

اپنی کاروائی سے بچا کی اور میری شادی ایک ساتھ کرنے کا فیصلہ کیا۔ میرا ابھی صرف بڑے بچا کی شادی کر لی تھی۔ کیونکہ معظم کا کچھ بچا تھا جس کا وہ سکا ہے اپنی کو سلوم ہو۔ اس روز میری بچا کی جان کے اعتبار پر تو یہی کہہ رہے تھے کہ معظم کے لئے میں ابھی وہ ہے۔ سب باتیں انہوں نے ہی کہی کہہ رہا تھا۔ اس کے بارے میں جانتے تھے۔ میرا حال مجھے اس سے کوئی فرق نہیں تھی اور وہی اس کی دہائی سے پہنچی۔

بڑے بچا کی شادی میں گھر میں کافی رتی ہوئی۔ فرزاد اپنی جانی ہفتہ پہلے سے آگئی تھیں۔ دن بھر قریبی عزیزوں کا آنا جانا لگا رہا اور ان کی خاطر ہر بات میں میں نے خود کو سرفراہ کر لیا۔ زیادہ تر بچا کی میں رہتی۔ حالانکہ ان کے بار بار سنا کر کہیں مجھے کڑی خوشیاں اور وہ بار بار معظم کا نام لے کر مجھے بھیجیں جس سے دھند ہوئی تھی۔ اس لئے میں خود کو دلکش نگاہ میں رکھتی۔ پھر خوشی سے دور وہ پہلے فرزاد اپنی جانی شادی کے سلسلے میں کراہی جاتے تھیں تو میں نے فرار ہی ہوئی۔ اچانک جاتے کیا مجھ کو آیا اور میں گل گل کر ان

دلوں پر پہنچنے کی کوشش کرنے پر قدم کھینچے ہوئے تھا۔ اسی دوران میں روایات سے بھری چرائی گئی۔

”میں نے بڑی آس سے فرزاد اپنی کو دیکھا۔“

”ہاں چلو آ۔۔۔ اس میں فراس وقت سے تم سے کہیں کہہ رہی ہوں۔ جلدی کرو یا شادی انتظار کر رہے ہیں۔“ وہ سر کی لہر ایک میں ڈالتی گلت میں رو میں تو میں نے اس سے سامنا نہ کرنے کے لئے کہا۔

”اس سے میں کہہ سکتی ہوں تم چلو۔“ وہ سر کو میری گود میں ڈال کر باہر نکل گئیں تو میں نے اپنا پرس

اٹھانے سے پہلے اس سے پوچھا کہ ان کے پیچھے آئی۔

شرعی کوئی جی کہہ رہا تھا کہ وہ میری دھڑکیوں میں ہے۔ اسے تو ہم میری سے گزرا لیں۔ آگے جاتے کیا وہ اور میں نے اس کی بات مان کر زندگی کے نئے سنی اور دیکھ رہی تھیں کہ صرف صوفیوں کا بکنا ہے اور جب کرا لیا تھا۔ جن میں میں سے تو اپنا رنگ اس محبت کا تھا جس نے پہلے میرے ہونٹوں کو سترائیں تھیں جس میں اور اب

ایک دم کہہ سکتی تھی۔

فرزاد اپنی جانی ہفتہ پہلے میں صرف ہو گئیں۔ شاید بھائی بھی ان کے ساتھ ساتھ تھے اور میں جو یہاں آئے لے لے اچانک اپنی بے قراری میں تھی۔ دلوں راستوں پر قدم رکھتے ہی تم بھی ہو گئی کوئی

نہر میں طاقت ہی تھی جو مجھے ٹھیک رہتی تھی۔ جس بانی رہتیں ان کے پیچھے میرے قدم بھی نہیں جاتے۔ وہ نہ جرتو جس میں میں پائی۔ حالانکہ مجھے بھی فریاد ہی تھی کہیں مجھ کو بھی یاد نہیں رہا۔ جب بانی نے کوئی تیسری بار مجھے دکھا کہ میں نے اپنے بھائی حماد کے کوع اپنی پھرتی سے میرے لئے کپڑے وغیرہ میں اور میں خود

دوسرے کو ایک طرف کھڑی ہوئی۔ میرا خیال تھا ان خوش فہمیاں میں آکر میری بے قراری کو قرار دے گا لیکن اس کے برعکس میرے بعد ایک باطنی جلی جالی ہوئی تھی۔ جب مجھے اپنے پاس کوں دیکھا کہ میں یہاں کیوں

آئی تھی انہوں سے اب ایک میں اپنے نئے پہنچنے وال کو رام کرنے میں کامیاب ہو رہی تھی تو اسے پھر اپنی دنگوں کی عیب دکھلا کر وہ بامی تمام پر کھڑی ہوئی تھی جہاں سے چلی گئی۔

”اس کر کہہ سکتی ہے۔“ شاید بھائی نے میری خاموشی اور رفاقتی محسوس کر کے فرزاد

بانی سے کہنا وہ پہلے مجھ سے بولیں۔

”جس کوئی ہو۔“ پھر شاید بھائی سے کہنے لگیں۔

”تمہارے پاس لے لیں۔“ اس میں خود اپنی جڑیں بڑھ گئی ہیں۔ لے لوں۔۔۔ وہاں کہاں آتا ہوگا۔“

”میں نے فرمیں کریں۔ آپ اطمینان سے غریبوں اور بیمار میں میرے پاس ٹھیک ہے۔“ میں نے قصداً

مگر اگر میں اپنی طرف سے اطمینان دلا دیا ہو کہ شاید بھائی کہنے لگے۔

”نہر۔۔۔ وہ میرے ساتھ گاڑی میں جا بیٹھو۔ ہم آگے آتے ہیں۔“

”ہاں! ٹھیک ہے۔“ فرزاد بانی نے فرما ان کی تائیدی میں شاید بھائی سے چالی لے کر لوگوں

کی سیر سے علی آئی۔ پہلے کارڈ سے پاس کے لئے بھٹکتے ہوئے گاڑی کی تلاش میں نظر میں دوڑ رہی تھی کہ وہ

حالت آئے۔

”خاتون! میرے اندر ہر دو رنگ ستاروں کا راج ہو گیا اور دل ہولے ہولے لڑنے لگا کہ بھی وہ

مجھے چرا لے گا۔“ وہ اس کے بازو پر تکیں دھیرے دھیرے کاٹنے کے ساتھ میرے سے فاصلہ کر لیا۔

”توئی۔۔۔ وہاں نہ لڑی۔“ اس کے غائب ہونے پر میری لپٹیں ٹھیک تھیں۔

”اس میں ہاں۔۔۔ وہ کبھی دوسرے سادہ کر دیکھیں تم جانی کی۔“ اس نے اپنے اطراف نظریں

دراڑیں پھرنے لگیں۔

”پھر اس کے بعد کہ بات کرتے ہیں۔“

"نہیں۔۔۔" میں نے قدرے غور و فکر کیجئے مگر دیکھا کہ نہیں فرزند باہمی اور شاہ بھائی تو نہیں آ رہے اور اسی نے کھڑے پھل۔

"کون ہے تمہارے ساتھ۔۔۔"

"سیری اور بڑوٹی۔" میں نے تیار مگر مہربانی سے بولی۔

"بلیز۔۔۔! آپ بیٹے جائیں۔"

"جانا تو ہے اور جانے سے پہلے ایک شکوہ ضرور کروں گا مٹنے۔۔۔! کہ جس میں مجھے ملتا ہے چاہئے تھا۔" میں نے سوالیہ نظروں سے دیکھا تو وہ کچھ دیر تک کہہ کر رہا۔

"میں کی قسم معصوم جاؤ گی بھیکر ہو۔" اظہار اس کا عجیب اور پرانہ انداز تھا۔ وہ بالکل قریبی کوئی عام بات ہو۔ میں کو شش کے باوجود پرخار نہیں دھانگی۔ نگہیں چڑھتے ہوئے سیری اور بڑوٹی ہو گئی۔

"مجھے خود معلوم نہیں تھا۔"

"میں جانتا ہوں۔ تمہارے ساتھ ساتھ معصوم جاؤ گی بھیکر ہو! یہاں سے جانے سے پہلے۔"

جس میں معلوم ہو چکا تھا مگر تم نے مجھ سے کیوں چھپایا۔۔۔؟ "میرے حواس تو دینے پر کیئے گا۔"

"میں نہیں اصرار نہیں دے رہا۔ مجھے انہیں صرف اس بات کا کہ قسم نے غلام آدم آٹھایا۔ میرا مطلب ہے جس میں معصوم جاؤ گی اس میں جانا چاہئے تھا۔"

"میرے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا۔"

"کیا میں نے بھی تمہارے اعتبار کو نہیں پہچانی تھی جو تم نے مجھ پر کر دیا۔" اس نے اس وقت

بہرہ بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے آواز اُٹھا کر گویا مجھے بھیجھڑاؤ میں سے خود کو بے حد تھکاؤ پر اسے اس محسوس کیا۔

"وہ تم ہی سائل کیجئے کر رہا۔"

"میرا حال اب میں تم سے کہی کہوں گا کہ مزید عداوت نہیں کرنا۔" معصوم جاؤ بہت اچھا انسان ہے۔ تم

کے ساتھ خوش رہو گی۔"

"نہیں۔۔۔" میں اس کی رہنمائی کے خیال سے ہی غور و فکر ہو گئی۔ وہ شخص کتنا اچھا نہیں میرے

آس کی کوئی ایک نہیں تھا۔ میں نے اس سے ہی کہہ دیا۔

"نہیں جانا بھیکر! میں بھی ان کے ساتھ ایذا جست نہیں کر سکی گی۔ اگر بھی وہ آپ کا نہیں تھا۔"

گاہ کے کچھ خیال چھوڑ دینا۔

"تم آؤں مٹ۔۔۔! ابھی میں نے جس میں عداوت کرنے سے منع کیا ہے۔" اس نے ٹوکتے ہوئے۔

"جہاں اتنی جانتیں ہیں وہاں ایک اور بھی۔ اور بلیز۔۔۔! اب آپ جائیں یہاں سے۔"

آنے والی ہوں گی۔" میں نے صحت سے کہتے ہوئے ہر پہلو پر غور کر دیا۔

"ابھی نہیں جاؤں گا۔ پہلے ایک وعدہ کرو۔"

"نہیں! میں کوئی وعدہ نہیں کروں گی۔ آپ بے شکہ کھڑے رہیں میں جا رہی ہوں۔" میں نے

کہتے ہوئے قدم اُگے بڑھاتے ہوئے وہی میرے ساتھ چلے گا۔

"بلیز۔۔۔! میں رہا ہوں کسی۔"

"پہلے وعدہ۔۔۔"

"نہیں۔۔۔! میں معصوم جاؤ گی پہلے میں کوئی وعدہ نہیں کر سکتی اور آپ کو اتنی پروا کیوں ہے۔۔۔؟ انہوں

نے آپ کا خیال نہیں کیا۔"

"میرا خیال کر کے تو نہیں خود رکھ لیا ہے۔"

"میں یہ سب نہیں جانتی۔" میں اچانک ہی بہت کمزور ہو گئی۔ گاڑی کا لاک کھول کر باہر نکلا اور دھڑا دھڑا پھر پلٹ کر اس سے بولی۔

"میرے ساتھ کھڑے کاٹال نہیں ہے۔ جہاں بلیز۔۔۔! دکھاس بات کا کہ معصوم جاؤ جانے ہو جیسے بھی اچھا خواہش سے دستبردار نہیں ہوئے۔ آپ انہیں اٹھا چھوڑنا انہیں میرے نزدیک اچھا لگتا ہے۔ چلے جائے۔ مجھ سے کہا کڑاوی سے صبح کریں گے اور آپ سے۔"

"نہیں! مجھے سوتو۔" وہ پانچس کی کہنا چاہتا تھا لیکن میں نے اس کی بات نہ ہی نہیں، اپنی کہنے لگی۔

"میت ان کی طرف راہی کریں۔ مجھے فزٹ سے اُن سے۔ اگر بھی میری ذمہ داری میں آج بھی مجھے تو ساری

کھا گئے۔" اس نے غائب ہوئی بار مجھے مجھ میں دیکھا تھا۔ جیسی جاتے میں آ گیا اور میں ابھی اور بھی بہت

کچھ کھئی تھی فرزند باہمی اور شاہ بھائی کو آتے دیکھ کر جلدی کا گاڑی میں بیٹھ گئی۔ شب ہو چکا تھا کہ کر رہا۔

"سختی۔۔۔! تم ملنا بھی نہ۔"

"ہاں! میں غلامی کرتی تھی۔" میں نے "سختی" تو دور سے کر کہا اور وہ انداز میں کہہ دیا۔ بھی فرزند باہمی قریب

ہ آئیں اور مجھ سے چلی۔ لڑائی کو نہ لکھیں۔ میں نے کئی انہوں سے دیکھا وہ آئے چھپا ہوا پیچھے کھڑی

گاڑی سے جا کھڑا اور اس کی انگلیوں میں مجھے حیرت کی حیرت سے ہاتھ رکھنے کی باتیں کر رہی تھیں۔

○ ○ ○

تو یہ میری شادی میں ہو گئی اہاں سے معصوم جاؤ کے بارے میں پوچھا اور شاہ بھائی جو میرے سے یہ نام

ملنے ہی نہیں جانتی تھی، ہر دور سے قدم پر گھاسوں سے کہی نام کرنا۔

"معصوم جاؤ نہیں آئے۔"

"معتھر جاؤ رہ گئے ہوئے ہیں۔"

"معصوم جاؤ کب آئیں گے۔"

لاؤ۔۔۔! میرا بیٹا کی دماغ محم کیا۔ آخر سب لوگ اس کے بارے میں اتنے تجسس کیوں ہیں۔

دل چاہا تو پتہ چل جاتا کہ وہ کبھی نہیں آئے گا لیکن میں ابھی نہیں کر سکتی تھی۔ اس اندر ہی اندر تو سچی تھی۔

پھر شاہی کے بچوں سے مل کر میں سکون کا سانس لینا نصیب ہوا تھا۔

پھر کچھ بہت مدت سے دل کو دے کر بیٹھ بھائی کی آگ سے مگر کی خاموشی تھا اس میں کچھ تبدیلی کی

تھی۔ ابھی ان کی چڑھائی نکلتی تھی، ابھی بائیں بولی اور ان کی کسی میں تو ایسا ہوا تھا کہ اسے اختیار بے مکرر آئے

تھے پھر میں ہانے کیوں میرے اندر کا سناہ نہیں لہتا تھا۔ میں بھی ابھی اس سناہنے میں اچانک ایسا شور اُٹھا کر

جاٹے ہوئے روز اشیا ایک ہی جملہ ہوتے۔

”اگر آپ کو کوئی ضرورت ہو تو کہیں جائے تو مجھے رنگ کر لیجئے گا۔“

[illegible]

”کوہ کے۔ ا۔ لاعت آف کروہی۔“ وہ کہتے ہوئے لیٹ جاتے اور جب میں لاعت آف کر کے اٹھی
تو جگر پڑائی تو دیر سے غیے رہا ہوا تو دیر بعد اٹھا۔ میں جیسے ہی سر اُڑھ کر میری گردن میں آئے کہ بازو علاقہ میں
جاتا۔ مجھے انجان ہی پر حرکت خلتا تو گوار گزرتی اور میں اچھٹا ہوا چاہتا تھا کہ وہ لٹک لٹک کر کھانا انہوں نے کر
دیا۔ نہ جاتے نہ کھانا کھاتے تھے۔ شب کی اس خاموشی میں دوستوں نے جگہ سے اٹھ کر اچھٹا کر لیا۔ لیٹے تھے۔

وقت پہنچی وہ صبح سے سرک و رہا۔ داری نشانی کو ابھی نہیں بھرتی ہووا تھا کہ اُس شام جاگھیر اُٹھا۔ اُس کی آمد فوری طرح محفلِ مجلسِ بکدر سے خیال شد تو اُسے نشانی اسی محلِ آقا جانے تھا۔ بہر حال مجلسِ وقت معظمہ جاوے گئے جانے لے کر آ رہی تھی۔ اُسے دیکھ کر نظر انداز کر گئی اود چائے کا کپ ٹھیل پر رکھ کر واپس بیٹھنے کی کوششوں نہ کیا۔

”شیعہ.....“ انہی نے اُک کر دیکھا تو وہ جہا تکمیر سے کہنے لگے۔

”تم انہیں دیکھ کر حیران ہو گئے۔“

”نہیں.....“ (وہ بڑے آہستہ سے بولا۔)

”مجھے بہت پہلے ہی ان کی دوستی میں شریں نے بتایا تھا کہ یہ تم سے متعلق ہیں۔“

”شریٰ...“ انہوں نے کہا اور انہیں شریٰ کے ساتھ میں نے چونک کر دیکھا کہ وہ اس کے سامنے سر جھکا کر کھڑے تھے۔ جانے کیوں مجھے عجیب سا لگا۔ چلت کر جانے لگی کہ وہ ہلکا کر دیئے۔

”مضیع!... جیسا تیرے لئے چاہے.....“ میں دو بارہ جھکن میں آگئی اور چائے بنائے ہوئے میری ذہنی رو جانے کہاں سے کہاں بھٹک گئی۔ شرمین کا خیال آئے آپے سے بڑھ کر آئے گا کہ اگر اُس نے جیسا تیرے کو میری اور معظم جاہ کہ جسے وہ کاہنہ اور اقاوت پر محرم ہے مجھ پر آگاہ کر دیا ہے تو اس کے لئے معظم جاہ کو تو اس پر مستحق دیتی۔ میرے

اندر اُن کے خلاف کئی کمزور تھیں۔ میں دل ہی دل میں خرمین کو گالیاں دیتی ہوئی جائے کے ساتھ دیکھ کر لڑائی لڑتا ہوں۔ کئی بارے افکار کو رد کر دیا اور لاؤج کی طرف آتی تھی کہ عظیم جہاد کے حق سے اپنا نام نہ کر سکرے۔ قوم آپ ہی آپ ڈک گئے۔ دو بے صدا آزادی کی سب سے بڑی کمزور تھیں۔

”میں بیٹے سے شادی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ یقین کر اس سے شادی کر کے میں ایک بھرانے سے احساس میں
کچھ کم ہوں لیکن میں اس کا راز چھپانے کی بات کرتا تو اس شخص سے بے ہوش ٹالک ہو گیا۔ آخری
دست تک مجھ سے کچھ کہتے رہ کر میں زنا سے بچا ہوں۔ میرا خوں نے مجھ سے نہ صرف وعدہ کیا بلکہ اس قسم
میں وہی کر اس کی ہے کہ اولیٰ نسبت توڑوں گا نہیں۔ میرا خیال تھا یہ ایک ہو جائیں گے پھر میں انہیں کسی

جھپٹیں مگر سے زور نہ بھجی۔ ”انہوں نے یہ بات کہہ کر جانے چھوٹے کیا باور کرانے کی کوشش کی اور میں حیران کے ساتھ کمری نہیں رو سکی۔ اپنے کمرے تک آئے آتے میرے ساتھ مختصر باور چکا تھا۔

(معلقہ جگہ پر)۔ میں اب خود پر گزروا دے اور موسم کو اسی سے منسوب کر لی۔ خود تکلیف ہو تو کچھ مانگ لی، میرے ہونٹوں پر اسی کا نام آتا۔ کچھ تک میرے اندر یہ خواہش شدت اختیار کر گئی تھی کہ ایک بار میرا اُس سے سامنا ضرور ہوتا کہ میں سارے حساب سے پائی کروں۔ اس وقت بھی میں نے اسی خواہش کے زیر اثر اُسے دیکھا تھا اور جیسا کہ میں نے بتائی ہوں کہ مجھ سے متعلق اس میں میری سخت زیادہ ذمہ داری ہے۔ وہ روز بعد ہی اپنی اماں کو اس کی آمد کا پتہ دے گئے۔

میری سوچوں کے بالکل برعکس میری اردو ادبی زندگی کا آغاز بے حد خاموشی سے ہوا۔ میں نے جو کچھ اردو میں کہہ کر منظرِ جاہد اپنے کئے میں سرشار ہو کر پہلے مرحلے پر ہی اپنے کئے بند ہوں گی زورِ ادبی اور صداقت پر ایمان لانے کو کہیں کے بھرا جائے یہ بالکل محبت کا اظہار اور بدلے میں میں اپنی ساری تفریحات ان کے چھوٹی میں ازالہ کر رکھیں ایسی گہری چوٹ لگاؤں گی جس کی شدت سے وہ اپنے ساری زندگی شنگہر رہیں گے۔ ان کی جیسی سزا تھی کیونکہ انہوں نے میرے ساتھ قاتل کیلئے تھا۔ مجھے کہنا وہ شادی سے منع کر دیں گے۔ یہی تھی میری درخواست بھی کی تھی کہ میں جہانگیر کے سامنے ان کا ہم نوا ہوں اور وہ جانتے جانتے اسے تھکاتے تھے کہ میں ان کی سیکٹر ہوں۔ میرے نزدیک یہ اپنی اپنی چھوٹی دنیا کا ایک ٹکڑا تھا جس میں سے مجھے خود بدھ کا تھوڑا ادبی روزے میں نے سوچا تھا کہ ان کا منظرِ جاہد سے شادی کرنے میں کامیاب ہوگی مجھے تو ان کی اپنی ایک بڑی خوشی نہیں دوس ملی۔ جس وقت وہ دلچسپ عروسی میں آئے میں اپنے ارد گرد اپنے آشنائیاں نے ان کی طرف سے بھینٹے کئے ان کے چہرے پر بے لیلی کی خوشی کا ایک بظاہر اظہار کیا تو ان کی خواہش یہ تھی کہ میں نے ان کو اپنے دل سے کہنے کے لئے کہا اور خاصا اعلیٰ کا منظرِ جاہد کرتے ہوئے کھڑی میں چڑی چڑیوں سے بھری تھی۔ میرا اس کے بدلے کی شہرِ گیا اور وہ بہت دیر بعد میری قوس میں گئے۔ مجھے نہ پتہ کہ ان کی ٹھکانہ کون سے تھیں۔ ان کی فرادہ اور شکر کرنے کے لئے کا ذکر نہیں ہوا۔

”میرا خیال ہے کہ میں گزشتہ ساری باتیں بھلا دینی چاہتی ہوں۔ یاد ہے میں نے تمہیں کہا ہے جذبات پر تارا کا اختیار نہیں۔“

میں اس کی بات سمجھنے کی کوشش کرتی رہی اور وہ اپنا حق استعمال کر کے بڑی کمزور پڑی ہے۔ میرے سارے سنی پیڑھوں کے سامنے بند باندھ کر۔ کسی طرح کسی کو پہلے ہی مقام میں بھیجے۔ غلوں کر گیا تھا۔ اس کے بعد جیسی کہ انہیں بیان کیا۔ گو ماہر سے بند باندھ کر وہ وطن ہو گیا تھا لیکن شاید وہ نہیں جانتا تھا کہ لوگوں کے سامنے بند باندھ کر بننے سے اپنی کاروائی نہیں جاتا بلکہ وہ سر پر آدھار ہو جاتی ہیں۔ میرے اندر کسی طرح کے ناخوشی کا احساس تھا۔ وہ اپنی سرکشی میں تھک رہی تھی۔ وہ اپنی فوجی سرپرستی کو خیر کے بجائے غلوں کے

نہی طرح مثالوں کا لکھنا وہ مجھے بعد سے اور حتم کی زندگی میں کھڑے کچلے گئے۔ "قدرت سے توقف کے بعد کہتے تھے۔
 "میں اس وقت بہت ڈسٹرب تھا۔ بالکل کچھ میں نہیں آ رہا تھا کر کیا کروں؟..... جب میں نے شیخ کو فون
 کیا تو اس نے اپنی جیوری بنا کر کچھ سکول کو دیا ہے اندر حوصلہ پیدا کرے لیکن اس نے میری بات ہی نہیں سنی۔
 جب میری کچھ میں بھی آ کر نہ تھی آپ نے چاہا یہاں سے نہیں ڈور چلا جاؤں۔ تین سال کم نہیں ہوئے خصوصاً اسکی
 صورت میں کہ میرا کوئی آتا نہ کوئی نکال ہی نہیں تھا اور میرا خیال تھا میری طرف سے وہاں ہو کر اس کے گھر
 والے اس کی نہیں اور شادی کر دیں گے۔ جب میری بات بھی رو جائے گی اور اس کی بھی لیکن....."

وہ خاموش ہو گئے اور میں، میرے اندر ضرور چائی تھی میری کئی آفری حدوں کو چھو کر ہڈی نہیں۔

(معظم جاو.....) اے میرے اندر چاہک کئی آفری کی سٹ آفری تھی اور کڑھائی کی برہوں سے میں خود پر
 گزرنے والے ہر موسم کو کاٹتی ہے مشروب کر دیتی تھی، خواہ تکلیف ہو، ڈکھا جائے، میرے ہونٹوں پر اپنی کا
 نام آتا تھا۔ اب بھی لکان میں لکان کا تھا لیکن کچھ پر گزرنے والے کچھ سے موسم کی ذمیت بکھر چکی تھی۔
 جانتے نہیں یہاں پر کئی جگہ لوگوں اور مکہ دونوں کو اپنے ساتھ ڈالے جا رہی تھی۔ اپنی باتیں میں دیکھیں
 دھونے کے لئے انکھوں میں برسات بہت تھی۔

"میں تم سے بہت خوش رہا ہوں جہاں گھر....." کئی دیر بعد معظم جاو کی آواز سنائی دی۔ جواب میں
 جہاں گھر سے حرکت کا مظاہرہ کیا۔

"مجھے کیوں.....؟" پھر خود ہی کچھ کر گئے۔

"تم آؤں بار.....! مجھے پہلے سڑے پر ہی معلوم ہو گیا تھا کہ وہ تم سے مشروب سے تم کا حق پریشان ہو چکا
 مجھے لگتا ہے تم نے اس لڑکی کو بھی پریشان کر رکھا ہے کیونکہ جسیں انداز میں ہے کہ وہ تم سے کئی بہت کرتی ہے۔"
 "مجھے ہے.....؟" معظم جاو حیران ہوئے۔

"ہاں.....! تم سے میرے والدین دوست.....! تم دیکھتی نہیں جان لے کہ یہ صورت نہیں تو اور کیا ہے
 جو وہ تمہاری طرف سے ہوا میں ہوئے کے بجائے تمہارا انتظار کرتی رہی وہ اس کے لیے آتی تھی.....؟" وہ
 معظم جاو کو یقین دلایا تھا اور میری یہ تم انکھوں میں وہ مظہر چھلانے کا جب ذہن کے اس پار میری چادر ہوا
 میں اور اسی تھی جب اس نے اپنی چادر چھوٹی تھی اور اب وہ میری چادر بوند کی میرے لئے مشبوہ کار تھا۔
 میں نے گہری سانس لی اور ہوا اس کے اندر کہ ہاتھوں میں چڑا ہوا ہے قرب ہے تو آتش کی شکل پر دکھائی۔
 پھر یہ دیکھ کر فوراً سے ڈراما صحنہ کہ دیکھا سامنے معظم جاو انکھوں میں دبا لینے کا شمار جس نے انکھوں سے
 حد جاذب نظر بنا دیا تھا۔ میں بس انکھوں کو دیکھ کر اور اس کی ٹپ سے میری دینا جان بولی ڈالی۔ کچھ میں
 نہیں آ رہا ہے پہلے کے تانوں کو وہ جو برسوں کے گھوٹا ہوا خدا سے مانگا رہا ہے وہ ابھی ابھی میرے دل
 میں گھر کر گیا ہے اور اس کی گہری یا سہانی پر کھڑے تھیں کہ مجھ سے لے کے بار بار دینی دیاؤں میں بارہوں کی۔



نئے موسموں کی نوید

آج ایک عید ہو گیا تھا لیکن پورے عید دن سے میں دن سے وہ اپنے راستے میں کھڑا کچھ رہی تھی۔ میں وقت
 دوکان چاہنے کے لئے کمرے اسٹاپ تک جا لی اور وقت تو اسے نکلتی تھی اس پاس میں بھی نظر نہیں آتا تھا۔
 لیکن جیسے ہی وہ ایک مخصوص جگہ پر کھڑے ہو کر بس کو دیکھنے کے لئے گراں سوئی تو کھلی نظر اس پر پڑی تھی۔
 ابتدائی دنوں میں تو اس نے کوئی خیال نہیں کیا، ظاہر ہے اس اسٹاپ تھا وہاں کوئی بھی کھڑا ہو سکتا تھا۔

لیکن بعد میں دن کے بعد ہی اس کی بعض چیزیں سے لازم تھا ضرور کہ یا تھا کہ جو کوئی بھی ہے اور کچھ
 بھی جا رہا ہے یہ کشش ضرور کرتا ہے کہ اس سے سامنا ہو۔ پھر وہ لاکھ پہلو چاہتی یا مانگے پر لکھ کر یہ سمجھتی وہ ایک
 خاص انداز سے اس کی طرف دیکھے چلا جاتا۔ وہ پھر دیکھتیں کھاتی ہی گھر میں ہر نظر آتا تھا میری کون سا ماس
 کا دیکھا تھا جسیں لگتا تھا خوش اور اپنی پوزیشن خراب ہوتی تھیں ہوتی تھی۔

دوراب تو کیا ہوا نے کچھ تھا کہ جس میں میں سے دو بار ہوتی وہ بھی کسی اس میں حواہ ہوتا۔ پھر اس کے بعد وہ
 نہیں جانتی تھی کہ وہ پہلے آفری ہے یا وہ اپنے مظہر اسٹاپ پر آفری ہے اس میں سر جھکا کر جو کچھ تو کالچ کریت سے
 اندر داخل ہونے کے بعد اس سر آفری تھی۔ بچے بھی وہ خاص ڈورنگ اور بادل واقع ہوتی تھی۔ وہ سوچتی بھی
 نہیں کتنی تھی کہ کبھی اسے کچھ بھی نہ تھی۔

اور ایک ہفتے سے تو کیا ہوا پر ہوا کہ وہ اسے دیکھتے ہی اس کی طرف لپکتا اور پھر جہاں وہ کھڑی ہوتی اس
 سے وہ دھم کے طالعے پر کھڑا ہو جاتا تھا اور پھر جس طرح اس کے ساتھ ہی کس میں حواہ ہوتا۔ اس طرح دیکھتے
 دالے میں لکھتے ہوں گے کہ وہ دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔ گو کہ کون ان کی طرف دیکھنے کی فرمت تھیں ہوتی تھی
 بہر حال اسے اپنی اس محسوس ہوتا تھا کہ جب اسے کچھ ہے جہاں اس میں وہ اسے جال لے اسے خاصہ بیگانہ کر دیا
 قبلہ وہ تو دور کر کر گیا اس سے کچھ نہیں کہ کتنی تھی اور یہ بھی تو دانتی اس حرکت سے باز آ جائے۔

(آؤ خوش ہے کہوں.....؟) اس نے بعد پریشان ہو کر سوچا اور آخر میں فیصلہ کیا کہ اسے اپنا ماس سے
 ہوا نہ چاہتا ہے کچھ کا کچھ جاتے ہوئے ہے کہ وہ پریشانی کا سامنا ہے۔ ایک ایسا ہی تھے تو اسے اور کون تھا ماس
 کا۔ اس کی پریشانی میں ہی اس کا اشتغال ہو گیا تھا اور کئی بین بھائی بھی نہیں تھا۔ اس کے ذہن میں انکھیں
 مجھ سے ہی اپنا ماس لے اسے اپنی آفری میں سوتا تھا وہ اب جیسے ہی میں تھی ہوتی تھی۔ گو کہ ادنی بھی نہیں
 انکھوں میں پہلے جب وہ جھڑک میں تھی کہ کچھ جا رہی تھی۔ پھر بھی جتنی مانوس وہ اپنا ماس سے تھی وہی کسی

سے نہیں ہوئی۔ عادی سے بھی نہیں اور اب تو جیسے ہی میں اس لئے اسے یہ بات بھی ایمان میں سے کہتی تھی۔
ایساں اس کی نظروں میں ڈالنا سب سے زیادہ ستر نہیں تھے اور اب تک اس کی ساری سوسن وہ بھی
کے گرد گھومتی تھیں۔ وہ بھی اپنے نرم گوشتی، ہرگز کا دور اور اسی پر غار دے والے نہایت ہی دور کا تھا۔
اول دن جس جگہ میں اس کا ٹھکانہ کسی پر بیٹھے تو اب تک اس کی ہر جگہ لاکھوں روپیہ ان کے ہاتھوں سے
تھا۔ قاتر عیال ہے جو اپنی ہی بندگی خواہ میں کوئی کی محسوس ہوئی ہو۔ جو ملائی پر قیامت کیا۔ ڈانگ نے اپنی خوش
سے خواہ ہو عادی تو ٹھیک، دور سے بھی مطالبہ بھی نہیں کیا تھا۔ ایک ڈانگ ان کی شرافت اور ایمان داری کی قسمیں کھا
سکتا تھا اور وہ تو آگہ بند کر کے یقین کرتی تھی۔

(ایساں جیسا کوئی ہوتی نہیں سکتا)۔ اس کا ایمان تھا اور ایساں نے اس کی قربت ایک خاصہ عادی سے
کی تھی۔ اچھے بیٹھے اور بولے جانے میں ایک غبر اٹھا۔ اور نہ ہی کسی کو جب ہونے چاہیے کہ تو تھا تو کواہی
پوری تو جہ میں بدل کر اپنی بددیہی کو اور کچھ کم کی چادر باندھی ہے گل کے اور صرف اسکل اور چکر کی تک ہی کہہ دو
تھی اس نے زمانے کے چلن کو بالکل بھی نہیں سمجھی تھی۔ کیا طرح کے اپنے خول میں زندگیاں بدل کر لائی تھیں۔
اب جرات سے سورت حال رو پیش آئی تو وہ بہت پریشان ہو گئی۔

پہلا خیال یہی آیا کہ میں ایمان کی عزت پر کوئی حرف نہ دے اور اس سے پہلے کسی اور ذرے سے آیا
میں تک یہ بات پہنچے۔ خود ہی ان سے بات کر گئی جانتے، یہی سوچ کر وہ اس کے پاس چھٹی کی جان جب
ان کے چہرے پر نظر پڑی تو بھول کر اسے کیا کہنا ہے۔ یہ نہیں تھا کہ اسے اپنی بات کہنے کے لئے کوئی ذخیرہ
پیش نہ آئی۔ ایسا نہیں تھا کیونکہ وہ شرم سے اپنی ہر بات ایمان سے کہنے کی عادی تھی۔

اس وقت کوئی چیز نکاٹ نہی تو وہ ایمان کی اپنی پریشانی تھی۔ اس نے دیکھا ان کے چہرے پر نظرات
کی تکیوں کا جال بنا تھا۔ انھیں گہری سوچ میں اور ہاتھوں کی اٹھایا ایک دوسرے میں ابھی ہونے کے
باد جو ہلے ہوئے زور پر تھی۔

"ایساں۔۔۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ جواب میں ان کی پڑ سوچ نظر میں اس پر غمیریں۔ اعجاز ایسا
تھا جسے دیکھ کر حد ہے جس کی تین ذہن اب بھی نہیں اٹھا سکتا ہے۔

"ایساں۔۔۔" اس نے دوبارہ کہا۔

"کوئی جانا! کیا بات ہے۔۔۔" ایساں پوری طرح اس کا طرف حجب ہوئے۔

"آپ مجھ پریشان ہیں۔۔۔" وہ ان کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے ہوئے پر بیٹھی۔ ایمان
نے طویل سانس لیا پھر گہری سانس لے لے لے۔ وہ سمجھتی کہ اس سے کچھ بچا ہے۔ ہیں۔ ایک ہی تو تھے نہیں
وہ سمجھتی تھیں۔ ان کا ہر انداز خوش فہم و کھ۔ پریشانی سب وہ ایک ہی میں محسوس کر گئے۔ وہ خوش ہوتے تو وہ ان سے
زادہ شرم۔ وہ اندر وہ دکھائی دیتے تو وہ ان سے زیادہ آزاد وہ دکھائی دیتی۔ وہ پریشان تو اس پر بندہ حرام
ہو جاتیں۔

اب بھی وہ اپنی پریشانی بھول گئی۔ مگر کیا ایمان نے اسے مطمئن کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ پریشان نہیں
ہیں اور ان کے سامنے اس نے اپنے آپ کو مطمئن ظاہر بھی کر دیا تھا۔ ان کی اندر وہ اندر وہ حد پریشان تھی۔

اسے یقین تھا کہ کوئی نادر سے جوا ایمان کے لئے پریشانی کا سبب بنی ہوئی ہے اور وہ اسے جان نہیں دے۔
نصف شب ایک اس کی آنکھ کھلی تھی۔ اس نے دیکھا ایمان جاہ نماز پر بیٹھے ہیں۔ غصیلیاں آسمان کی
طرف بلند کئے بہت بلکی آواز میں ساجات پر جادہ ہے۔

"میں انہوں کا بوجھ مجھ سے ہے بار امل
تجھی کو ہے بچا کے کی شرم

یہی اچھا ہے میری دم دم
میری بار کیوں دم اتنی کرتی؟

ان کی آواز کا ہر کلمہ اپنی تار تھا کہ انھیں انھیں کا بوجھ سہانے سے صبر ہو گئی ہیں۔ ایمان روٹیں اور
وہ جھپٹے سے اپنے ہاتھوں میں بیٹھ تھا۔ یہ قرار ہے اچھی اور بے پاؤں چلتی ہوئی ان کے قریب آئی۔ وہ
انھیں بند کے اب ایک ہی صبر کو بار بار یاد دہا رہا ہے۔

"نہ ڈیلا میں ہو میری پردہ دردی"

بہر انھوں نے اس کو اٹھ لے کر چلے اور اسی کو گھر لے گئے۔ حرکت کرتے ہوئے ان میں الفاظ نہ
تھے اور وہ اسی طرح صبر سے میں گئے۔ کئی رنگ وہ ان کے لئے وجود کو کھینچ رہی۔ مجرم اور طوطا کا بار اندہ
تو ان کے کمر کو کھانسیا۔

"ایساں۔۔۔" اس نے کہا اور پھر جھجھکاؤ ڈالا۔ انہوں نے صبر سے سر اٹھایا۔ پہلے جھپٹے چہرے کو
بھینچوں سے صاف کیا پھر زنی سے کہنے لگے۔

"تم کیوں فتنہ مچا۔۔۔؟"

"آپ کیوں دوسرے ہیں ایمان۔۔۔؟ مجھے ہاں میں۔۔۔"

"میں بھی کیا؟" اس نے سب کے حضور جھکاؤ لہرایا۔

"نہیں۔۔۔ آپ پریشان ہیں۔ مجھے ہاں میں نہیں۔۔۔"

"ارے۔۔۔" انہوں نے اپنے بازو سے ہاتھوں میں اس کا چہرہ چھوا لیا۔

"جس کی تمہارے میں جی ہوا ہے کیا پریشانی ہو سکتی ہے۔۔۔"

"آپ مجھے بہلا رہے ہیں۔۔۔" اس کی بات پر وہ جھپٹے سے سر اٹھے۔

"گویا اب تم اپنی ہی ہوتی ہو کہ میں نہیں بہلاؤں انھیں جاسکتا۔۔۔"

"اور آپ مجھے بہلائے کیوں چاہتے ہیں۔۔۔؟ اصل بات کیوں نہیں ہاتے۔۔۔"

"اصل بات۔۔۔؟" مگر پھر کیا ایمان سوچ میں پڑ گئے۔ پھر جاہ نماز پہننے کے ہالے آٹھ کمرے ہوئے

جنگہ و نہ صرف وہیں چھٹی رہی بلکہ انھیں اپنی حوالہ نظروں کی گرفت میں بھی لیے رکھا۔

"جنا۔۔۔! کوئی بات نہیں ہے۔۔۔ باسو بایا۔۔۔" اس نے کچھ کہنے کے لئے نہ کھولا ہی تھا کہ ایمان

نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر پھر اٹھنے کے لئے کہا۔

"سب ٹھیک ہے۔۔۔ چلو اس لیے جیتے جیتے۔۔۔" وہ آٹھ کمرے ہوئی تو ایمان اس سے سنے کو کہہ کر خود اپنی

جک لپٹے۔

پھر اگلے تین چار دن تک اس نے ہر بات معمول کے خلاف ہوتے دیکھی۔ اماں اماں جو کچھ سات بجے ہی اُٹھنے کے لئے کمرے سے نکل جاتے تھے جب وہ کالج کے لئے نکلتی تو اس وقت تک کمری میں ہوتے تھے اور ان کی داد بھی بہت جلدی ہوتی۔ ان تین دنوں میں اس نے کسوں کا بھی چہرہ نہ کرنا تھا بلکہ ان کی پریشانی میں اضافہ نہ کرنا چاہا ہوا ہے۔ اسے بڑے وقت وہ بھی جتنے اپنے نظر آئے تھے۔

”ہر سب آؤ ہمیں اٹھنے کی طرف سے ہوتی ہیں۔ سب کچھ تو کچھ نہ بھری ہے نہ کئی بات ہو جائے گی۔“ وہ اماں کے لئے چائے لے کر آتی تھی جب ان کی بی بی ان کی باتوں سے متاثر ہو کر کہتی تھی۔

”اماں! کیا.....؟“ اس نے سامنے آ کر چائے کا پالہ ان کے ہاتھوں میں دیا۔ ”آپ کچھ کمرہ سے لے۔“

”نہیں.....!“ اس کے ساتھ انہوں نے چائے کا پالہ ہونٹوں سے لگا لیا۔ وہ کمرہ تک کمری انہیں دیکھتی رہی پھر اسے غامض سے وہاں سے چلت آئی کالج کو پور ہو رہی تھی۔ اس نے جلدی جلدی خود چپٹے پھر ایک آٹھ کڑا اماں کو خدا حافظ کہتی ہوئی باہر نکل آئی۔

(چائیں اماں! کیا کمرہ ہے۔ تھے.....؟ آؤ ہمیں.....؟ آؤ کچھ دوسوں سے چپٹے ہوئے اس کا ذہن ابھی بالوں میں اٹکتا تھا اور جب اسٹاپ پر وہ اپنی غصہ جک پر کمری ہوئی تھی وہ مسلسل کچھ سوچے چارہ بھی۔) ”نہیں تو میں سامنے آ کر کڑی اور اسے پتہ نہیں چلا۔“

”نہیں.....!“ آپ کی نہیں.....؟“ اسے اپنے قریب آؤ اذ غالی دہی تو چمک کر سر اٹھا۔ وہ دلی تھوڑے گز نشہ ذرا دھبے سے صرف دیکھنے پر اٹھا کر خدا اور آج جب کہنے کی جرات نہ کر سکتا تھا۔

وہ بڑی تھی۔ اس کی بہت عام بات ہے کہ کسی ڈرنگی کو پلٹ کر نظر پڑ جائیگی تو کسی میں سار ہو جائیگی۔ پھر نہ صرف بلکہ ہمارے بلکہ کالج میں بھی سارا وقت وہاں کے خیال سے پریشان رہی اور اب بھی سوچتی رہی تھی۔ (پہلے صرف ڈور سے دیکھتا تھا پھر اس آؤ کچھ دوسوں نے کچھ اور بات کہی تھی۔) ”چائیں کچھ کیا ہو.....؟“ اس سے پہلے کہ جڑے جڑے کمرے کے کچے اماں کو تانا بنا جائے۔ وہ اپنے بھی آن کھل اماں دوسرے اُٹھ جاتے ہیں۔ میں کہوں گی میرے ساتھ ہی کھڑا کر رہی۔) آؤ میں وہیں سوچ کر مطمئن ہوئی تھی۔

وہ پھر کمرہ جب وہ کالج سے لوٹتی تو کچھ میں داخل ہوتے ہی اسے کچھ غیر معمولی بات کا احساس ہوا۔ انہیں پارک کے جب وہ کمرے میں آئی تو کچھ دیر تک جہاں پریشان کمری چاروں طرف نگریں دوڑاتی رہی۔ ساری چیزیں بکری ہوئی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی نے بہت غلط میں کوئی چیز تلاش کرنے کی کوشش کی ہو۔ پہلے اسے اماں کا خیال آیا۔

(لیکن وہ تو یہ نہیں کہہ سکتے) اس نے سوچا اور پھر پھر ایک ایک سے خیال سے اسے خوفزدہ کر دیا۔ ”تو کیا کوئی چور.....؟“ وہ جھلکے سے بڑبڑائی۔ کدو سے سے ایک آٹھ کڑا کہ جس کمرے سے چمک پر پھٹکا ہو میرے ہی دایں بلی دروازے پر دو کدو ہونے لگی۔

”خدا ہوا کیا.....؟“ خوفزدہ تو تھی ہی اس نے دروازے کی طرف دوڑ گئی اور اندر اندر تعجب سے کئے

دروازہ کھول دیا۔ ایک اور شاگ..... سامنے وہ کمرہ تھا جس کی وجہ سے وہ گزشتہ آٹھ ماہ سے پریشان تھی اور اندر اندر ہی اندر خوفزدہ تھی۔ اب جو اسے دروازے سے دیکھا تو وہی اسی ہت بھی جواب دے گئی۔ ”تم.....؟“ کہنے کی کوشش میں ہوتے نہ ہوا اور کمرے کے اندر اور خوف ہونے سے پھرے اور خاص کر انہوں میں صحت آیا تھا اور اس کی کیفیت قدر سے مختلف تھی۔ جیسے اسے یقین تھا کہ اسے اسی دروازے پر آنا تھا لیکن اس دروازے پر اس کی موجودگی کا مصدقہ حیرت بھی تھی..... تو لیکن ابھی اور انہیں نہیں تھی۔

”آپ.....؟“ خیر تھی۔ کچھ میں وہ پہلے اسی قدر کہہ سکتا۔ وہ دروازہ بند کرنا چاہتی تھی کہ اس نے درمیان میں ہاتھ رکھ دیا۔

”آپ تو یہ ہیں.....؟“ وہ یقین چاہتا تھا۔

(میرے خدا.....؟ یہ تو نامی جاتا ہے) وہ دھچکا جاتا تھا جی لیکن اس نے بے محاشا ہر کے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے بالکل بیزار اور بی درواہات شہر چاکی۔ اس کا چہرہ اور کمرہ ایک دیکھ کر دوسرے ہی لپٹی وہ دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوا اور اس کی کلائی تھام لی۔

”میرے ساتھ چلو.....!“ اس کا پیار اور اندر اندر کمرہ دیا۔

اس نے بالکل خاموشی میں ساری باتیں سمجھ کیں اور جیسے حد کے لئے چپٹا پایا لیکن ایک مفید وہ مال پہلے اس کی باگ اور پھر پورے چہرے کو حجاب کیا۔

اسے ہوش آیا تو وہ ایک بالکل ایسی جگہ پر تھی۔ کچھ دیر تک تو وہ کسی بھی نظروں سے کبھی نہ دیکھی اور کسی دیکھنے کو نہ دیکھی رہی۔ پھر نظر میں پڑ گئی ہوئی کمرے کا جائزہ لیتیں۔ کمرہ نہ تھا اور نہ بہت زیادہ چھوٹا۔ درمیان میں ایک سبزی جس میں کچھ تھی۔ بائیں طرف دروازے کے ساتھ ایک الماری رکھی تھی۔ اس کے ساتھ پر سے لنگر ہے۔ تھے جن کے پیچھے شیشہ کمری رکھی ہوگی۔ پھر سامنے جگہ کلائی تھی۔ دائیں کوئی شیشہ جگہ کلائی تھی۔

نظا آپ کمرے اور اس پر پیشی پڑی ہوئی تھی۔ اس کی توجہ اپنی جانب کھینچی۔ وہ گھر سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی اور اب جرات سے اپنی طرف دیکھنے لپٹا تو چپ چاپ آٹھ کر کمرے سے نکل گئی اور وہ ابھی کچھ سوچ رہی تھی کہ وہ دروازے سے داخل ہوا تھا۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا اور وہ فوراً آؤ کر بیٹھ گئی۔

”آپ کی طبیعت کیسی ہے.....؟“ اس نے نرم لہجے میں پوچھا لیکن وہ غامض رہی۔ آٹھوں میں البتہ بے شمار سوال پچھلے گئے تھے جنہیں کہنے کے باوجود وہ نظر انداز کر گیا اور کمری کھینچ کر اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے جب سے سر سے کھال کر لگنے لگا۔ کہتے ہوئے یوں ہی غامض کی ذرہ بھر لے۔ پھر اس نے ہت بائیں کیسے کھیں۔

”کچھ ڈال رہی ہے ہوا تھا کہ کچھ آؤی نہیں ہو۔“

”اب کمرہ میری اس حرکت سے تو آپ کو یقین ہو گیا ہوگا۔“ وہ اس کے مزے کچھ کہتے سے پہلے بول پڑا۔

”کیا.....؟“ اس کے ساتھ ہی وہ ہنسنے پر سر ہکا کر رہ پڑی۔ وہ چپ چاپ نہ تھا۔ کھینچا۔

خدا تھا وہ خود ہی چپ بھی ہو جائے گی لیکن کچھ نہ کر رہی۔ چپ ہوا تو ذرہ کی بات اس کی سبکوں میں اضافہ

فی ہوتا جا رہا تھا۔ بالآخر اسے مدد مل گئی۔

"پلیز!۔۔۔ بد کر دیں روٹا۔" پلے نری سے کہا وہ نہیں مانی تو مٹی آواز میں چیخا۔ بڑا دل تو مٹی ہی اس کے چپکے پر تو رہا چاہے ہوگی اور سر آغا کر اس کی طرف دیکھا تو کوہِ بکر و دروہی ڈگڈگایا آنسوؤں سے لبریز آنکھیں سے ٹھٹھاٹھا سرخ ہو رہی تھیں۔

"بکھیں؟ میں آپ کو یہاں کسی مظلہ مقصد سے نہیں لایا۔"

"تمہارا مقصد وہ کچھ بھی ہو لیکن خدا کے لئے مجھے فوراً مگر واپس چھوڑ دو!۔۔۔ اسی زیادہ دور نہیں ہوئی۔ کہاں کے آنے سے پہلے اگر میں مگر بھی جاؤں گا۔"

"نہیں نہیں ہے۔" وہ اس کی بات کا رد کر دیا۔

"کیوں نہیں نہیں ہے؟ اگر تمہارا مقصد میرے لیے اسماں سے رقم وصول کرنا ہے تو تمہیں سخت بھڑی ہوگی کیونکہ میں قیصرِ بادشاہ کے پاس دفعتاً ہی زیرِ دم ہوتی ہے اور وہی اس ام کا بندہ دست کر سکتے ہیں۔"

"میرا ایسا کوئی مقصد نہیں ہے۔" وہ دوسرا مکتبہ جاتا ہوا ہے آرام سے بولا۔

"مگر۔۔۔ ہر کیا کیا چاہے ہو تم۔"

"بات صرف اتنی ہی ہے کہ یہ مظلماں!۔۔۔ کہا آپ مجھے ابھی بھی ہیں اور جو مجھے اچھا لگے میں اسے اپنا لے گا۔"

"اجبائی تمہارا حرکت ہے یہ۔" وہ اس کی بات کا رد کر گئی۔

"کیا تمہیں اور وہ نہیں ہے کہ تمہاری اس حرکت سے میں اور اناسماں نہ نہ ہو کر رہ جائیں گے۔"

"نہیں بھگوان کی بات ہے مگر میں تمہیں واپس چھوڑ آؤں گا۔"

"بھگوان۔۔۔" وہ کتنی ہی تک غریبی سے اس کی طرف دیکھتی رہی مگر کہنے لگی۔

"بھگوان میں قیامت نہ آجائے گی؟ اناسماں میری زندگی اور گردش کی کوئی بات نہیں ہے؟ اور میں واپس کیا کہنے لے کر ان کے سامنے جاؤں گی؟ نہیں۔ تم خدا کے لئے مجھے جانے دو۔" اس کے ساتھ ہی وہ چادر پھینک کر مسمیٰ سے آنرا آئی۔

"تمہارے۔۔۔" وہ آٹھ کر اس کے سامنے آ گیا تو وہ اچھوٹا جڑ کر رہ گئی۔

"مجھے جانے دو تمہیں اتنا درد نہیں ہے کہ جس میں جاؤں تو کہاں اناسماں ایک ایک ذرہ نہیں رہ سکیں گے۔"

"بھگوان!۔۔۔ اس کا بوجھ بھر دل کیا اور اسے دھکا دے کر دوبارہ مسمیٰ پر کراہے ہوئے کہنے لگا۔

"تم یہاں سے نہیں جا سکتیں۔ اپنے آپ کو میری قید میں بچھو۔ یاد رکھو کہ یہاں سے نکلنے کی کوشش کی تو۔۔۔ ستر ہفت پھینک کر جوتے سے مسلما ہو کر رہے سے لگی کیا۔ اس سے باہر سے دور از ماک ہونے کی آواز آتی مگر وہیں یاد ہو کر کوہِ بکر و دروہی۔

"کتنی دیر کو زنگی۔۔۔ آنسو ٹپک رہے تھے۔۔۔ سسکیاں دہم دہم نکلیں مگر وہیوں ہی آواز نہ تھی۔۔۔ پہلے تو کچھ کچھ نہیں آیا۔۔۔ پھر آہستہ آہستہ ان کے کچھ جوتے سے چٹل جاتا رہا۔ مٹی وہی دیکھتے سے قہر مری کر رہا سے یہاں کہیں لایا ہے۔۔۔ اس کی بیات کر رہا ہے ابھی گئی ہے اسی لئے جوتے اس بات پر دل نہیں کرنے کو یاد ہو

نہیں تھا۔

"کیا اناسماں سے کوئی دشمنی؟" اس نے سوچا مگر پھر مائی اپنی سوچ کی تکی کر دی۔

"نہیں۔۔۔! اناسماں تو بہت اچھے ہیں۔ ان سے کسی کو آج تک کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ کہاں دشمنی؟۔۔۔ مگر پھر جتنا سچی دہن اس قدر اچھا جا رہا تھا۔۔۔ تو کبھی کبھی اس کے بھر گئے کی آواز آتی تو اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ مگر کبھی نہ اس کی شہناز باہو تھا۔

"رات ہو گئی۔" وہ بے لانی اور ادھر ادھر کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہنے کے بجائے کھڑکی سے پردہ ہٹا کر دیکھنے لگی۔

دور تک بھی کسی روشنی کا نشانہ بھی نہیں تھا۔

"(پتا نہیں میں کہاں ہوں۔؟)۔۔۔ وہ سوچتی ہوئی دوبارہ مسمیٰ تک آئی اور بیٹھنے ہی اناسماں کا خیال آیا۔ (مجھے ڈاک پتا نہیں اناسماں پر کیا کوئی زنگی ہوئی۔؟)۔۔۔ اس خیال کے ساتھ ہی آنکھوں میں ہلکا سا پانی آنا آج جو پلکوں کا بند توڑا تھا اس کے رخساروں اور کونڈوں پر گھسے آنکھوں کوڑھ کر رہا تھا۔

دور دور سے پراٹھ ہوئی۔۔۔ چلتی اس سے کسی نہیں یاد جان بوجھ کر گھر لگاؤ کی۔۔۔ وہ اندھا یا بالکل جلائی

جب بھی وہ اسی طرح بھیجی رہی۔

"آپ ابھی تک دور رہی ہیں۔" وہ پھر کات کر اس کے سامنے آیا اور بے آواز آنسوؤں سے روئے ہوئے دیکھ کر فورے بھٹکے ہوئے نرم لہجے میں پوچھنے لگا۔

"تم۔۔۔" وہ ایک اس دم پر صیحت پڑی۔ سدا کی بڑا دل اس وقت جانے کیسے اپنی ہمت کر گئی تھی کہ کہنے کے پاس سے اس کی قمیص کو دلوں قمیص میں پکڑ کر زور زور سے بھٹکے دینے کے ساتھ کابو سے مٹی کو زنگی اور وہ اس غیر متوجہ حملے کے لئے نہیں تھا اور شاید اس کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ اپنے ایک اس پر صیحت پڑے گی۔ پہلے تو کھڑا اور پھر اسے دیکھ کر وہی کوشش کی اور بالآخر وہ اس کی کلا جیوں پر گرفت مضبوط کر گیا۔

"چھوڑ دو مجھے!۔۔۔" وہ جیٹتی اور وہ ایک بھٹکے سے چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔ کچھ دیر تک اس کی طرف دیکھتا رہا۔ کھڑکی کی طرف پلٹ کر چاہے وہ۔۔۔

"یہ تو ملے ہے تو یہ مظلماں!۔۔۔ کہا آپ کو ایک ملے شدہ و گرام کے قوت غیر صیحتہ دت تک کے لئے یہی رہا ہے۔ یہاں سے نکلنے کو کوئی راستہ نہیں اس لئے آپ کی ایک کوشش مضبوط ہوگی۔"

پھر کھڑکی میں لگی کرلے کے کندھا کا کر اس کی طرف پلٹے ہوئے کہنے لگا۔

"آپ اگر خدا ان کو بھی تو یہ وقت بھولتے سے کٹ سکتا ہے۔"

"کیسا خدا ان۔۔۔"

"کوئی یہ اہم کھڑکی کرنے کے بجائے اس کو کھانا کھ کر اطمینان سے رہیں۔"

"اطمینان سے۔۔۔؟" اس نے زبردستی مجھے پس کہتے ہوئے اس کی طرف سے رخ موڑ لیا۔

"میرا اطمینان کریں میں اس کا ذرا بہت جلد آپ کو واپس کھ چھوڑ آؤں گا۔"

"کون سے گھر۔؟" کیا اس گھر میں اب میرے لئے کوئی جگہ رہی ہوگی۔۔۔ میرے خدا!۔۔۔ میں تو

ایسا تھا کہ ایمان کا خیال آیا۔

(ہاتھیں انہوں نے پکے رکھا بھی ہو گا کہ نہیں)۔ سناؤں کی طرف بلا حواس ہوا اس کا ہاتھ دیکھ کر کیا اور وہ چائے کے ساتھ ساتھ اپنے آنسوؤں کی گھٹی سے چٹپٹا تا رہی۔

"خالی پیٹ چائے مت پیو۔" کچھ کھا بھی لو۔" لیلی نے نوا کا۔

"نہیں میں چاہا۔" اس نے ہاتھ میں پکڑا کنگ بھی داہن سرے میں رکھ دیا۔

"جی...! میں تمہاری کیفیت سمجھتی ہوں۔" لیلی آنکھوں سے کہیں نہ کہیں۔

"میرے بھی کھوں گی۔" ذرا حوصلے سے کام لو۔ میں تمہیں جانی داتی ہوں یہاں کیوں لایا ہے؟ لیکن انتہائیں رکھو کہ بری بات نہ کہیں لایا ہو گا۔"

"بری بات سے نہ بھگتی اور میرے بری بری زندگی سے تو بھگتی ہی گیا ہے۔ کیا آپ نہیں جانتیں کہ کوئی لڑکی ایک بار اس کی عمر سے باہر رو لے خواہ کتنی بھی تو ڈرانا ہے کہ انہوں سے دیکھی ہے؟"

"تم ٹھیک کہتی ہو لیکن میں کیا کروں۔" اس نے کچھ تو بھگتی ہوں تو جواب ہی نہیں دینا۔ کہتا ہے کہ

ایک جیسی بات مت پیو۔ اور تم ہی بتاؤ میں کیا کروں؟"

"میں آپ کا دل نہیں دوں گی۔" اگر آپ مجھے یہاں سے لے کر راستہ بتا دیں۔ وہ ان کے ہاتھ خام

کر دیتے ہے۔

"بہتر تو ایک ہی ہے۔" انہوں نے شرتی دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"نکلنا اسے وہاں سے بند کر گیا ہے۔"

"کیا آپ بھی نہیں جانتیں کہ وہ کیا چاہتا ہے؟"

"میں نے کہا کہ... میں کچھ نہیں جانتی۔" قدر سے وقف کے بعد کہنے لگیں۔

"کہو نہ پہلے وہاں سے پاس آیا اور کہنے لگا کہ وہ ایک سمیت زدہ لڑکی کو کہو نہ کہے کے میرے

پاس پیچھے جاتا ہے اور یہ کہ کھانا، مٹکڑوں کی بنا پر اس کے بہت سے دشمن ہیں جس کی جان لینا چاہتے

ہیں۔ اس نے سخت جاہلیت کی ضرورت ہے۔ مجرورہ تمہیں نہ لایا۔ وہ کتنی دیر تک بھٹی بھٹی آنکھوں سے ان کی

طرف دیکھتی رہی۔

"کیا اب بھی ہے۔؟" لڑکی نے پوچھا تو وہ اپنی آواز پر کھڑکھکی۔

"صیحت کہتا ہے۔ وہ کبھی کرتا ہے۔ لڑکی تو کوئی بات ہی نہیں ہے اور اگر یہی کوئی معاملہ ہو جاتا تو

دوکان ہوتا ہے اس معاملے میں غائب آؤں گے وہ؟" کیا لڑکی سے اس کا نام ہے جو وہ میرا کافو بننے چلا آیا؟"

"جی...! خود مرے کرو۔" لیلی آہستہ آہستہ اس کے ہاتھ پھینکیں۔

"اور تمہیں ڈرنے یا فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جی ہوں۔ تم میری ہی کی طرح ہو۔" قدر سے

وقف کے بعد کہنے لگیں۔

"بچے کی طرح تو وہ بھی ہے لیکن اس نے مجھ سے جھوٹ کیوں بولا۔؟" خیر آئے دو۔ میں اس کی خبر

لیتی ہوں۔"

اجنبی جگہ پہنچی لوگ، جانے کیا ہو جائے؟... وہاں تک اس نے اپنے اہل بیتوں کے لئے اندر سے دروازے کی کڑی لگا دی تھی پھر بھی اسے ڈر لگ رہا تھا۔ مسلسل کڑی بند ہے۔ یہ ٹھیک ہی تو آٹھ کڑی کے

پاس آ کڑی ہوئی۔ چاروں طرف تاریکی نے اپنی چاروں طرف گھٹی گئی۔ اسے کچھ بھی نظر نہیں آیا۔ وہ آٹھ کڑی کے

پہلے کی تھی کہ کتنے سے شعلے نے اس کی توجہ کھینچ لی۔ وہ اندر کی طرف دیکھنے کی اور ہر ایک کڑی ہی بھاری کھنکھی

آؤ پرانے اور کسی پچھلے کرتے دو پکڑوہ بھٹکی کر دو ہیں کہیں کچھ دیکھ کر ملے لی رہا ہے۔

(گو یا اسے ابھی خود ہے کہ میں اس زخماں سے لٹکے کی کوشش کروں گی)۔ اس نے مل کر سوجا اور

وہاں سے جھٹکائی۔ پھر بغیر بات اس نے سوتے جگے ہی گزری۔ کسی وقت آٹھ کڑی جاتی لیکن کچھ بعد ہی

وہ چمک کر آٹھ تھمتی۔ صبح کے قریب ہی شامیے کی گوری نہیں آئی تھی اور جب اس نے باہر سے لاک کھول کر

دروازہ کھولا تو وہ اندر سے بند تھا۔ وہ جیسا کہ روک کچھ بھی وہ لیکن کوئی جواب نہیں آیا۔ پھر اس نے دوسری

طرف سے آٹھ کڑی میں سے بھاگ کر دو کھٹا تھا اور اسے گھری خیمہ سوسے دیکھ کر اس نے لی لی کو کچھ پالیات

دی اور پھر چلا گیا۔

کافی دن چڑھے اس کی آنکھ کھلی تھی۔ کتنی دیر تک وہ چٹکی ہے جس و حرکت نہ ہوئی چوت پر کھولی رہی۔

جب ذہن بیدار ہوا تو پہلا خیال ایمان کا آیا۔ پھر اس کی باتیں کر کے کہو نہ کہوں نہیں رہا ہے۔ ایک بار پھر

آج بھی آؤر کو سمجھنے کی کوشش کی لیکن کوئی برا اچھوت آیا تو جیسے ہر گز کھٹھی۔ دروازے کی طرف دیکھا وہاں

طرح بند تھا۔ زمینان کا سانس لے کر گامی اور ہاتھ دم بھٹی گئی۔

خوف نے پانی کے پینے آنکھوں پر مارے ہوئے اسے اندر سے ٹھکانا اور ڈھکوں کی جلیں میں بھی کسی

حد تک کی آگئی۔ مجرورہ بچنے کے چلے سے ہی چہرہ مختبانی ہوئی وہ کرے میں آئی وہ کھٹا ہوا چلے کے بعد بڑھ کر

دروازے کی کڑی کی گزری۔ وہ لیلی سے خیالی میں وشل ہے ہاتھ دھو کر دیا تو دروازہ کھل گیا۔ وہ چٹکی اور پھر بہت

اعتیاد سے پور اور آؤر کھول دیا۔

ساتنے ایک بار اسال کر وہ تھمتی کے اختتام پر ایک اور دروازہ نظر آ رہا تھا۔ وہ بے پاؤں پھٹی ہوئی

اس بڑے کرے میں آئی اور قریب خود پر ساتنے والے دروازے کی طرف بڑھنے کے بجائے پورے ہال کا

جاہزہ لینے لگی۔ شرتی دروازہ میں بھی دروازہ نظر آ رہا تھا اور کنگہ و قریب تھا اس کے پہلے آؤر لیکن وہاں ہر

سے لاک تھا۔ پھر جب وہ سامنے والے دروازے کے پاس آئی تو اسے سخت ہوا ہوئی کیونکہ وہاں کچھ تھا اور وہی

لیلی کی گزری شاید اس کے لئے ناخوش طاری تھیں۔ اسے ایک دم کھنکھ کا احساس ہونے لگا جیسے جلیوں کی سازش سے

کر کے آئی ہو۔ دروازے کے کدے لگا کر وہ بہت خاموشی سے لیلی کی طرف دیکھنے کی اور جب لیلی نے اسے دیکھا تو

چلنے سے سکرا گئیں۔

"آنکھ نہیں چینی۔" وہ ایک طرف ایک طرف نہ کر کے ہی اثبات میں رہا یا۔

"تم کب نہ گھومو۔ میں ہوش سے کرتی ہوں۔"

وہ غلغلہ تو سوسے ہوئی ہال کرے میں آ گئی۔ کچھ بعد ہی لیلی اپنے کدے لیے آ گئیں۔

وہ شاید ہار مان چکی تھی۔ اس نے ان کے کہنے سے پہلے ہی اپنے لئے چائے بنانے کی اور پھر بھی پیلا کھوت ہی

- 119 -

□ □ □

اور بھٹکل تمام جب اس نے چلیں اٹھائی تھیں تو وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہی نہیں بڑھتا۔

”تم بچائی ہو، تم بچائی اور کہیں انسان ہو۔“ دو سرگرم شاگرد نے کہا۔ انہوں نے اپنے اہل گھر پر جھگڑا کیا اور جب چور و خنیا کر کے اس کی طرف دیکھا تو ان گھوڑوں میں ایک انجانا ڈانکڑہ بھی شامل تھا۔ جسے جانے اسے بعض کیلپا نہیں تھیں۔ یاد رہے ان گھوڑوں کی کڑواہٹ میں اندھ کیلپا۔

"بی بی بلیر۔۔۔؟" اس نے ٹوک دیا۔

"میرے ساتھ اس کی کوئی بات نہیں کریں۔ وہ اچھا ہے یا برا۔ آپ بہتر جانتی ہوں گی لیکن میرے ساتھ اس نے بہر حال اچھا نہیں کیا۔"

بی بی بلیر نے ایک طرف دیکھی وہیں بھرنا سامنی سے نکلے گئیں۔ دور دراز پکانے کے بعد ماٹن گرم کر دی گئی کہ وہ کچن کے دروازے سے اٹھ کر باہر دو بیٹے سوڑے کھڑی تھیں اس لئے اسے دیکھ نہ سکی۔ "ہلے بھر کے لئے کوئی نہیں چار کر کے بھجوا دے گی۔" وہ ہنستا تو بے خیالی میں اس نے کرم کرم دھجی کو ہاتھ سے پکڑا لیکن پھر وہ اچھا کھنکھار کر اچھا لہے سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"آئی ایم سوری۔۔۔؟" وہ واقعی شرمندہ ہوا۔

"ہاتھ دکھاؤ۔۔۔! نکلیں زیادہ تو نہیں مل گیا۔۔۔؟"

"شٹ آپ۔۔۔؟" وہ دھجی کو دیکھا ہاتھ کر کے اسے غلطی ہوئی وہاں سے نکل گئی۔

○ ○ ○

(زمنہ کی یاد میں اگر خوشیاں نہیں تھیں تو دکھ بھی نہیں تھے)۔ وہ کھڑکی کے پاس کھڑی ڈور تک پہنچنے آگیاں پر نظر میں جاتے سوچ رہی تھیں۔

(کی تو بہت سے لوگوں کی تھی لیکن ایک ایسا نہ تھا جسے مجھ میں نہیں ہوتی۔ وہی۔ کیا نہیں کیا یا یا میاں نے میرے لئے۔۔۔؟ کیا کیا کم ہے کہ میری خاطر ساری زمین کی تھوڑا کر دی۔۔۔؟ اور میں نے تو بھی ایسا میاں کو دکھا دینے کا سوچا بھی نہیں تھا۔ اب بھی میں تصور اور نہیں ہوں پھر میری میری ذات دکھا دینا عفت تھی۔ کیا سوچتے ہو گے! میاں میرے بارے میں کہیں کہاں جلی تھی ہوں۔۔۔؟ چہرہ ہون سے زیادہ ہاتھ ہیں مجھے یہاں آئے ہوئے اور یہ انہید باند پنا نہیں کیا جاتا ہے۔۔۔؟)

(انہید بخت۔۔۔!) اس نے چٹائی پر گر لی پر کھڑی۔

(شیر تھیں جاتی بھی نہیں لادتم پنا نہیں کون سے ختم کا بدلہ لے رہا ہو مجھ سے۔۔۔؟) کتنے ہی آنسو پکوں سے نوٹ کے کرتے کرتے چلے گئے تھے۔

صبح جب وہ کمرے سے اٹھی تو وہ بال کرے میں سو جھوٹا تھا۔ اسے آئے دیکھا تو کتنی ڈور تک اس پر نظر میں جاتے بے شمار۔ اس کا دل چاہا ہوا کہ پلٹ جائے لیکن چاہنے کے باوجود وہ قوسوں کو دیکھ نہ سکی۔

"آؤ تو یہ۔۔۔؟" اس نے خود ہی بلایا اور وہ اپنے آپ کو اس کی بات ماننے سے باز رکھنے پر کھینچنے میں اس کے سامنے جا کھٹی۔ کتنی دور کر دیکھ وہ پناہیں اسے اپنے سامنے بھرا کر بھول گیا تھا یا جان بوجھ کر نظر انداز کر رہا تھا۔ وہ کھینچنے لگی۔ بار بار اس کی طرف دیکھتی لیکن وہ سوچ نہیں تھا۔ ایک ہی تھکے پر نظر میں سرکڑ کیے کی گھڑی سوچ گئی تھی کہ اس نے غور کیا تو خاصا مضطرب نظر آیا۔ کئی بالوں میں لکھیاں بچسائی اور کئی خدیاں بچھ کر بچھا ہوا ہوا تھا۔ اس میں اس طرح آٹھ کر چلا گیا۔ وہ جا گئے ہوئے کسی چپ چاپ دیکھتی رہی تھی۔

بی بی بلیر نے اسے دیکھا کہ اس سے پوچھ گچھ کریں۔

"کہاں گیا انہید۔۔۔؟" اس نے باہر کی طرف اشارہ کر دیا۔

"چلا گیا۔۔۔؟" بی بی بلیر نے جواب دیا۔

"تو ابھی نہیں اور شاید ہی نہیں کیا۔" پھر غور کر دیا کہ انداز میں کیسے نکلتی۔

"مجبور لڑکا ہے۔ کل سے دیکھ رہی ہوں کچھ پریشان ماہ۔ کتنی بار پوچھا ہے تاکہ نہیں دیا۔"

وہ خاموشی سے ان کی بی بی بلیر تھی۔

"آؤ۔۔۔؟" تم تو بے خیال کرو۔" بی بی بلیر نے اسے قہقہہ کیا تو وہ اندر کران کے ساتھ قہقہہ پرانے بیٹھ۔

مردوں مجرور بی بی بلیر کے ساتھ اندر اور کچھ باہر کر کے اپنے آپ کو بھلانے کی کوشش کر رہی۔ رات وہ بہت دور تک سوچتی اور کوششیں کرتی تھی اس لئے دل خاصا بوجھل ہوا تھا اور اس بوجھل میں کو کم کرنے کی غرض سے تو وہ بی بی بلیر کے پاس بھی گئی تھی کہ بارے میں بات کر کے نکلے گئی۔

"میرے ماں باپ میرے بچپن میں ہی الٹ کر چلا دے ہو گئے تھے۔"

اس کے پوچھنے پر بی بی بلیر بارے میں بات کرتی تھیں۔

"کہنے کو نہیں بچے تھے لیکن کئی سے بھی میرے سر پرست شفلت نہیں رکھا اور وہی کوئی اپنے گھر میں میرے لئے کوئی ٹھکانہ نہ بنا۔ میں بچوں سے ملنا اور حضور کے بعد مجھے جہنم خانے میں داخل کر دیا۔ میں وہیں پران چم۔ لڑکیوں سے کتنی بھی نہ تھا۔ ایک دفعہ میری موت انسان بچھ دیا مجھے یاد کہ اپنے گھر لے آئی۔ اس کے ساتھ انہید کے پاس بھی تھیں جنہوں نے مجھے اپنی ماں کہا اور نہ صرف کہا بلکہ اپنے آخری وقت تک اس رشتے کو طووس سے نبھایا۔ ان کی اولاد بھی اسی طرح موت سے ملتی ہے اور کچھ کچھ جی۔۔۔! تو میرے اصل رشتہ دار بھی ہیں۔ انہید کی بیٹیں اور ماں باپ بھی میرا اسی طرح خیال رکھتے ہیں۔ میں طرین ان کا لپ رکھتا تھا۔"

"اور آپ کے میں۔۔۔؟"

"ان کی تو زمین کے وقار کی۔۔۔ شادی کے بعد میں پانچ سال زندہ رہے۔"

بی بی بلیر نے آواز دھکی کر دیکھی افسردہ ہو گئی۔

"بچے نہیں ہیں۔۔۔؟"

"انہید رکھے۔۔۔؟" وہ جی ایک بچہ نہ تھا۔ بی بی بلیر کی گزشتہ سال شادی کر دی تھی۔ وہ بہت دیر میں ہوئی ہے اور بی بی بلیر میں وہ بچے اب آگے تو اس کی بھی شادی کر دی گئی۔ بی بی بلیر کی آنکھیں آنے والی کل کسوچی کر چلی گئیں تھیں۔

"جی۔۔۔! دکھ کہ دن رہے تو ہیں پھر بھی کتنی ہی جاتے ہیں۔"

"کہہ تو جاتے ہیں بی بی! لیکن اسے بچپن بھی تو چھوڑ جاتے ہیں۔ اس نے اپنے حوالے سے کہا۔ پھر وہ پھر بھی مری طرح اس کی جی کہہ آئی تھی جتنا مضطرب تھا اس وقت اتنی غرض نظر آ رہا تھا۔ "سہو۔۔۔! اپنے ہاتھ سے چائے بنا کر پانی۔۔۔؟" وہ کھڑا بارہی ہوڑ نہ تھا۔

"میں۔۔۔؟" اس نے صاف انکار کر دیا۔

"سوچ لو۔۔۔! میں اس وقت کسی ایک بی بی غرض دینے والا ہوں۔"

"تم کب غرضی رو گے۔۔۔؟" وہ دھڑکے بچے میں ہوئی۔

کہا۔ میں نے قصور ہوں اور انہوں نے یقین کر لیا حالانکہ اُسے مطمئن ہو جانا چاہئے تھا لیکن وہ یقین کی دوست لے کر بھی مطمئن نہیں تھی۔

اگر تم نے سمجھتے ہو کہ میں یہاں سے اکل کر تھکادام نہیں لوں گی تو یہ تمہاری ہوسل ہے۔ اُس نے ولیدہ بنت سے کہا تھا اور وہ واقعی اس کا نام لینا چاہتی تھی لیکن اب اس پر پھٹنے تپ مٹا۔ انہوں نے تو شاید اسے ہی بہت سمجھا تھا کہ وہ زہرہ سلامت ان کے پاس آئی تھی۔

بہر حال وقت بے گارام ہے۔ آج آج ہندو ماہل ہوئی تھی۔ اُس کی سرچوں میں وہ خدمت دہری خود زہری خود تو وصول ہو آئی۔

میں جوں بھگرم ایک طرف لیٹ جلتے۔ یہ بدادہ بیوی اب اب اس نے کہا تھا اور اب واقعی اسے وہ ایک حادثہ کم اور خراب زیادہ ملکا جسے طویل عرصہ تک زہرہ اور ان اُس نے کوئی زانا تو خواب دیکھا ہوا اور انکے دل پر بھج رہی تھی۔

اب اس کا وہ معمول تھا۔ صبح سات بجے اُٹھنے کے لئے اٹھتا اور حمام پاؤں پانی بچھ دیکھتی۔ اس کے بعد وہ نہیں نہیں جاتے تھے۔ اس کا بلیٹ بولی ڈیلا سے ڈالنے کا پھل ٹوٹ گیا تھا۔ ایک اب اب اس نے کہا بھی کہ وہ بلوہ کا بیٹا جانا شروع کر دیا لیکن اُس نے شکر کر دیا تھا شاید بعد میں اب بھی کوئی خوف ہو جاتا۔

اس شام وہ لیٹن میں بیٹھتے تھے۔ پتھر پر بھی رات میں بیٹھنے کے لئے چاند بن رہی تھی۔ اب اس کا مصری نازک کے بعد اندر چائیں کیا کر رہے تھے۔ جب حیدر آباد سے پھر بھی امان آئیں انہوں نے آئے ہی اُسے اپنے ساتھ لپٹا کر جوروہ شروع کیا تو وہ بیٹھان ہوئی۔ آواز سن کر اب اس کا ہار ڈالنے تو یہ کیسے کہلاتے دن بعد ملاقات ہونے پر آج یہ وہ دور ہیں لیکن پھر زہرا کی خیال کے تحت آگے بڑھ کر پھر بھی اس کو کہہ دوں سے قدام آیا۔

"کیا کر رہی ہیں آپ؟" بچی نے پٹان اور ہی۔

"ہاں بھلا۔ تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ کی بچی بھاری۔"

"آپ؟" اب اس نے اُنہیں ڈک ویا۔

"آپ؟" اندر نہیں۔

"مغمور۔ بچی سے تو دھک سے مل لیتے۔"

"بعد میں مل لیجے گا۔" اب اس نے انہیں زبردستی اندر لے گئے اور وہ کچی درجہ تک پہنچ کر مڑی۔ اب اس کا طرح سے بھی فوری طور پر پھر بھی امان کا پورا رہا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا لیکن جس انداز سے اب اس نے انہیں زبردستی اس سے الگ کر کے اندر لے گئے تھے اس سے وہ بہت جھکے تھی۔

(گو ایات سارے زمانے میں ٹھیک بنگا ہے)۔ اُس نے سوچا اور دل میں اچانے آئے بیٹھ کر کرنے گئے۔ اندر سے اب اس کے آج آج ہندو ہونے کی آواز آ رہی تھی۔ وہ خاموشی سے چاند کی قہقہہ آواز کی جگہ میں آگئی پھر چاند چمکانے سے پہلے اُس نے چائے بنائی اور جس وقت وہ چائے لے کر اندر آئی اُس نے دیکھا اب میاں کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ لیوگہ کر اور ان کے ہاتھ پھر بھی امان کے سامنے بندھے ہوئے تھے۔

"اب اس نے..." ہونٹوں کی کپکپاؤ اور جھنجھ کے ساتھ ہی دھک کی شدہ بلور میں سے اُٹھتی ہوئی پیر سے وجہ میں سرایت کر گئی۔

اُسے دیکھتے ہی اب اس کی دہلیز پر ہاتھ کی ہوئی شاخوں کے بانڈروں کی گود میں جا کر سے اور وہ اچھا نیو نظر دے کر پھر بھی امان کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ اُس نے خاموشی سے چائے کی ٹرے اُن دونوں کے درمیان رکھی اور ان کی قدموں واپس پلٹ آئی۔ لیکن کب تک اُس نے اپنے کھٹے بھار مولی پکڑنے سے نوت فوٹ کر اس کے اپنے قدموں میں بکھرے پلے مجھے۔

(میں قصور دار نہیں ہوں پھر بھی کتاہ کا غمیرا ہی جاؤ گی)۔ اُس نے بچی پر جڑ کر رکھوں پر رکھ لیا۔ (کس کس کے سامنے اب اس کا ہاتھ بانڈو میں ہے؟ اور کون ہے جو میری بے گناہی کا یقین کرے؟)۔ میں صرف اب اس کا یقین کر کے مطمئن ہونے جا رہی تھی۔ اُس کے اُسوار شدت سے پہنچے گئے۔

ابھی زیادہ دن تو نہیں ہوئے تھے کہ وہ اس علاقے کو خواب کا کام دے کر اپنے آپ کو بھلانے میں کامیاب ہوئی تھی کہ پھر بھی امان نے آکر اس کے زہرہ حقیقت ہونے کا احساس دلایا۔ اُس نے سوچا۔ وہ بھی ابھی اس حادثے کو نہیں بھلا سکتی تھی۔ اگر چاہے جب بھی اپنے آپ کو فریب میں جھٹائیں تو کئی کدوئی کے ہر دوسرے سوڑ پر کوئی زہری ان حقائق کو زہرا ہوا اُس کے سامنے اس کو ٹھرا ہوگا۔ اُس نے بے مشکل قنا۔ اپنے آنسوؤں کو دھپہ بہتے سے رکھ دیا کھانے کی تیاری کر گئی۔

رات میں جب پھر بھی امان اُس کے برابر لیٹیں تو وہ بہت درجہ اُن کے گھر والوں کا حال احوال پر پھنسی رہی تھی اور خود جس کام لینے میں ایک بھگت تھا تھی۔ اس کے بارے میں وہ چاہتی تھی کہ پھر بھی امان خود سے بتائیں۔ لیکن جانے کیوں انہوں نے سب کا ذکر کیا، ایک آئی کا نہیں کیا۔ پھر پھر بھی امان تو سوئیں اور وہ بہت درجہ جان کر رہی تھی۔ اگھا اور پھر بھی امان نے بے مشکل گزارا۔ بار بار جانے کی بات کرتی رہیں۔ اب میاں نے کہا بھی کہ یہ کہہ دوں ہیں لیکن شرم تک وہ بالکل تیار ہو گئیں۔

"جس قدامی!..." میں بڑی مشکل سے وقت نکال کر آئی تھی وہ بھی اس نے کہ... اسے کھڑے دیکھ کر وہ خاموش ہو گئیں۔

"میریانی ہے آپ کی..."

"اچھا تو لگے بیٹے تم آ رہے ہو۔"۔ تمہاری شادی ہے۔"

وہ ایک دہرا دھرا کر کہنے لگی۔ اب اس کا ہاتھ پٹی بچے سے کٹی ہوئی تصویر لے کر لے گئے۔

"تمہاری شادی؟"۔ اب اس کا کٹا ہوا پانی کا حقوں رکھ کر ہوا اس لئے تمہاری ہی خوشی ہے۔ پھر بھلا۔"۔ امان!۔ تمہاری شادی ہے۔ تو یہ کہہ کر وہ ضرور لانا بلکہ میں تو کہیں ہوں اس سے پہلے ہی بھیج رہا۔

بچی بھاری ایک ماتی سے بھل جاتے گی۔

"اب کیوں نہیں؟"۔ اب اس نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اپنے ساتھ لگا لیا اور وہ جڑ زمین کو اپنے ہیوں سے لٹکتے محسوس کر رہی تھی۔ اب اس کا ہاتھ براہ راست تھپتھپا۔

رات وہ بہت درجہ اب اس کے پاس بیٹھی اور پھر بھی امان کی بات کر رہی۔ اس میں پھر بھی امان جاتے جاتے کہہ رہی تھیں۔ اُس سے اس نے محسوس کیا کہ اب اس کا ایک دم سے دھکے گئے ہیں اور دل تو اُس کا بھی نہ تھا۔ لیکن وہ ظاہر کر کے اب اس کو زہرہ کرنا نہیں چاہتی تھی اس لئے اپنے داغ چھپا کر وہ اپنے آپ

کو بے حد مارلے ہزار گرتی ہوئی بہت دیر تک اُن سے بات نہ کرتی رہی۔ یہاں تک کہ انہوں نے خود ہی اسے سونے کے لئے کہا۔ وہ آٹھ گھنٹہ تک پرانگی۔ بہت دیر ہو گئی تھی اپنے آپ کو کھڑکے سے باہر جھکے پر سر کا تو مزید بیجا افسانہ ہو گیا۔ محکوم کو ایک ہی ہفتی کی نگہداشت کر رہا تھا۔ مجھے محال نہیں لیکن آنکھوں میں اتنی ہی رسات نے کوئی تار لپکتی نہیں کی اور نہ کبھی۔

(اولیہ نکتہ۔ ۱)۔ اُسے غائب کر کے سوچا۔

(ہر دم کے ذمے وادق ہو۔ بھلا میری آنکھوں سے نہ ہر دم کے میں تمہارے لئے دوا چاہے کہ نہ نہ کی تمہارے لئے سرمہ لگا جائے)۔ یہی ہوتے اور اگر مجھے ہوتے ہی جاتے کہ اس کی آگ لگ جائے گی۔

مجھ کو اپنے معمول کے مطابق اپنی طرف مڑ کر ہی مانتی تھی وہ جب کوئی نیکو اس وقت اپنا میں کے مناجات پڑھنے کی آواز نہ ضرور دیتی تھی اُس نے فوراً اٹھ کر دیکھا اپنا سر سے ہونے لگا کرتے۔

(اچھی خبر۔) کہ وہ آٹھ گھنٹہ کی چار پائی کے پاس آئی اور کسی وہیم میں گھر کر گئی وہ ایک ان کی سانسوں کی آمد و رفت کو محسوس کرنے کی کوشش کرتی رہی۔

(توبہ۔) میں بھی کبھی پاگل نہیں ہوں۔ اُس نے اپنے آپ کو کہہ مت کی اور اپنا میں کو آواز دے اعلیٰ۔

دوسری اور پھر تیسری آواز پر بھی وہ کھڑا ہوا۔ اُس نے جھک کر ان کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ میں کا احساس ہوا کہ وہ پریشان ہو گئی۔ پھر پہلے انہیں اٹھانے کے بجائے اسی سے جا کر جاتے ہوئی اور جب وہ چائے لے کر اتر آئی تو کہا میں خود ہی آٹھ پھینکتے۔

"آپ کو بخار ہوا ہے۔۔۔۔۔؟" وہ اُن کے پاس بیٹھنے ہوئے ہوئی۔

"ہاں شاید۔۔۔۔۔؟"

"شاید نہیں اپنا میں۔۔۔۔۔؟ بخار بہت تھوڑے آپ پر جائے لی میں آپ کے لئے دوا دیتا ہوں۔"

"بہت دیر ہو چکی۔۔۔۔۔؟ کسی چیز کو دل نہیں چاہ رہا۔"

"کوئی کوئی دوا ضرور کیوں۔۔۔۔۔؟" وہ اٹھنے اٹھتے پھر بیٹھ گئی۔

"لیکن خالی پیٹ کوئی کچھ کھانے نہیں ہے۔"

"تم اتنا تر دوست کہ میں تم تک ہوں۔" اپنا میں نے اُسے قسمی دی اور گھڑت کھوت چائے پینے لگے۔ وہ بہت ناشامی سے اُن کی طرف دیکھنے لگی۔

ایک ہی رات میں اسے کمرہ ہو گئے تھا اور چہرے پر ٹھکرات کی نگہروں کا چال۔۔۔۔۔۔ بغیر پھر بھی اس کی باتوں سے بڑھا تھا۔ اُسے آٹھ گھنٹے کا اور اپنے آپ کو قصور وار دیکھتے ہوئے وہ ان کے پاس سے اٹھ گئی۔ دن پڑھنے کے ساتھ ساتھ اپنا میں کے بخار میں اضافہ ہوتا گیا۔ وہ مسلسل اُن کی پیشانی پر ہتھ لگے پانی کی پٹیاں

رکھتی رہی لیکن بخار کسی طرح کم نہ ہو رہا تھا۔ اب تو غصہ کی میں وہ کچھ پڑا نہ کھ لگے تھے۔ وہ پھر آکر ان کی پادریں میں سے کسی سے کھانا کرا یا۔ اس کے پاس بیٹھا اور غصہ اُن کی دوا لینے پہنچی گئی۔ جب سے اس گھر میں آئی تھی پہلی بار اُن کی رہی تھی کوئی اور وقت نہ تھا تو گھر کی یاد دہانی لیکن اس وقت صرف اپنا میں کا خیال تھا۔ اس لئے کسی کھانک کی کھان میں اور پھر نظر نہ دہانی ہوئی وہ چوہل چلی میں پڑی۔ مگر سے فلاں گھر کے قاتلے پر

اُسے ایک کھانک نظر آتا تو وہ اس میں پہنچتی۔ مریضوں کا زور دہاؤ نہیں تھا اس کی کوئی دین نہ تھی اس میں بھی نہیں وہ بیچ پر بیٹھ کر اپنی باری کا انتظار کرنے لگی پہلے اس نے سوچا کہ اگر کوئی سناٹہ ملے کے لئے کسی کی پسینے پر اُس نے اپنا میں کی کیفیت کا کرم صرف دیا لینے پر اٹھا کیا اور بھی کسی کھانک سے باہر چلے سانسے سے وہ بیٹھ لیا۔ بہت جلد وہ نظر لیا۔ یہاں سے وہ اس کے انتظار میں تھا اور اب اُسے دیکھ کر لپکتا ہوا اس کی طرف آ رہا۔

(میرے خدا۔۔۔۔۔؟ کیا کوئی حادثہ۔۔۔۔۔؟) اُس نے سوچا اور اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ ناگھوں سے جان نکلتی ہوئی تھی۔ سہارے کی تلاش میں اور پھر نظر نہ دہانے لگی۔ اس اٹھاؤ میں اور عرب اپکا تھا۔

(میں اگر بھی زور کی آواز نہ بھیجی تھی اس کا سامنا نہیں کر سکتی تھی) اُس نے اپنے آپ کو حوصلہ دیا۔

"توبہ۔۔۔۔۔؟! غیر توبہ تو ہے۔۔۔۔۔؟" وہ اس کے ہاتھ میں کڑی شیشی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔ وہ جواب دینے کے بجائے زور سے آتے کر کوئی کھانک سے اشارہ سے روک گئی۔ رکتو قریب آ کر

زکا تو وہ اُس سے پہلے ہی اس کی طرف بڑھا اور جانے کیا کیا کر کٹھ چلایا۔

"یہ کیا دیکھ رہی ہے۔۔۔۔۔؟" وہ اپنے آپ کو اس کا سامنا کرنے کے لئے تیار کر رہی تھی۔ غصے سے ہوئی۔

"تم نے میری بات کا جواب کہاں نہیں دیا۔۔۔۔۔؟"

"کون کی بات۔۔۔۔۔؟"

"یہ کیا کہہ رہی ہو۔۔۔۔۔؟" وہ اس کے لئے کے لئے جاری ہو۔۔۔۔۔؟

"تمہیں اس سے کیا۔۔۔۔۔؟ اور تم کو ان کو نے سوچ بیٹھے والے۔۔۔۔۔؟"

"اگر مجھ کو بہت کچھ۔۔۔۔۔؟ وہ لپکتے سے گھر آیا جس سے وہ اچھا۔۔۔۔۔؟ آپ سے باہر ہو گئی۔

"سنو۔۔۔۔۔؟! میں اب اور کمرہ اور بڑا دل لڑتی نہیں رہی کہ تم میرے چہرے سے کھو دیں سے ڈھانپ اور میں خاموش رہو۔ تمہاری اس حرکت نے مجھے تم جیسے خوفزدہ کرنے کا حوصلہ بخش دیا ہے۔ یہی طرح اپنا میں کو

دروہہ و شہر کوئی کی کڑا کی بھرا رہو گئے۔"

"میں نہیں پسند دیکھنا چاہتا ہوں۔" وہ اس کی باتوں کا ٹوٹا لپکتے ہوئے اٹھ گیا۔ وہ اُسے اٹھانے سے بولا۔

"تم کو ان کو نے پوچھنا کیا یاد رہے بیٹھے والے۔۔۔۔۔؟"

"اس کا جواب میں پہلے ہی دے چکا ہوں اگر وہ بارہ سنا چاہتی ہو تو سنو۔! تم میری زندگی کی آواز نہیں

تھا سو ہو۔۔۔۔۔؟"

"شٹ اپ۔۔۔۔۔؟" وہ اس کے مزے کچھ کہنے سے پہلے قدر سے اُٹھ گئی اور اُس نے اپنے پر چل

پڑی جبکہ وہ کھلی اور کھدو میں کھڑا اُسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"ہاں۔۔۔۔۔؟! وہی پرکھا گئی۔" گھر میں داخل ہوئی تو وہ پتے دوا کے پاس چھوڑ گئی کسی جگہ کرنے لگا۔

"وہی تو نہیں ہوئی۔" اُس نے پاور انڈر کیا یہ طرف دیکھی پھر اس سے پوچھنے لگی۔

"اپنا میں اٹھتے تو نہیں تھے۔"

"نہیں۔۔۔۔۔؟! اب میں جاؤں۔۔۔۔۔؟"

"ہاں جا۔۔۔۔۔؟ لیکن میرے پاس پھر ضرور لگے رہتا ہو سکتا ہے کسی چیز کی ضرورت پڑ جائے۔"

کر کا سرا جاتا ہوا جگہ گیا تو وہ دوا لے کر اماں کی پاس آ بیٹھی۔
شام میں اماں کا ہاتھ سے ہنسنے لگا۔ اُس نے آنکھ میں چھڑکاؤ کر کے دھیس بخت چوٹی پر اماں کا
بستر گھرا دیا۔ پھر انہیں سہارا دے کر باہر لے آئی۔

"اماں!..." وہ اُن کے پاس بیٹھتے ہوئے بولی۔

"میں جانتی ہوں آپ کو پھوپھی اماں کی بات نے آٹھ بچایا ہے۔"

"تو کھائی بات تو ہے جی!..." تمہاری وادی اپنے ہاتھوں سے تمہاری اور مجھ کی اہستہ لے کر گئی تھی
تو نہ دے ہوئے تمہاری پھوپھی اماں کو رانیاں شاہ پور پھر قصور وار نہیں ہوں سزا نہیں۔"

"اماں!..." وہ پچھتے ہوئے اُن کی بات کا ٹکائی۔

"آپ کا کیا قصور ہے؟..."

"جی!..." اماں بولنے لگی کہ اس کی طرف دیکھتے گئے۔ بے خیال میں وہ پائیں کیا کیا جا رہے تھے
کر فوراً سنبھل گئے۔

"جی!... ڈرا سا پانی ملا دو۔"

"جی!..." وہ آٹھ کر چلی گئی۔ پانی لاکر نہیں ملا دیا پھر کچھ کان کے لئے مجھڑی پانی چھی اُس نے اس کا
دھیان اُٹھ کر چلایا۔

اگلے دن وہ صبح کے تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد اماں سے کہہ کر ان کے لئے دوا لینے چلی
گئی۔ اس وقت تک وہ بالکل خالی الذہن تھی لیکن جب دوا لے کر ٹیکہ سے اُٹھی اُس وقت اُسے ولید بخت کا
خیال آ کر کھل گیا وہ انہیں اس کے سامنے آجاتا۔ وہ دوا تو انہیں نہیں چاہتی تھی کہ اب کسی اُس سے سانا نہ ہو۔
اس لئے احتیاطاً اسے ادھر ادھر بھیجی ہوئی وہ مگر کی طرف چل پڑی۔ جس وقت وہ اپنے گھر جانے والی تھی میں سزا
رہتی تھی وہ اُسے آئی گئی تھی سے نکلتا ہوا تھا۔ پہلے تو وہ کھلی لیکن پھر اُن کی جیسے سے دیکھا نہ ہو۔

"تمہیہ!..." وہ اُنجان بنی اُس کے قریب سے گزرتی تھی کہ اس نے کچھ نہ کہا۔

"پتا نہیں میری دعا نہیں قبول کی ہو نہیں ہو تھی؟" وہ ہلکے سے بولا ابلی۔ اس کے باوجود اس نے سن لیا۔

"کیا دعا مانگی تھی تم نے؟..."

"میں کب کب سے نہیں سانا نہ ہو۔"

"کیا!..." اُنکا ہوا میں۔"

"ہاں!..." اُس نے ولید بخت۔ اگر کب تم پر نظر پڑتی ہے میری زندگی کا بدترین لمحہ ہوتا ہے۔"
"میں تمہاری زندگی میں آئے دے بدترین لمحوں کو نہیں دو کہوں گا کیونکہ مجھے یقین ہے کہ کبھی تم ان لمحوں کو
آواز نہ دو روگی۔"

جواب میں وہ کوئی سخت بات کہنا چاہتی تھی لیکن اس سے پہلے وہ چلا گیا۔

○ ○ ○

اماں نے پچاس پھوپھی اماں کی بات کوئی کام نہ کیا گھبراہٹ چھی کہ ایک بار جہاں پانی

سے گھر آٹھ ہی نہ گئے۔ پچھلے دو دن سے تو وہ انہیں نامسا مغرب بھی دیکھ رہی تھی، جیسے کوئی بات کہنا چاہتے
ہوں لیکن کہ نہیں جانتے۔ اُس نے اُن کی خدمت میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ رات رات بھر اُن کے پاس بیٹھی
رہتی۔ اُن کے ہاتھوں سے اس پچھلے ہی ادا ہوئے۔

"لوگ کہتے ہیں کہ اُن کا آٹھیں مغرب ہوئی ہیں۔ وہ بندے کا آٹھیں میں ادا ہے تو کمال بھی لیتا
ہے۔"

سہ پہر کا وقت تھا۔ اماں کی حالت زیادہ بگڑنے لگی تھی۔ وہ مجھ پر اگر خروہی ڈاکڑ کو لینے بھاگی لیکن وقت
ایسا تھا کہ کوئی ٹھیک ٹھاکہ دوا نہیں ملا۔ اس کو ہر دوا میں آئی۔ مگر میں داخل ہوئی تو اماں کے ساتھ کوئی بیٹھا ہوا
نظر آیا۔ اُس کی طرف پتھر چھی اُس نے دوا دیکھ نہ سکی۔ پچھنے کی باتوں سے اماں کے ساتھ کام کرنے والے
عیادت کو رہے۔ وہ بھی کبھی اُس کا کوئی بندہ ہوگا۔ وہ اپنے گھمبک طرح سے سر جھانے ہوئے وہ اندر
جاتے گھر تو اماں نے اشارے سے اس کا بلایا۔ دوسرے بجائے ہوئے اُن کے پاس جا کھڑی ہوئی۔

"جی!..." ولید ہے۔" اماں کی کمرہ آدھر آدھر اُس نے بے نیازی اُٹھا دیا۔ اُس کے کمان میں نہیں
تھا کمرہ سے وہ گھر گئی ایک حرکت کی تصویر بنی کھڑی رہی جبکہ وہ کبھی سر جھکا کے بیٹھا تھا لیکن اندازتہ رہا تھا
کہ وہ اس کی طرف متوجہ ہونے کے باوجود اس کی کیفیت بگڑ رہی ہے۔

"اماں!..." وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔ پھر کہتے گئے۔
"یہ میرے ساتھ کام کرتا ہے۔ بہت اچھا اور ٹیک لڑا ہے۔" وہ اماں کی غلط فہمی دور کرنا چاہتی تھی لیکن
اس سے پہلے ہی اماں نے اس کا ہاتھ لینے کے ہاتھ میں بٹھا دیا۔

"میں تمہاری طرف سے بہت گھر متھ جاتی۔ لیکن ولید نے ایک بار مجھ۔"
"اماں!..." آپ اسے نہیں جانتے۔ وہ ایک جھگڑے سے اپنا ہاتھ چھڑا چاہتی تھی لیکن اُس کی گرفت
مستحکم تھی۔

"میں نے ابھی طرح جانتا ہوں اور تم بھی جانتے ہو کہ میرے بعد تمہیں اسی کے ساتھ جانا ہے۔"
"تمہیں اماں!..." آپ کہیں نہیں جائیں گے۔" وہ پچھلے ہی ادا دیا اُن کے سینے پر سر رکھنا چاہتی تھی کہ
اُس نے دیکھ دیا۔

"بلین!..." اُنہی اٹکلیف ہوئی۔

"مجھ کو مجھے!..." وہ پاگل ہوئے تھی۔ اپنا ہاتھ چھڑا کر اماں کی طرف دیکھا۔

وہ اُس کی گھر سے آدھو ہو کر بیٹھانے سے دور ہے۔
"اماں!..." اس نے دل دھڑکنے لگے ہوئے اور اندھروں سے ایک لمبی میں اُنہوں کو مات دے دی
تھی۔ مجھ پر بھی دیا ہے ہوئی آگیا۔ اُس نے دیکھا کہ گھر کو اُن سے میرا جانا ہوا تھا۔ وہ نکلتے کے عالم میں بیٹھی
چلی ہوئی، آنکھوں سے سب کو دیکھتی رہی۔

"جی! تمہارے کھٹے دل دھڑکا رہے ہیں؟" اس کو میرے پے پچھو آتے پھوپھی اماں کا خیال آ گیا۔
"جی! آٹھیں میں جی!..." اُس نے آہستہ سے جواب دیا۔

(ظاہر ہے کوئی کب تک روتے رہے۔۔۔ اور میں اس طرح کیوں بیٹھی ہوں۔۔۔؟ کسی مجھے بارے سفر کی طرح نہ کہ ایک غول میں سرسبز پتھر ہے جسے مجھے تھکانے کے بارے میں اس نے بتایا تھا کہ وہ غول سے رگڑا اور تھکڑی ہوئی۔ پہلے ساری عمری جڑوں کو سیت کر ان کی جھکوں پر کھرا جھڑائی کی۔ اس کے بعد کچن شہر کر پائے جانے لگی۔ جب وہ پائے کا تنگ کے رگڑوں سے غلیظ و شام رسی تھی۔ اس کے جیسے کائنات ساری آوازیں سمیت کر رہی تھیں اندھروں میں اس صلیق شام سے یہ بھی آواز کی گئی تھی۔ جیسے کائنات ساری آوازیں سمیت کر رہی تھیں اندھروں میں اس کے پچھلے جا رہی ہو۔ اس اندھروں کی آغوش میں سنبھلنے کے لیے آجائے تھے لیکن اسے اندر وہاں پر ایک ہی وجہ لیے اندر چلی آئی۔

ایساں کی جا رہی خالی تھی۔ وہ کبھی دیر تک اس پر نظر نہیں کرتا تھا۔ اسے اس کی بھی نہیں ہوا۔ آوازوں سے ٹوٹ کر پائے کے تنگ میں کر رہے تھے وہ کون سا دیکھنے لگے بیٹھی تھی۔

"ایسی۔۔۔! آوازوں کا کیا ہے پکارا ہوا انداز؟ تو وہ جیسے خاموش نظر ہوں سے اس کی طرف دیکھنے کی۔"

"ایسی۔۔۔! اکیلو چوری ہیں آپ کے لئے کھانا بھجواؤں۔"

"نہیں۔۔۔! مجھے بھوک نہیں ہے۔۔۔ اس کے متعلق کر دیا۔"

"ہاں۔۔۔! سچی ادھر ادھر دیکھا ہوا اس کے پاس چلا آئی۔"

"آپ کیلر ہیں کی۔۔۔؟" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"آپ کو انہیں کھانے۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔۔۔"

"کیا آپ بہت بیمار ہیں۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔۔۔"

یہ اس کے جواب پر مطمئن نہیں ہوا اور شاید یہ سمجھا کہ وہ اس کی بات نہیں سمجھی۔ اس نے آسمان انگلیوں میں اپنا منہ لپیٹ لیا۔

"میرا مطلب ہے اگر کوئی چور کیا گیا ہے۔۔۔"

"جب میں جیسے جانوں کی۔۔۔ اس نے کچے پھلے انداز میں کہا۔ اس کے جاوہر پکڑ دیا۔"

"نہیں باجی!۔۔۔ مجھے بتا جائے گا۔"

"اورے کیوں۔۔۔؟"

"آپ خود ہی یہ وارینڈنگ کر ہمارے گھر آجائے گا۔ اس کے ساتھ ہی وہ جاتا ہوا چلا گیا۔ یوں جیسے ابھی اس کی چوری کی آمد متوقع ہو۔ وہ کبھی دیر تک بیٹھی اس کی باتوں کو سمجھتی رہی پھر آخر پہلے باہر کا دروازہ دیکھا اس کے بعد اندر کا کمرے کا دروازہ دیکھا اور وہاں اسے اندر سے بند کر دیا اور وہاں اس کے پاس چلا آئی۔ جب اس کی جگہ پر کھل کر اور اس کے جواہر سے اس کی طرح خود ہو۔

پوری رات اسی طرح گزار دی اور وہ ایک لمحے کے لئے بھی نہ سوئی۔ یہ نہیں تھا کہ وہ سو جائے بلکہ جانتی تھی

بلکہ اس نے بہت کوشش کی لیکن ایک نامعلوم سے خوف نے اسے سوئے نہیں دیا۔ فجر کی آواز ہونے لگی تھی۔ اس نے سڑی کوشش کا دروازہ کھولا اور اندر سے نکلنے کے لئے اٹھ گئی۔

صبح کی سپیدی کو دور ہوئی تھی اس کا دروازہ خوف جانے کہاں جا چکا کہ وہ اپنے آپ کو نہ صرف بہتر محسوس کرنے کے لئے بلکہ رات بھر جانے کو افسانہ پر بھی کھول گیا۔ ہفتے کے نام پر اس نے پائے کے ساتھ صرف دو زس لیے اور پھر ابھی وہ بیٹھی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اس میں سے کوئی ہوگا لیکن دلیہ بھت کہہ کر اسے حیرت تو جس ہوئی نا کواضر رگڑا اور اس کی آواز کو محسوس کر رہی وہ کہنے لگا۔

"مجھے آواز نہیں جانے تھا لیکن اسے با جا رہی تو نہیں تھا۔"

"کیوں۔۔۔؟ ایسی کیا بات ہوگی۔۔۔؟" کوئی کا کھانا گھر اس کے کچھ سے بھی ہو گیا۔

"رات بھر تم کسی اچانک سے خوف میں گھر کر جا کھاتی رہیں۔ میں سے سوچا جاتے ہو تم سے پوچھتا ہوں کہ تم اس خوف سے غصے میں نہیں۔۔۔؟"

"دلیہ بھت۔۔۔! تو حیرت سے اس کی طرف دیکھنے کی۔"

"نہیں میری کیفیتوں کی تو کون دیکھتا ہے۔۔۔؟"

"میں ذرا تھک رہا ہوں۔۔۔! رات صرف محسوسات کی ہے۔"

"ٹوپیہ غلام علی۔۔۔! اسے خاموش دیکھ کر کہنے لگا۔"

"سنو۔۔۔! ان کے آواز نے میں اب قہر سے تھکے گئے کہ بہت بیمار ہو گئی ہو۔"

"اور تم بھی بہت تھک کر ہو۔۔۔؟" اس نے فریاد کر کے ساتھ جانے پر آواز دہرایا اس کی اس کو دلیہ بھت۔۔۔! کمرے میں جانوں کی قویاں نہیں سوچیں گی۔ تمہارے ساتھ جانے کا تو مجھے بھی نہیں۔۔۔ اس کے ساتھ ہی اس نے دروازہ بند کر دیا۔

(میں نے ایسا سوچتے ہوئے اپنی پوری زندگی میں نہیں دیکھا۔ واضح طور پر اپنی عزت کا اظہار کر چکی ہوں پھر بھی چلا آتا ہے۔) وہ کبھی دیر تک اس کے بارے میں ہی انداز سے سوچتی رہی تھی۔

دلیہ میں جب وہ پھر جا رہا تھا اسے اپنے بارے میں سوچنے بیٹھی تو اسے اپنے سے اعتراف کرنا پڑا کہ وہ اس طرح نہیں رہ سکتی۔ اسے کوئی ایسا راستہ منتخب کرنا پڑے گا کہ جس پر چل کر وہ اپنے لئے کچھ آسانیاں فرمایا کرے۔ آخر زخمی رہنے کے لئے فقط ایک چھوٹی سی توڑ کا رگڑیں ہے اور وہ بھی بہت کچھ جانے ہوتا ہے۔ جبکہ یہ بھی سمجھنے رہے تو اس کے بہت کی روٹی بھی میری مرضی آسکتی۔ ایساں نے کوئی جائیداد نہیں چھوڑی تھی جس پر وہ بک کر کے بیٹھ جائے اور وہی ایک سر کی طارست کے بعد ان کے وادہات اس کی بھی تمام زندگی کے لئے کافی ہو سکتے تھے۔ وہ اپنے چلنے کے بارے میں مختلف انداز سے سوچتے ہوئے سو گئی۔ وہاں چلنے کی خبر نہ ہوگی۔ لیکن سوچتی تھی کہ جس کی کھانا رات بھر کی جائے گی اس کے لئے اس وقت ہاں چلے جائے پھر ہوگی۔

تمام اصل بھی جب وہاں سے پرزور اور دستک کی آواز سے اس کی تھک گئی۔ وہ یہ یاد کرنا تھا بیٹھی۔

دیکھ جائیں کہ یہ سے ہو رہی تھی۔ ابھی اس کے پہنچنے تک وہ دنیا باور وازہ دیکھا جا چکا تھا۔

"کون۔۔۔؟" اس نے دروازہ کھولنے سے پہلے ہی پکارا۔

”انہیں دیکھو جو میرے لئے نظر بند ہوئے لی ضرورت ہے اور نہ باوریا میرے بارے میں چلے گئے لی۔ یہ سچ ہے۔ میں اپنے لئے خود بھی اندازے سوچ سکتی ہوں بلکہ تمہاری اطاعت کے لئے عرض ہے کہ میں نہ صرف سوچ سکتی

جڑے ہاتھ توڑ دینے کو مجھ سے روک دینی کا موقع رکھے۔ "اس کے لیے میں آسوں کی ٹی ٹی شامل ہو گئی، پھر بھی وہ خاموش نہیں ہوئی۔

"میں اس بچہ پر سوچ کر اپنے آپ کو ہموکا نہیں دے سکتی۔ میں نے اسی دن جس دن پھر بھی اس کا حق نہ دیا تھا، جان اپنا تھا کہ زندگی کے اس بڑے پیر کو ٹی ٹی نہیں رہا۔ میں خواب جانتی ہوں اور نہ ہی ان کی خبر مانگنے کو میرے ہاتھ اٹھنے کے قابل رہے ہیں۔ اس تمام مہم میں میں بی بی! میں تو بے قصور ہو جاتی رہی ہوں اور یقین کر لی میری یادداشت میں اپنی حیات کا کوئی ایسا بلی ٹھکانہ نہیں ہے، جو میں نے کسی کے ساتھ زیادتی کی ہو۔ کسی کا دل ڈھکا ہوا یا حق راہوں، پھر میرے ساتھ ایسا کیا ہوا؟؟؟ کیا میں نے قصور کے ایک مہم کی سزا میرا مقدر طعمری؟؟؟" وہ رو رہی تھیں چاقی میں پھر بھی آس کو ایک طاقتور سے بنے گئے۔ اس کی باتوں میں صداقت تھی اس لئے بی بی اپنے آپ میں مجرم بنی خاموش رہیں۔

"بہر حال آپ ساتھ ہی کا دل بھڑکتا ہے۔ میں اس بات کو یاد رکھتا ہوں کہ اگر میں چاہتی ہوں تو یہ اس کی طور پر زندہ رہ کر دکھائی دے گی۔ وہ اگر یہ سمجھ رہا ہے کہ میں عورت نہ ہوں تو اسے گھبراہٹ سے آوازوں کی تو یہ اس کی بول رہی ہے، مجھے اس سے نفرت ہے۔" شہیدہ غفرت۔ "اس نے ہر دو قصوں میں چھپا لیا۔

اگلے دن وہ حالات کا مطالعہ کرنے کے لیے تیار ہو گئی۔ پہلے آس پاس کے اسکولوں میں جا کر انہیں کوئی جگہ خالی ہو لیکن قسمت نے ساتھ نہیں دیا۔ وہ ماہیں نہیں ہوئی کیونکہ اس نے اپنے آپ کو ہر قسم کی صورت حال کے لیے تیار کر لیا تھا۔ وہ چاقی کوئی کر کے بھی بچنے آسانی سے حاصل نہیں ہوئی۔ پھر اگلے دن وہ ایک بے مسئلہ پٹا دیا۔ ایک دو جگہ بات بھی لی لیکن خواہ مخواہ کوئی بھی اس نے خود ہی منع کر دیا۔ ساتھ ہی اسکول میں جا مانے کا خیال بھی دل سے نکال دیا پھر "غیر ورت ہے" کے اشتہار دیکھنے سے پہلے ایک انشعبہ میں داخلے کر وہ ناچنگ اور شارت وینڈ لینے لگی۔

اس تمام مہم سے میں دلیر بن کر ایک بار بھی نہیں آیا۔ بی بی اب اسے دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ کوئی بھی اور اب ان کا کہا تھا کہ وہ زیادہ عرصہ یہاں نہیں رہے تھیں کی۔ کیونکہ وہ سینے بعد ان کا بیٹا بنے۔ آئے دن وہ اس کے آنے سے پہلے ہی اپنے گھر میں جا نہیں گی۔ وہ انہیں دیکھ نہیں سکتی تھی۔ یہ بھی اس کا احسان تھا کہ اس گھر چھوڑ کر اس کے پاس دور رہی تھیں۔ وہ چاقی کوئی بی بی کے جانے سے پہلے ہی وہ اپنی زندگی کی یاد کو کسی کنارے لے آئے۔ چہارے، بقیہ سرخس، اس کے لیے حیرت انگیز شادیاں نہ ہوں، اس کا خیال تھا جب اسے 16 سالہ کی گزرا لیں میں اپنے لیے ایک کمرہ لے لی۔ بہر حال یہ بعد کی بات تھی۔ پہلا مسئلہ جاب کا تھا جس کے لیے وہ روزانہ کسی نوکری کا پتہ لگا رہی تھی۔ اس وقت بھی وہ ایک نیکو تجربہ دلہن کے بعد گھر جانے کے لیے اسٹاپ پر ٹکری ہوئی تھی جاب دلیہ بخت نے اپنی ایک جگہ اس کے باطل قریب کارروائی۔

وہ اپنی جگہ سے ایک آنکھیں کھلی تھیں کہ وہ مومن کو وہیں بھی ہے جہاں اپنے تئیں شاید وہ اسے جانا چاہتی تھی کہیں ہر طرف ان کے سامنے جو بھی ہم کرکری رہی ہوگی۔

"کیسی او۔۔۔" وہ بڑی کیسی کیسی سے پوچھنے لگا۔

"ٹھیک ہوں۔۔۔" اس کی لہجہ میں جواب دیا۔

"کہاں جا رہی ہو۔۔۔" وہ جواب دینے کے بجائے ڈر سے آتی بی بی کی طرف دیکھنے لگی۔

"سنو! اگر گھر جا رہی ہوں تو میرے ساتھ چلو جس تمہارے ہی گھر جا رہا ہوں۔"

"کیوں۔۔۔"

"مجھے بی بی سے جھگڑا ہے۔"

"مجھے یاد ہے۔ میں کہہ دوں گی۔" اس نے اپنی اطمینان کی اظہار کر دی۔ اس کے باوجود وہ پلکے سے سٹکر لیا۔

"بڑی بے مروت ہے۔۔۔" جھومنے سے ہی کہہ کر۔۔۔

"مجھے اسے اس کی توقع سے رکھو۔" وہ اس کی بات کاٹ کر بی بی اور قریب آتی بی بی کی طرف سے مصیبتی چاقی

تھی کہ اس نے بالکل اگلے کر دی۔

"میرے ساتھ چلو۔۔۔"

"اچھا دیکھیں اور دلیر بننے۔۔۔" وہ انتہائی تیزی ہوئی پتھر کاٹ کر چل دی۔ میں میں صبر

ہو گئی اور جب گھر میں داخل ہوئی تو وہ اسے بی بی کے پاس دیکھ کر نظر آئے۔ وہ نظارہ انداز کرتی ہوئی مکان میں چلی گئی

اور اس وقت تک اپنے آپ کو چہرے صرف دکھا جب تک وہ چلا نہ گیا۔

○ ○ ○

اس کا ناچنگ کا کورس مکمل ہو چکا تھا۔ اس کے باوجود وہی جگہ نہیں گئیں جاب نہیں بی بی تھی۔ کیونکہ وہ اس بات

کے لیے تیار تھی کہ کوئی چیز آسانی سے حاصل نہیں ہوگی، پھر بھی اب تک وہ اسے اتروا رہے تھے جس کی کاپی طریقہ

کوشش کرنے میں اس کا دل آدھا نہیں ہوا تھا۔

(سب لکھا ہے)۔۔۔ وہ سوچتی۔

(سلیکشن تو وہ پہلی کر رہے تھے۔ جس میں اصل خانہ پوری کے لیے سب کو بلا کر وہ قریب جاتے ہیں)۔

اور بی بی اپنے گھر جانے کے لیے تیار تھیں۔ اب جاب سے نہ زیادہ اسے یہ گھر سنا ہے تو کہہ دیا کیلی کیسے

رہے گی۔؟

"بی بی!۔۔۔" کچھ دن اور۔۔۔ "اس نے منت کر ڈالی۔

"میں اپنا کئی انتظام کر لوں گے۔" بی بی نے جواب دیا۔

"جی!۔۔۔" آخر میرے ساتھ چلی چلو۔۔۔" بی بی نے غلط سے فنی کش کی اس کے باوجود اسے لگا

جیسے ان کے دماغ میں دلیر بخت کی زبان ابھارے کیسے نہیں تھا کہ جس بات کے لیے وہ اسے ہی طرح دھکا دیتی

تھی اب اس کی ہل کر ڈالی۔

"میرا جانا نہیں ہے بی بی۔۔۔" اس نے سہولت سے منع کیا۔

"نہیں۔۔۔" آپ کچھ دن تک چاہیں۔۔۔ اگر اس دوران میرا کام ہو گیا تو ٹھیک۔۔۔" وہ پھر بھی نہیں

آپ کو روکوں گی۔۔۔" اس نے بی بی سے وعدہ کر لیا۔

(اس آج آخری کوشش)۔۔۔ وہ اندر آج کے لیے جاری تھی تمام راستہ اپنے آپ سے بھی کبھی نہ رہی۔ شاید

اندروں میں، اب یہاں سے بھی گھر کرنا شروع کر دیا تھا۔ خاص دل برداشتہ بھی ہو رہی تھی اور وہ بھی مسلسل آنے والے

کل کو روچے ہوئے پریشانوں کی تمارج کا وہ ہوا تھا۔

اس کا نام کار کیا۔ وہ کسی معمولی کی طرح آنکھ کر اندر بھیجی تھی، مگر وہیں اس کی جڑ پہیلے اندر ہی میں ہوئی تھیں۔ اس نے پہلی سے جواب دے اور وہی جگہ میں آنکھ کر باہر آئی۔ اس خطے سے کمرے میں اس کا دل گھبرا کے تھا اور اس خیال کے کسب دکھاوا ہے، اسے وہاں سے جلدی اٹھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ باہر آ کر وہ دوبارہ پہنچ پر بندھ گیا اور قریب سے گزرتے ہوئے یاد سے پانی لانے کے لئے کہا۔ پانی کی کڑواہٹ اور مصائب قدر سے ہنسٹون ہوتے تو وہ ہنسٹون کے جے پر لٹکے ہوئے جانے کے لئے آنکھ کھڑی ہوئی اور ابھی اس نے قدم بڑھایا ہی تھا کہ ایک بار مراس کا نام کار کا نام لگا۔ وہ جھٹک کر کی اور حیرت سے پیچھے ہو کر دیکھنے لگی۔

”ٹوبہ غلام علی آپ ہیں؟“ کسی نے اس کے قریب آ کر پوچھا۔ وہ صرف سر ہلا سکی۔

”آپ کو ایم ڈی صاحب بلا رہے ہیں۔“

ایلی طرف اشارہ کئے وہ اس لمحہ بھڑک کر کی پھر اس کے پیچھے چل پڑی۔

”میرے خدا...“ اسے دیکھنے ہی ایم ای نے اہم اہمیت لی۔ اس کے ہاتھ میں ہوا یا تھا اور کچھ دیر تک وہ فریختی سے اسے بند لٹکانے کو دیکھتی رہی تھی۔ اتنی کو ششستر کے کچھ بھاس کا اچھس ہونا شاید وہ بدلائے کو پسند نہیں آتا تھا۔ جب علی اُس دوس کے چراغ اس کی جھولی میں ڈال دئے۔ وہ بے حد خوش ہوئی۔

”چھٹک ہر۔۔۔۔۔؟“ اس کی آواز میں زندگی کی کھٹک اٹھ آئی تھی۔

”آپ بھلی مارا ہے جو اٹن کر لیں۔“

”اور کس سر.....!“ اس نے باہر آتے ہوئے دلوں کو شمار کیا۔ پہلی چاروں میں چھوہاں تھے۔ اس نے اطمینان کا سانس لیا کہ اس غریب میں دو درپیش کا بھی کوئی انتظام کر لگی۔ اس نے اس سے اگلے درجہ کی کار ایک لڑکی بچے کے آنکھ کر اس کے ساتھ ساتھ چلے گی۔ پہلے دو تھوڑے ہیں ہوئی لیکن جب اس نے نو عمار

”اعتراف کیسار ہا۔۔۔“ وہ چمک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ غل جگمگاتی ہوئی سی تھی جیسے پہلے کہیں دیکھا ہو۔ ذرا تھک کر وہ رو بہ صبح بڑھ اٹھی۔

”تم نے تباہ نہیں..... شروع کیے مارا۔۔۔“ لڑکی نے ۱۵ بار دہرایا تو وہ عجیبی ہو کر مسکرائے گی۔

”کامیاب رہا..... بلکہ اپنا ٹھکانہ ایئر کھلی لے گیا ہے اور پہلی تاریخ سے مجھے جوائن کرنا ہے۔“

”اچھا.....! مبارک ہو.....!“ لڑکے نے خوشی کا اظہار کیا۔

”کیا تم بھی انٹرویو کے لئے آئی تھیں.....؟“ وہ اس سے پوچھنے لگی۔

”نہیں...! میں ایک اور جگہ جا رہی ہوں۔ یہاں ایک کام کے سلسلے میں آئی تھی۔“ قدرے توقف کے بعد پوچھنے لگی۔

”تم کس طرف جاؤ گی۔“

$$^{14}\text{I} \dots \dots \cdot g_{\frac{1}{2}}^{\frac{1}{2}} \text{I}^{\frac{1}{2}}$$

”ارے۔۔۔! میں بھی اسی طرف جا رہی ہوں۔ اگر تھہرے پاس کوئی شخص قبیضہ ہے تو چلو۔۔۔! میں تمہیں چھوڑ دوں گی۔“

”شکریہ.....! میں بس سے مٹی جاؤں گی۔“ اس نے مسخ کیا لیکن وہ بھی عیب لڑکی تھی بعد اصرار اسے اپنے ساتھ لے آئی۔

”میرا نام مریم ہے۔“ اس نے گاڑی انٹارٹ کرتے ہوئے اپنا تعارف کروایا اور سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔
”تم کیسی ہو۔“

تعارف کے بعد، التوا

”سنو.....!“ جب دو گھر کے سامنے اترنے لگی تو سرجم نے ایک کانڈ پر جلدی جلدی کچھ کھرا س کی طرف بڑھا دیا۔

”یہ میرا نمبر ہے۔ کل اسی وقت مجھے فون کر لیتا۔“ اس کے خاموشی سے دیکھنے پر کہنے لگی۔

”اور سے دل ایک کمرہ عالی ہے اگر تم ہے انگلیسٹ کے طور پر رہتا جا پورہ۔۔۔“

”میں کل جسے فون کروں گی۔“ اس نے جلدی سے کہا۔

”کوہ کے.....! خدا حافظ.....!“ مریم ہاتھ ملاتے ہوئے گاڑی پر حائلے لگی اور اس نے فوراً پلٹ کر دروازے پر دستک دے لی۔

”بی بی.....! بی بی.....!“ بی بی نے دروازہ کھولا، بی بی تھا کہ وہ ان سے پٹ گئی۔

”خیر! کوہا کی بی بی!... مجھے کوہا کی بی بی کی یاد ہے۔ کل رات مجھے انکسٹام بھی ہو جائے گا۔“ خدیجہ نے کہا۔

”ٹوہیہ! تم ٹھیکہ تو ہوا؟“ اس کی آواز پر وہ ایک جھٹکے سے سر اٹھا کر دیکھنے لگی۔ کس قدر قریب کھڑا تھا وہ اس کے دونوں کندھوں پر بٹھا کر رکھے ہوئے۔ وہ فوراً چلے گئی اور اس کی طرف سے چپڑھٹوڑتے ہوئے بولی۔

۱۴۰۰

”ابھی میں نے دیکھ دی تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ پھر سامنے جو منظر دیکھا تو.....“ وہ سہکتا رہا۔

”اے اس ہمارے چنگاے کا پس منظر یہ ہے تمہا کوں۔“

”مجھے چاہیے کہ میں اپنی خوشی میں بھول گئی کہ مائے کو کھڑا ہے۔ ہے اختیار اس کی طرف ملتی۔“
”اور جاتا ہے..... بہت جلد میری رہائش کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔“

”رہائش کا کیا مسئلہ تھا.....؟ یہ گھر تمہارا اپنا ہے۔“

”اچھا تو ہے۔ پس میں اس کیل نہیں روکتی تھی اور جب سے بلدی نے جانے کی زلے لگائی شروع کی ہے تب سے تو میں اور پریشان ہو گئی تھی۔“

”بی بی تمہارا اتنا ہی ساتھ دے سکتی تھیں۔ اب ظاہر ہے ان کا مین آؤٹے والا ہے اور بی بی کو اس کی شادی

Figure 6

اس تمام دوا میں سے کئی اور نسخہ اپنی سرکب چاہے ہوئے اس کے الٹی پکا کر صدف میں سے یا صاف کونوید

"تو یہ! آؤ تم بھی کھیلے۔" مریم نے کہا تو وہ چمک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"آؤ تم! اس نے دوبارہ دہرایا۔

"مجھے کھیلنا نہیں آتا۔ اس نے مقدوری غماز کی۔

"ارے! اس میں کیا مشکل ہے۔"

"مشکل نہ ہو لیکن میں کیونکہ کبھی بھی نہیں اس لئے مجھے مشکل لگتا ہے۔"

"چلو! میں تمکا دیتی ہوں۔"

"بھری کمری! اس وقت بھی ہوئی آئی ہوں۔" وہ ایک اٹھا کر کوڑی ہو گئی اور اپنے کمرے کی طرف جانے لگا۔ اس نے محسوس ہوا جیسے اس کا سارا اہم کام ان رخصت ہو جانے والا تھا اور وہ حالات سے لڑنے کی نکتہ سمجھ رہی ہو۔

(والیدہ بخت! یہ سب تمہاری وجہ سے ہے۔ وہ ایک چمک کر خود غی و چین بند پر گزرتی۔

(میں بتانا چاہتی تھی کہ میں وہ اختیار اختیار کرنا ہے۔ کوئی ریٹیکشن ہے میرا والیدہ بخت سے پھر بھی ہم کسی نہ کسی ٹائے ایک سوڑ پر آکر لڑے ہوتے ہیں۔ آخر کیا کریں! اور آئے یہ یقین کون ہے کہ میں حالات سے گھست مان کر بالآخر اسے حق واڈروں کی؟)

"تو یہ!۔" مریم نے کہا کرتی ہوئی اندر چلی آئی اور اسے بند پر ادھر سے لے کر دیکھ کر تھوٹ کر رہ گئی۔

"کیا ہوا؟" تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔"

"ہاں!۔" ہاں کی صورت اس نے بیٹے میں دیکھ لی مگر اسے حارث کی۔

"لوہا ہے کیا؟" مریم نے ایک تنگ اس کی طرف بڑھا دیا تو وہ اٹھ کر ہوئے ہوئی۔

"تم نے خواہ مخواہ دوست کی کیا بھی آئی رہی تھی۔"

"چلو یہ کھٹ پھردو۔ یہ بتاؤ تمہیں وہ کیا ہے۔" مریم اس کے پاس بیٹھنے ہوئے بہت اناجیت سے پوچھنے لگی۔

"مجھے کیا ہوا ہے؟ کدھ بھی نہیں۔"

"نہیں ڈرو! جب تم آئی تھیں اس وقت میں نے محسوس کیا تھا کہ تم کدھ بھی بھی ہو۔ کیا آفس میں کوئی بات ہو گئی ہے۔"

"نہیں۔"

"پھر؟"

"کیونکہ اس کا دل چاہا وہ ساری بات مریم کو بتا کر اس سے دھوا گئے۔ اس سے کہے کسی طرح والیدہ بخت سے میرا بیچنا چھڑاؤ۔ کوئی ایسی توجہ کرو کہ وہ میرے سامنے میں آ کر چھڑا دے۔ لیکن پھر اس خیال نے کہ جتنا نہیں مریم اس کے پارے میں کیا سہا ہے۔ اسے کدھ بھی کہنے سے باز رکھا۔

"کدھ یہ بتانا ہو۔" مریم مقدوری کا جانا دے کر اڑ گئی۔

"ہاں! نہیں۔" بکھٹل اپنی ہونٹوں پر تھپ تھپ ہوا پھر کہنے لگی۔

"میں یہ بتانا نہیں ہو مریم! میں نے کبھی طبیعت کدھ تو نہیں ہی دیکھی ہے۔"

"تم نہ جانتا چاہو۔" دوسری بات سے وہ نہیں ڈرتی۔ کہہ سکتی ہوں کہ کوئی بات ضرور تمہاری پریشانی کا باعث بنی ہو گئی ہے۔"

"تم خواہ مخواہ کر رہی ہو۔" وہ ایک کھول کر اس میں سے کارڈ نکالنے لگی۔ پھر وہ کارڈ مریم کی طرف بڑھاتے ہوئے ہوئی۔

"اصل بات یہ ہے۔"

"یہ کیا ہے۔" مریم کارڈ اٹھوں میں لیتے ہوئے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"چیک اپ کی کارڈ ہے۔ میں یہاں چاہتا ہوں اس آئی اور چاہتا ضروری نہیں ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔" مریم بالکل نہیں سمجھ کر وہ کیا کر رہی ہے۔

"چاہا تو ضروری ہے کہ یہ اس صحت کی طرف سے ہے جس کے کدھ براحتی ہیں اور چاہنے پر دل آدھوں نہیں ہوتا کہ اس دیکھی ہوگا۔" آخری الفاظ اس نے بے خیالی میں ادا کیے تھے۔

"کون۔" کون ہوگا۔" مریم کے پوچھنے پر وہ چونک گئی۔

"کوئی نہیں۔"

"تو یہ!۔" شاید تم مجھے دوست نہیں سمجھتی تھی میری عزت میں رہی ہو۔"

"اسکا نام نہیں ہے۔" وہ تادم ہو گئی۔

"تو پھر میری طرف سے کیا بات ہے۔" اپنے آپ میں کیوں اٹھ رہی ہو۔"

وہ کبھی اور ایک سر جو کدھ خاموش بیٹھی رہی۔ اصل میں وہ کدھ نہیں یاد تھی کہ مریم کو کس طرح مطمئن کرے۔ بہت دیر بعد اس نے بول بات کی۔

"اصل میں اس قانون کا ایک بڑا ہے جو مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا اور میں اس سے اپنی تابعداری کی کا اظہار بھی کر چکی ہوں اس کے باوجود وہ مجھے کہہ کر اٹھ گیا۔ یہ بات کہے ہوئے ہے اور میں اس کی وجہ سے شادی میں نہیں چاہتا چاہتی۔"

"آئی بات کو تم نے مسئلہ دہرایا ہے۔" مریم کا انداز ایسا تھا جیسے کہ وہی ہو سکھا دیا تھا لگا کر۔

"تم آئی بات کہہ سکتی ہو کیونکہ تمہارا اس کے سے واسطہ نہیں ہے۔" اختیاری کوثر ہے۔"

"نکتہ بھی کوثر ہو پھر بھی وہ شادی کے پھر سے گھر میں سے تمہیں اظہار کر کے لے جانے سے تو رہا۔"

مریم نے بونٹی ایک بات کی تھی اور وہ زبردستی۔

"کیسی باتیں کرتی ہو؟" اس کے منہ سے کبھی بھی نہ آتا تھا تو مریم حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"میں لڑکی۔" تم تو جوں جوں دیکھ رہی ہو جیسے وہ کج خلق نہیں۔"

"میں مریم۔" اس نے ٹوک دیا۔

"اچھا چھوڑو! یہ بتاؤ شادی سے کب۔" مریم خودی کارڈ دیکھ کر کہنے لگی۔

"نہیں۔" ایسا کہہ کر خودی دیر کے لئے بلی چاہا اور کہہ دیا چاہا تو مجھے مجھ ضرور دے۔ یا۔ میں اطلاع کر دوں گی کہ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

”نہیں!.....“

ساتھ لے گیا لیکن یہاں بھارے دلیہ کے ساتھ دو بیڑی چڑھائی ہوئی تھیں ایک دھوپ لڑکی تھی جس سے وہ محبت کرتا تھا۔ میں نے بتایا میں کہ وہ دوسروں کی مدد کرنے میں اپنے نقصان کی پروا نہیں کرتا۔ عام حالات میں شاید وہ لڑکی نہیں اس کی محبت کو لے کر لیتا لیکن اس واقعے نے اسے دلیہ سے اتنا خطر کر دیا ہے کہ وہ اسے دیکھنا نہیں چاہتی۔ سالانہ وہ بھی اسے اتنی ہی محبت سے چاہتا ہے۔

کتنی بہت ساری باتیں ایک ساتھ اس کے ذہن پر دھبے رہ گئیں۔ وہ کھوئے کھوئے لہجے میں پوچھنے لگی۔

”تمام چلی صاحب کا کیا ہوا؟“

”وہ بے گناہ ہے اور ایک مہینے بعد ان کی بے گناہی پر بت ہو گئی۔“

”کیسے؟“

”اس میں اہم ڈی گائیں پرانے احادیث اس کے خیال کو بہت کھتا تھا اور انہوں نے سورج سے ٹاکہ اٹھا کر اس میں سیف سے قلم نکال لی۔ بعد میں ان باتوں میں اتفاق ہوئی تو ایک نے بتا دیا۔“

”اور ان کی باتی۔“

”اسے جس طرح دلیہ نے کر لیا تھا اسی طرح وہاں چھوڑ گیا۔ میں کہ اسے اس تمام واقعے کی خبر ہی نہ ہوئی۔“

”تقدیر سے تو کب سے ہو گئے گی۔“

”لیکن دلیہ کی پوزیشن پر تو غراب ہو گئی ہے۔ وہ اس لڑکی کے بغیر زندگی کو بے معنی قرار دیتا ہے اور تمام چلی صاحب نے کہا تھا وہ بھی نہیں تو نہ کہنا۔ کیا کرے مجیب مشکل میں پھنسا ہوا ہے۔“

وہ چپ چاپ مریم کی طرف دیکھنے لگی۔

”تم جانتی ہو۔“ اسے کیا کہنا چاہئے۔“

وہی نہیں میں اس پر اسے لگی تھیں اس کی آنکھ میں ہلکا سا دھبہ۔

”میرا خیال ہے اسے بتا دینا چاہئے۔“ مریم اٹھ کھڑی ہو گئی۔

”آخر تمام چلی صاحب بھی تو اپنے آخری وقت میں اپنی بیٹی کا ساتھ اس کے ہاتھ میں اسے گئے تھے۔“

”ہاں شاید!“ اس کی آنکھوں میں وہ ایک ہلکا سا غمرا۔ جب اس کا ہاتھ اس کی منہ پر گرفت میں تھا۔

”اور چاہے تو ہو۔“ اس نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

”مجیب دیکھائی محبت ہے اس کی۔ اس لڑکی کے دل میں اتنا درد و غمت کے باوجود اس نے اپنے آپ کو اس کی پاسبانی کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ وہ ایک ایسی ہی سے غافل نہیں ہوتا۔“

(اور دلیہ بخشتہ آپ سے ہی دیوانی محبت کرتا ہے۔) ذہن کے درجوں پر اس کی کیا بات دیکھ دینے

گئی۔

”وہ جب آگئی تھی۔“ مریم اٹھ کھڑی تھی۔

”اس نے اپنی جگہ بھی کوس کے پاس بیٹھ دیا۔ جب اس نے سنا کہ وہ جاہ کی صفائی میں ہے تب بھی جگہ جگہ اس کے لئے دوڑتا ہوا اور آخر میں وہ میرے پاس آ کر وہ کسی گھر پر داخل ہوا چاہتی ہے۔ وہ اس

وقت المہمان نے نہیں بیٹھا جب تک اس کی طرف سے مطمئن نہیں ہوتا تھا۔“ مریم خاموش ہو کر انور اس کی طرف دیکھنے لگی۔ شاید اس کی کیفیت کا اندازہ کرنا چاہتی تھی اور وہ ایک ہی نقطہ پر نظر سے نظر میں مرکوز کیے شاید انہوں کو آواز دے رہی تھی جن کے بارے میں اس نے کہا تھا۔ جس تھاہی زندگی میں آئے والے بڑے بڑے گھون گھونکوں کا کیونکہ جیسے جیسے ہے کہ کسی قسم انہوں کو راز سنا رہا ہوگا۔

”تو تھی۔“ مریم نے بہت آہستہ آواز میں اسے یاد دلایا۔ ”وہ جیسا کہ اس نے اس کے گرد کھینچا ہے وہ ٹوٹ نہ جائے اور وہ اس حسد میں مکمل طور پر غرق ہو چکی تھی۔“

مریم اٹھ کر چلی گئی۔ اس کے بعد بھی وہ کھلی درک اسی طرح چھٹی رہی تھی۔ چار کیوں میں ڈوبا ہوا آہستہ آہستہ ہوا اور پھر اٹھا۔ بہت ساری باتیں جو اس کے لئے سمجھنی چاہیے اب خود بخود واضح ہو رہی تھیں۔

(وہ ایمان کی پریشانی۔) وہ نصف شب ان کا دروازہ کھینچا۔ ”بڑا ناگوار صبحی پروردہ۔“ اور ایک بار وہ اپنے آپ سے کہہ رہے تھے۔ ”سب آؤ! انہیں اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں اب نہیں تو کبھی نہ کبھی ضرور میرے لیے گناہی جات ہو جائے گی۔“

(اور آخری دن گھر کی ساری چیزیں بیٹھی تھیں۔) کچھ کر کے چور کا گناہ ہوا تھا۔ تو کیا اس دن پولیس نے اس کے گھر کی صفائی کی تھی؟ اس نے سوچا اور چنگ کی پٹی پر سر رکھا۔

(میرے خدا۔!) اس کی آنکھیں پائوں سے پھر گئیں۔

(وہاں سے میرا خیال کرتے ہوئے میں میرا خیال نہ کیا۔ وہ کسی اور جگہ بھی تو گئے کیوں بھیج سکتے تھے انہوں نے میرے طریقہ کیوں اختیار کیا؟ اور پھر انہوں نے مجھ پر مبرا۔) کیوں کیا کیا؟ کیا انہیں یہ انداز تھا کہ میں بھی انہیں مجرم سمجھ سکوں۔؟ انہیں باہمان۔۔۔ (انہوں میں میں نے گناہی کیا ہوں سے بہتا چلا گیا۔

(ساری دنیا بھی آپ کے خلاف گواہی دیتی ہے آپ ہی میں یقین نہ کرتی۔) لیکن آپ نے میرا یقین نہیں کیا۔

میں اپنی ہی فکر میں مجرم بن چکا ہوں اس لئے سوچ رہی ہوں۔) وہ سوچے پر آئی تو سوچتی چلی گئی۔

(اور دلیہ بولے۔۔۔) لیکن اب اس سے ہم جو ملے تو شہیدانہ عزت کا احساس ہوتا تھا اور اب اگر کچھ نہیں تھا تو آسودہ رحمت سے پہنچے گئے تھے۔

(مجھے یقین ہے کہ وہ جگہ سے ساتھ کوئی نئی عمر کر رہا ہوگا۔) لیٹی لیٹی یقین سے کہا تھا۔

اور پھر وہاں تو کئی گھنٹوں میں اس کی باتیں جہرود سے موزوں ہو اس کے سامنے آکر کھڑا ہوا۔

(”تم میری زندگی کی اولین قضا ہو۔“ اور ”تم نے گھوٹوں میں جہاد سے پاس رہا ہوا۔“)

(میرے خدا۔!) اس نے وہاں انہوں میں ہر مقام کیا۔

(میں اپنی ذاتی اہل ان ایمان کیوں تھی۔؟) وہ ایک شخص جس کے ہوتوں پر وعدے کا نقل ہے اب بھی

جبر کی پاسبانی کر رہا ہے اور میں اس کا ٹھکانہ کر رہی ہوں۔) اس نے اچھے اس سے ختم ہوئی۔

تجربہ مریم اس کے لئے نقل دیتی تھی وہ کمرے سے نکل کر اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

”خیر۔۔۔! رات تم نے کہاں سے تین گھنٹہ تباہ تھے جو تھے کچھ کر گئے تھے۔“

”چہ تھا کردار۔؟“ مریم جان بوجھ کر انہاں تھی۔

تو نے پارا تارا ہے

"اے! اے! اے! ایک جگہ سے اندر ہو کال آگئی۔" وہ آجمن علی سے چلاتی ہوئی اندر آئی تو اس کے ہاتھ میں لٹافہ دیکھ کر ماں نے ایشیائی سے پوچھا۔

"مید کاغذ ہے کیا؟"

اس کی خوشی میں اس کا بھائی اور دروازہ جواب بھی نہیں دے سکی۔ سر جیوا کر لٹافہ لپٹ کر دیکھنے لگی اور بھائی نے جگن علی سے اس کے ہاتھ میں لٹافہ دیکھا لیا تھا۔ وہ بھی کام چھوڑ کر اس کے پیچھے چلی آئیں اور اب دروازے میں کھڑی اس کے جواب کا انتظار کر رہی تھیں۔

"تازہ! کس کاغذ ہے؟" اہاں نے حد درجہ بے میری بے مظاہرہ کیا تو وہ گہری سانس کھینچ کر بولی۔

"جیوا کاغذ ہے۔" بھائی اس کا جواب سنتے ہی دائیں لپٹ گئیں اور ماں نے بے دلی سے پوچھا۔

"بھروسہ کا ہے۔"

"کسی کاغذ ہے۔ ایک جگہ کوڑی کی دروازہ آئی تھی انہوں نے اندر جاکے سے بلایا ہے۔" اہاں علی کی طرح اس نے بھی بے دلی سے جواب دیا اور دوا کو لئے گئی۔ کتنی جگہ چلتی کر کھا تھا اس نے اور کتنا انتظار تھا کہ کبھی سے جو کال آئے اور اب اس لٹافے نے کتنی مشکل بنادی تھی۔ اہاں اور بھائی جتنی جتنی تھیں، اُنہی ہی مایوس نظر آ رہی تھیں اور اگر پہلے مرے سے اسے پتا نہ چل جاتا تو اس کی اپنی بھی یہی کیفیت ہوتی۔ بہر حال نظروں کی تازہ دیکھ کر اس نے کاغذ دوبارہ ہاتھ میں ڈالا اور ماں سے پوچھنے لگی۔

"اے! جیوا کو کسے ہوئے تھے دن ہو گئے ہیں۔"

"دن؟" اہاں نے تعجب سے اسے دیکھ کر کہا۔

"بہتر پوچھتے ہو گئے ہیں۔"

"پچھتے ہیں؟" وہ سوچتا تھا پوچھتی اور اہاں اپنے آپ بولنے لگیں۔

"اتنا حیرت سے رہا تو نہیں۔" وہ گھبراہٹ سے جھپٹا۔ ایک غلط حرکت کا نہیں تھا۔ اگلے

سینے خبر سے نیچے کی گود بھرے والی سے اس کا بھی کوئی خیال نہیں۔

"اے! بھائی بھائی بہت پریشان ہیں۔"

"ہاں! وہ بڑی مریم جو مجھے پہلے دن آفس میں ملی پھر لید کے کہنے پر اسے مگر لے آئی۔"

مریم بے ساختہ من پڑی۔ پھر اس کی آنکھوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"گنگا ہے رات ٹوٹ کر رہی ہے۔"

"ہاں!..." اہاں نے اکیلا انداز سے اعتراف کیا۔

"اب کیا ارادہ ہے..." مریم نے غصہ سے پوچھا۔

"اس کے پاس جاؤں گی جس کے ہاتھ میں اہاں کے ہیرا ہاتھ چھایا تھا اور کہا تھا خدا کے ساتھ ماں اس

دنہا میں کوئی نہیں ہے۔" بھولیدہ بھٹ۔

"پچھا تو کیا اب تمہاری کونٹیں گتھیں؟" مریم نے مسخری ہنسی کا مظاہرہ کیا۔

"تم بہت جگہ جاؤ اور سب جگہ..."

"میرے ساتھ چلو! میں جہیں اس کے پاس چھوڑتی ہوئی جاؤں گی۔" مریم اس کی کمر میں ہاتھ

ڈالتے ہوئے بولی۔

"بھائی! چائیں رات میری عمر جیو کاغذ کو نہیں۔"

"کیا مطلب؟" وہ قدم روک کر پوچھنے لگی۔

"رات فون پر میں نے اسے ساری بات بتادی تھی اور کہا تھا فیصلے کی کھڑکی آئے گی۔" وہ سر جھجک کر

پھر اس کے ساتھ کل پڑی۔

مریم نے اس کے گھر کے سامنے اسے اتار دیا اور خود چلی گئی۔ کتنی دیر تک وہ کھڑی سوچتی رہی کہ اس

سے کیا کہے گی۔ پھر ایک دم نکل پر ہاتھ رکھ لیا۔ دروازہ دھکی کر کھولا۔ بیٹا نہ تھا کہ آ رہا تھا تو لے کے ہاں کو کڑتا

ہوا اس پر نظر پڑی تو اس کا ہاتھ دھکیے سے تھک رہا تھا۔ بیٹا شاید اسے جتنی نہیں آ رہا تھا۔

"تم؟" کتنی دیر بعد وہ بس اتنی قدر کہہ سکا تھا۔

"ہاں ولیدہ بھٹ! میں اہاں کو کھینچتی ہوئی یہ کہہ آئی ہوں جس کے بارے میں تم نے یقین

سے کہا تھا کہ کبھی میں انہیں آواز ضرور دوں گی۔"

"تو یہ؟"

"انہما نے کونٹیں کو گئے..."

"کبھی تم اسی دروازے سے ٹوٹ گئی تھیں۔" نہ جانے ہوئے بھی ٹھوکر کھیا۔

"اس وقت میں جیس جانتی تھی کہ جس منہ بولا چاندی میں آ کر ڈکرتی ہوں وہ کی تو ہے۔"

"اب جان لیا ہے تو ایمان کی حد تک یقین رکھنا آؤ۔" اس ٹھوکر اور اس دل کے دروازے صرف

تمہارے لئے کھلے ہیں۔"

اس نے اندر داخل ہونے سے پہلے اپنی ہنسی ہنسی ہنسی اٹھ کر دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں جھجک کے پچھتے

چھوٹے مسوسوں کی لہو پڑے رہ گئے۔

”پر پتائی کی بات نہیں ہے کیا۔؟ یہاں تو ہر دہائی کے آگے پیچھے مرجھ چکا اور اب۔۔۔“ بھائی کو آتے دیکھ کر اماں خاصاں ہنسنے لگا اور وہ بڑی ہنسنے لگا کر بولی۔

”آگیا بھائی۔! آپ کن کاموں میں ابھی ہوئی ہیں۔۔۔؟“

”بس۔! دو چار برتن دے گئے تھے وہی صحری ہوئی۔ تم تیار۔! کس کا خط ہے۔۔۔؟“ بھائی پہلے اس بچی نہیں کہہ سکا کیونکہ اس نے سرسری انداز میں پوچھا اور اس بار اس نے خوشی سے جواب دیا۔

”اتوار پر لیٹر ہے۔ نکل جاتا ہے۔“

”تم چاہ کر سکتی۔؟“ بھائی نے پوچھی عام سے لہجہ میں جو چاہا اور وہ ڈر سا اس کر بولی۔

”کیوں۔۔۔؟ کیا میں چاہ نہیں کر سکتی۔؟“ حالانکہ یہ وہی اس کے لئے بہت مشکل تھا کیونکہ وہ خاصی ڈر پرک اور بڑی قسم کی لڑکی تھی اور بھائی نے بھی شاید اس کے لیے جو تھا۔۔۔ زیادہ ہی اور بھائی تو خاصاں اور جیسے کہیں بااں بول پڑی۔

”کیوں نہیں کر سکتی۔؟“ اٹاٹا اڑھ پڑھ بھی گئی تھوڑا ہو۔ اور کثرت پر تسلیم کام نہ آئے تو پھر کیا کرنا۔۔۔ کبھی نصیحت کیا ہی نہیں کر سکتی۔۔۔ وہ کچھ چاہ سکتی تھی۔

پھر سارا دن وہ تھکے تھکے سے اماں اس سے لٹکا رہا۔ اس کے لئے اسے حوصلہ دینی چاہیے کیونکہ وہ اسے بہت اچھی طرح جانتی تھیں۔ اس کو کالج میں بھی بڑی مشکل سے چاتی تھی۔ اگر اس آتی تو کس طرح تو شاید اپنی کلاسوں کے بعد ہی دو گھر چلے جاتی اور اس وقت اماں نے پتے نہیں سوچا تھا کہ اسے تو کڑی کرنی ہے۔ بس اس کی خواہش تھی کہ اس کے لیے خوب پڑھ لکھ جائیں۔

بڑے عید عید تھا۔ یہ کام کے بعد ان کا تھارہ بھی مزید پڑھنے کا تھا لیکن اب اسے انتقال کے باعث انہیں تعلیم کو خیر باد کہنا پڑا اور انہیں اسے چاہ کر ہی۔ اس وقت وہ انہیں بھی اور اسے پڑھنے کا شوق تو تھا لیکن وہ باہر نکلتے سے بہت بھراؤنی تھی۔ اس کی بھی وہی تھی۔ بہت چھوٹی تھی مگر قانچ پانچ چھ سال کی۔ ایک بار باہر نکلتے ہوئے گھر سے گزرتے دیکھ کر اس کی سیکل کے دوران تو احساس نہیں ہوا لیکن جب پہلے اپنے گھر کی طرف چلے گئے تھے اسے اپنا گھر نہیں نظر آتا۔ ایک ہی تھکی ہوئی تھیں۔ وہ اور دوسرے لوگ بھی بھری جب تک کہ وہی تو روٹنے لگی۔ ایک آدمی نے فوراً جب آکر روٹنے کا سبب پوچھا پھر بھلا کیا کہہ دے اس کے گھر پہنچا دے گا اور پھر بھائی اسے گھر پہنچانے کے گوشہ نشین تھا کر کسی اور دروازے پر بھی لگتا۔ پتہ تیار نہ ہوا۔ وہ اس کی قسمت انہیں تو کر لکھے کے کسی آدمی نے دیکھ لیا اور ایک نوکر ہوا۔ وہ فرزند بھی ملنے سے۔ جو کھوکھوکہ لگ رہا تھا اس لئے نکلے گا تو آدمی نظر انداز نہیں کر سکا۔ اسے دوک کر چھا کر پٹکی کو کھال سے جا بے ہوا اور وہ اس قدر بھراؤ کا اسے پیٹک کر ہمارے کھڑا رہا تھا۔

پھر وہ گھر تو پہنچ گئی تھی لیکن جس طرح وہاں اس نے اماں سے اسے ڈر دیا تھا کیا تو اس وقت سے اس کے اندر ایک خوف بیٹھ گیا تھا۔ جسے بعد میں لوہاں میں بھی نکال نہیں۔ اس کی تک راست چلنے سے اسے یوں لگتا جیسے ہر شخص اس کے خاقب جس آ رہا ہو۔ اس کو اس میں متحرک تک اندھا سے چھوڑ کر آئے تھے اور وہ ان میں بھیا لے لگا کرتے۔ اس کے بعد اگلے ایک دنے علاقے میں اپنا گھر خرید لیا۔ یوں وہ پرانا مکان چھوڑ گیا اور وہی جگہ سے

ایک دہائیوں کا کچھ جانے والی ہو گئیں تو وہ ان کے ساتھ جاتے نہ جانے کبھی رات وہ لڑکیاں نہ رہا اور شاید بعض کر تیش تو اس کی بھی بھلی ہو چلی تھی۔ اماں کا کھانا تیش کر کے خراب تک دوسرے کے ہمارے چلو کی۔۔۔؟ لیکن اس کا ایک ہی جواب ہوتا تھا۔ میں۔۔۔ کبھی نہیں جاسکتی۔

پھر اب اس کے انتقال کے بعد جہاں بھائی کی دعاں چھوٹ گئی وہاں اس نے بھی سوچا تھا کہ کھینچنے دے، لیکن اللہ کی صبر بانی سے بھیا کو صلہ ہی تو کبھی ملے گی اور اماں سے اسے کبھی نہیں بیٹھنے دے۔ لی کے کہ وہ اپنا اور اچھی دہائی اسے سے فارغ ہوئی تھی کہ اماں کو بھیا کی شادی کرنی پڑی۔ حالانکہ ان کا خیال پہلے اس کی شادی کرنے کا تھا لیکن بیل چڑھاں کی بھائی تھی، پانچ سال کی عمر میں اس کی اماں کا انتقال ہو گیا تھا اور کچھ عرصے بعد اس کے اپنے سے دوسری شادی بھی کر لی۔ دوسری ماں دو اپنی سوتیلی ماں سے ثابت ہوئی۔ اس وقت اماں نے چاہا تھا کہ بیل کا پتہ اسے ملے۔ لیکن نہیں اس کے اپنے سے کچھ کر دیا تھا اور کچھ ہمارے ماں سے بڑی تو نہیں کبھی نہیں لیکن اسی وقت انہوں نے سوچا تھا کہ بیل کو بھیا کے آگے ہی اس کو دے کر کہہ دیں اس کا وقت تو نہیں آیا تھا کیونکہ وہ پہلے اپنی بیٹی سے فارغ تھا۔ مگر چاہتی تھیں لیکن ایک روز بیل فروری چلی گئی اور اس سے دو روزوں کا کوئی کراس کی اس ایک بڑے سے اس کی شادی کر دی ہے۔ جب اماں کا وقت کچھ نہیں سوچا ہی اس وقت تک کے چند لوگوں کا بلا کر بیل کو دے دیا تھا کہ کرا کر لیا۔

بعد میں بیل کے اماں اب لیتے آئے لیکن اس وقت ان کا بس نہیں چلا۔ کیونکہ لڑکی اپنی مرضی سے شوہر کو بیاہی ہو چکی تھی اور کوئی سال بھر پہلے کی بات تھی۔ اس وقت عید عید بھیا باہر جانے کی کوششوں میں لگے ہوئے تھے اور وہ ہرگز شادی کرنے کے حق میں نہیں تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ ابھی بڑی بچے اور انہیں کر سکتے پہلے چلے جائیں گے۔ وہ حق سالی کے بعد یہاں آکر اپنا کارہا کر رہی تھیں اس کے بعد پہلے لیکن کوڑھ سے کہیں کے پھر اپنی شادی کا سوچیں گے۔ لیکن وہی بات کہ کھار کے سامنے انسان سے بس ہے خواہ کچھ بھی سوچ لے ہو۔ اس سے جو اوپر دے لے لے گا۔

پہلے اب اسے انتقال کے باعث تعلیم چھوٹی کر اب اماں نے شادی کی دھڑ بھادی۔ لیکن یہ بھی ہے کہ ہر بار انسان مجبور ہو کر چلا نہیں جاتا۔ عید عید جو شادی کے حق میں نہیں تھے، بیل کو کارہا کر جائیں اپنی منزل مل گئی۔ اور اماں ان سے بھڑکے۔ وہ تو اس اور اس سے بھر جہاں بیل انہیں سے بھڑکے تو ان کا بیٹے نے داری کو چھوٹے ہوئے انہیں سہاگل کر لگے۔ گھر اور ایک باہر جا کر جانے کی جگہ وہیں تک گئے۔ گھر اب اس میں اس جاتی تھیں کہ وہ باہر جائیں اور بیل کو تو روکر بہا حال تھا لیکن ان پر تو بس سوار ہو جاتی تھی۔ اماں کے سامنے بیٹے نے سدا وہاں چھوڑا تو اور بیل کو پہلا۔ تھوڑا ہی گشت زندگی بھر سے سامنے ہے۔ کبھی کوئی شخص اس کے چھوٹے سے نام میں نہیں انہیں اور آسودہ زندگی دیتا جاتا ہوں۔ وہ جن سال کی بات ہے کہ روٹے یا بھی نہیں چلے گا کہ بیل سے ایک مہر کے بعد عورت ملے گی، وہ ہرگز بھی اس میں وہ حق سالی کا دھندلک سا حق تھی اور عید پر اگر اس کی گریہ ڈار لے گا تو ابھی بھی اس میں اسے اپنا سنے کا ارادہ ملو گی نہیں کیا۔ باہر چھوٹے والی ملک نہیں اس کے پتھر لگا رہے ہیں وہ بے چارے تھے۔ کبھی جس دن ان کے پاس نہیں تھا۔ پھر ایک ایجنٹ سے ان کی ملاقات ہوئی جس نے نہیں کی نسبت کہ بڑا مالکان آگے ملازمت کی اس ادارہ میں نہیں لی اور انہوں نے سوچا اس ایک بار

ابھر کر جا گیا آج کے دوست وہ خود کا حال کر لیں گے۔ یوں سب کو اپنے دلوں کی آس واکارہ زخمت ہو گئے۔ اور جب تک انھیں وہ نہ تھا تو ان میں تھا اور نیلے سے ہر جہاں استعمال کی گئی جب وہ چلے گئے 37 مارچ ظاہر ہے وہی آس کی دوری ہی وہ چاہی تھی جو وہ چاہتے تھے اور انھیں بھی وہی خواب دیکھتے تھے ان کی ملک وہ دکھا گئے تھے۔

انہوں نے بتایا کہ یہاں سے ملحقہ داروہاں سے جانے کے راستے سے دو لاکھ بیسٹیاں جاگھیں گے اور اسکی حساب سے دسویں دان سے امان نے خط کا اظہار شروع کر دیا اور خط لکھ چکاں دروازے سے آت ہوئی جاگھ کی جاتی لیکن پھر خطیں لکھت تھی کہ چھپے ہوئے تھے اور ابھی تک خط نہ سے پہنچے کہ خطا بھی نہیں آتا تھا۔ خطوں کی بات دھمکی سواحد بیٹے اٹھنے اور اٹے لیکن کوئی کیا کر سکتا تھا۔ ۹۔ ان کی فکر۔ بھر یہاں مگر مہر ایک آدمی کے نہ والے تھے۔

لاکھ لکھوں ہوں پہنچے تو رولی اٹکے۔ میں اٹکے جانے کے دو مہینے بعد ہی اماں کو زہر ماری مگر
 سناے لگی۔ اگر وہ خود سلائی کا حالی میں باہر ہو جاتا بہت خاصوشی سے مشین منہاں لیتیں۔ انہیں سلائی آتی تو
 تھی لیکن وہی گڑبڑ سے دل بات تھی کہ اسے پکڑے خود ہی سی لے۔ یہاں بہت سوچے کے بعد وہ اس نتیجے پر
 پہنچیں کہ اگر وہ جب تک تعلیم کس دن کام آئے گی لیکن اس کے ساتھ وہ سلائی کا گھر سے نکلے ہوئے آدنی
 تھی۔ پہلے وہ کسی بھی کڑی کر کے کرنا اس سے کہی سے باہر ہے۔ لیکن ہر گھر کے حالات کو دیکھتے ہوئے اسے
 خود میں تھوڑی سی حسرت پیدا کرتی پڑی۔ ظاہر ہے کہ وہ کہتا کہ گڑبڑ دیکھوں سے وہ کئی جگہوں پر زہر دیا بھی کئی
 تھی اور آج تک یہاں زہر دیکھ کر اس کی تھی تو جہاں وہ خوش تھا وہاں اس کا زہری سا ساتھ تھا۔ اس کے سامنے تو
 کچھ نہیں تھا۔ اس کے رات میں جب کچھ سوتی کر کے کڑی ہوئی تو اسے انگوٹوں میں بیڑے سے کہنے لگی۔

”بھابی! میں جاؤں گی کیسے؟“ ٹیلہ اپنا ستر صاف کر کے جس کی تھی، کچھ نہیں وہ کسی حساب سے کہہ رہی ہے جب ہی جوتے نام سے ہوئی۔

”اٹو.....! بس سے تو جاؤں گی لیکن اکیلی کسے.....؟“

”ہائیں۔۔۔“ ”خوبیہ کنیں، ہاتھ رکھ کر سیدھی کھڑی ہوئی پھر اسے دیکھ کر ہنسنے لگی۔

”سننے کی انہیں ہورہی۔“ وہ بیٹھ موز کر چل دی چل دی استہی کرتے گی۔

”تم نے بات عیسا کی کہ فی آگلی روز کس کم بخت کا شے کو دل چاہتا ہے۔“ نیکو اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے بول اور قدر سے توقف کے بعد پھر کہنے لگی۔

”واقعی.....! یہ تو علم ہے اور عید کو مغموم بھی تھا کہ اس مگر میں لائے سے تجوں جو نہیں کہ نہیں
 مجھ ہی اس طرح مجھ ذکر حلے گئے۔“

”میرا خیال ہے بھیا مجھے تو اسی لئے ہیں کہ تم کہہ کرنا سیکھ جائیں۔“ نیلے کے لہجہ کا سانس محسوس کر کے اس نے نکلے منگھٹے اعزاز میں کہا۔

”خمس ریحہ“ کے لوگوں کو یہاں کے والی بات ہے۔“

”اہما چھوڑیں یہ بتائیں..... آپ کے خیال میں مجھے کوکری مل جائے گی.....؟“ اس نے خوبصورتی سے صوفیوں پر دیا۔

”میں کیا کہہ سکتی ہوں.....؟ ویسے تمہارا اچھا کیا خیال ہے.....؟“

”اس لئے کہ وہاں اور بھی کڑیاں ہوں گی اور ظاہر ہے میں جب ڈھنگ سے بات ہی نہیں کر سکتوں گی تو۔۔۔“ اس نے مایوسی سے نفی میں ہلکا کیا۔

”جے خوف ہو تم۔۔۔! خواہ کواہو ڈرائے ہو۔ بس ڈراسا اچے اندر دیکھو اگر کوئی تمہاری طرح کوئی بھول
لکھ سکا۔“ بیلہ نے اس کی صحت بندھائی۔

”جی کہہ رہی ہیں۔“

”یا اکلے کی۔۔۔“

”بس تو کل میری نوکری بن کر رہ سکتے ہو۔“ اچھا جبکہ پڑا لعل۔

□ □ □

[illegible]

(پانچویں، کیا ہوگا؟)۔ وہ بھی سوچ کر کڑھ رہی تھی کہ اس کا نام کیا رکھا گیا۔ چونکہ کرکٹ کی ہوتی اور اعداد ہوتے ہیں اس کی مثالیں کاغذ پر لکھیں۔

”نفرینم کھجے.....“

ہمیں تو کیا کیا فوہوکل خود کرتے ہے۔ جانے کی خاطر فوراً چلی گئی۔ اس سے بعد ہمیں کیا کیا ساساں ہوئے وہ غائب رہی۔ سے جواب دینا رہی۔ پھر اس نے خصوص کیا چاک ساسوٹی چمائی ہے۔ بکھڑتے رہے۔ پائیں آٹھا تھوڑے سے پھینکا۔ سوچا، ادا میں اس میں لکڑی چائے بیٹھا تھا۔ دو حریفوں ہوئی اور ادا رہی۔ اس وقت سے لیکن خود سے اٹھ کر جانے کی بہت میں تھی۔

”ہوں...“ تم کو یہ بلدہ ہوں“ کی صورت سمجھ کر سانس پھٹی پھر اسے غائب کیا۔
 ”مسکرا دینا...“ وہ خود پر قابو پانے میں کئی طرح کا کام ہو رہی تھی۔ بڑی مشکل سے ”ہی“ کی آواز

”آپ بلے۔۔۔۔۔ وہاں خرید کر کھیں، میں ابھی آپ سے بات کر رہا ہوں، آپ نے اشارے کی صورت

کیا طرف دیکھا پھر آٹھ کرہیں آئی تھی۔ عجیب سی آہ بھین، کچھ میں نہیں آ رہا تھا یہاں کیوں تھا یا مایا ہے۔؟
روح پر کیا بات کرتی ہے۔؟ کچھ دوسری لڑکیاں جو سوال جواب کے بعد باہر جا رہی تھیں۔ وہ بے دھیانی میں

ہو گیا۔ کسی نیکی کی بنیاد پر اس کے دوران میں جیٹ گیا اور ہر ایسا جفریبی یا کفر تھا ہمارا نیکی اور کفر کی
چیز کو ہر طرح سے جھٹکا گیا۔ ہر کفر کو طعنات سے دو ٹوک کر توہین کی جگہ پر اس کے چرے کی ہیئت میں بدل گیا۔ مجھے
کہتے تھے ہوتے دکھ ہوتا ہے کہ عام آدمی اسے دیکھ کر انکار کر دے لیکن خود کو ضرور سمجھ رہا ہوتا ہے۔

وہ گھڑی ساکس لے کر کھڑکی کے لئے خاموش ہو گئے تھے جیسے بے کا ذکر دگ میں مرایت کر رہا ہو۔ وہی منہ جوش سے ان پر نظر کر جاتے تھے جیسا کہ ان کا دل کی رفتار وہی رہ جاتی تھی۔ بالکل اسی طرح جیسے لیکن میں کہاں کے وہ ان کا ایک خوشگام جن کی آہ پر اس کی کیفیت ہوئی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ بھر گیا ہوئے۔

[illegible]

وہیں بول رہے تھے جیسے آپ نے انہیں گروہ میں ہوں اور اس کی کچھ نہیں آ رہا کہ وہ سب اسے گول بنا رہے ہیں۔... مگر وہ خود سے تیار کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

”اس کی کھانسی کی مثال سے میں نے کئی گویا پاس رکھا ہے۔ کئی سیراٹو ہے۔ چھ ماہ سال کا چھوٹا بچہ اور سیراٹو اس کے ساتھ خود سے خوش رہتا ہے۔“

”میں نے کبھی نہیں دیکھا۔“ وہ بولے۔ ”میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔“ بالآخر بول پڑی۔

”آپ کو میرے گھر جانے اور آنا کو دیکھ کر خوش رہا ہے اور دوسرا عزم تھا کہ جلد اپنے دے سے آپ کو اسے یقین دلانا ہے کہ وہ چل کر نہیں ہے۔“

”جی“ اور وہ کبھی کبھی گھبراہٹ سے اور وہاں خیال سے کہ کبھی وہاں انکار کر دے۔ کہنے لگے۔
 ”کیوں ہی اس مشکل کا نام ہے۔۔۔ اور پھر آپ کو جواب دہ کرنی ہے اور پھر آپ کی جانب سے۔“
 ”جواب۔۔۔“ وہ بے زبان ہو گئی۔ پھر یہ کیا جواب ہوئی۔ اور وہ کچھ دیر تک اسے دیکھتے رہے تاہم
 اسی بات تک سے سمجھا نہیں سکے تھے اسی خیال سے قوت کہنے لگے۔

کی باتیں کہیں سے جانی گئیں۔ اس لیے میں نے کہا کہ آپ کو کبھی اور ہاب نہیں ملے گی لیکن بہت مشکل سے
 دیکھیں یہاں یہ.....! میں نے تو نہیں کہوں گا کہ آپ کو کبھی اور ہاب نہیں ملے گی لیکن بہت مشکل سے
 کی۔ اس لیے کوئی کہہ دے کہ آپ بہت سہل کر کچھ نہیں ہیں، دوسرے آپ کے پاس تجربہ ہیں۔ ہجرت کوئی کس کی بات
 آپ نے تو اس حباب سے کوئی پانچ سو اسکول ہی آپ کو گھیر کر رکھا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ پانچ سو
 اسکول کی حباب سے حباب سے ہوا باہر سے جس سے آپ کی تھکنے ان کی ضروریات پر ہی نہیں ہو سکتیں۔ تجربہ
 ایک بات ہے۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس حباب سے آپ نہ صرف مکہ تک نہیں لے کر جکڑے گا بلکہ طویل

اس شخص کو پہنچنے کی ایک چھان بین اور معررہ کی پیشین گوئی پر اب اعلیٰ درجہ کے چھان بینوں کی لکڑی کی ٹیمیں بھیجیں۔ پھر جس شخص کی سب سے زیادہ شک کی بات کر رہا تھا، اس سے دوسرے دوسرے سے اس کے اندر کا خوف کم ہونے لگا۔ جب تمام بڑائیوں کے اندر وہ پہنچے پھر اس کی باری آئی۔

”آپ نے کہا تھا کہ میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔“ اور اس بار وہ قہر سے کہتا ہے کہ ”میں تم کو اپنے پاس نہیں آؤں گا۔“

”یہ بتائیے یہاں آئے ہوئے آپ کا کاروبار کیا ہے؟“
 ”اب تو نہیں دوری۔“ وہ جتنی سے سنا سکی، یہ تو ان اعلیٰ سے سامعین کا انتہائی
 ”دوری کدو؟“ حکمرانوں کی ایسی انداز میں اثبات میں رہا ہے، وہ پھر عجیب و غریب کہنے لگے۔
 ”ہاں یہ لی لی۔! کہ جس باب کے لئے آپ نے اپنی کیا ہے اس کے لئے آپ بالکل صوف نہیں
 کرتیں۔ مجھے بہت اذیت لگتی ہے۔“

میں نے کہا: "اے میرے بھائی! تو خود سے خوف سے کہنے لگے۔"
 "کی؟" اس نے سادہ دلی سے سر ہکا بکا تو خود سے کہنے لگے۔
 "تو کوئی ایسا اور جاب آفر کرکے لوں گا۔ میں گناہوں کے لئے اب دھنیں نہیں۔" اس نے
 فوراً سر اٹھا کر کہا: "وہاں جیسے کوئی اور جاب آفر کرکے لوں گا۔ میں گناہوں کے لئے اب دھنیں نہیں۔" اس نے
 سرودھ سے کہنے لگے: "ابھی تو وہ کہہ رہی تھی کہ میں گناہوں کے لئے اب دھنیں نہیں۔" اس نے
 کوئی پلان نہیں تھا۔ بس ابھی اس نے دیکھ کر ہی ایک خیال آجھا۔ جب ہی انہوں نے فوراً کہنے لگے کہ میں گناہوں کے لئے اب دھنیں نہیں۔" اس نے
 انکار کر دیا کہ وہ کچھ سے لکل گئے تو اس نے بہت دھن سے کہا: "ابھی تو وہ کہہ رہی تھی کہ میں گناہوں کے لئے اب دھنیں نہیں۔" اس نے
 اور خود سے کہنے لگے۔

(۴) نہیں کیا کام ہے.....؟ جس کے بارے میں امن کا خیال ہے کہ میں راضی نہیں ہوں گی۔
 مکہ کو یہ بعد روزے ہے آپ نے کہ کرو یہ میڈی ٹیجی۔ امن کے چچے بھی اسی جگہ آئے لے آ رہا۔ ۱۱
 سوال: ننگروں سے انھیں دیکھنے کی آواز دے جانے کی طرف اشارہ کر کے بولے۔

”بلکہ؟“ اس نے عاشق سے کہ اپنی طرف مٹکا لیا اور ایک دوسرے پہننے کے بعد انہیں دکھاتا ہوا
 بھرا ہوا سوچا اٹھا رہی اس پر نظر کی جانی تھی۔ اس کے کہنے پر کہنے لگے۔

”اے ابی بانی!..... پہلے تو میں یہ کہوں گا کہ اس وقت میں جو کچھ جادو ہوں وہ اب صرف آپ کے اور میرے درمیان رہے گی خواہ آپ کی بھینٹ کی بات نہ کریں۔“ اے اس نے اسے اس اسامات میں سر ہا دیا۔ جبکہ اس کا نام علی بن ابی طالب ہے۔ اور وہ نہ تو خوف سے نہ کہ کچھ

”میرا ایک بیٹا ہے۔ سال پہلے میری تک وہ بہت خوبصورت جوان تھا۔ ویل ایکسپلڑ اینڈ ویل اینی
 کیڑہ اپنے بیٹے میں بعد مستقبل بصر اخیال ہے۔ آپ کہتی ہیں کہ ایک بے تعلقان کا کالوڑ جو خوبصورت
 بھی اور ختمی اور دور و مدت میں بھی طرح طرح لوگ اسے برا بھلا کہتے ہیں۔ لہذا میرا اس آپ کو بتا رہا ہوں
 کہ سال پہلے ہونے والے کسی دوست کی بیماری اثری میں اس کے ساتھ کمر اٹھا کر وہاں اس کے ساتھ ایک عارضہ

بھی آپ کے پاس آجائے گا۔"

"انکس کی تیزی سر!... میں آپ کی بات بالکل نہیں سمجھ رہی۔ بھلا آپ کے کمرے آئے جانے میں کیا نکھوں کی؟" اس نے اُلجھن آتے ہوئے سچے میں کہا تو انکس قدر سے اطمینان ہوا کہ اس نے صاف الفاظ میں کیا۔ مگر اس سانس کھچ کر بولے۔

"تو ملی!... آؤ تم سچ تو سے شام پانچ بجے تک ہے اور یہ سارا وقت آپ کو میرے کمرے میں رہنا۔ آپ سچ آؤں گی؟ یہاں میں کسی بھی شے میں بطور سلیپر آپ کو کھانسی کا خواہہ ہو بلکہ ڈانک خواہہ کیسیٹر آپ پر جو بھی شے آپ کو مناسب لگے۔ آپ بڑے آرام سے سکتے ہیں۔ مگر اذی تو میں آپ کی جانب بھی ہر جانے کی نہیں اور جانے کی ضرورت نہیں بلکہ میرا آپ کی مرضی... میرا حال اس تمام وقت میں ہے آپ کو ایک ڈیڑھ گھنٹہ کے لئے کمرہ چاہا ہو گا۔"

اب وہ ان کی پوری بات سمجھتی اور بے سوچے انداز میں دھڑا دھڑا سانس لے رہی تھی مگر اس کی ہنسی میں بھی اندازہ تھا کہ اس نے سوچے ہوئے شے پیش کر دی تھی۔ کچھ کرنا کہہ سکتے تھے۔

"میں آپ کو سمجھ نہیں کر رہی۔ آپ ابھی طرح سوچ لیں۔ اگر دل دے تو کل آجائے گا میں آپ کو جانی تفصیل سمجھا دوں گا۔"

"جی...! اس نے اس کا ایک خود کو آواز دھڑکی اور فوراً جانے کی اجازت چاہی۔ مگر باہر آکر اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا بلکہ یوں تیز تیز قدم اٹھانے لگی جیسے جلد سے جلد یہاں سے دور چلی جانا چاہتی ہو۔ عجیب سی دھشت سوار ہوئی تھی اس پر اور خوف لگ کر کہیں وہ اس کے تھا قبضہ میں تو نہیں آ رہے۔

○ ○ ○

کمرے میں داخل ہوئی تو پھر جان میں جان آئی اور تو رات سوچ لیا کہ وہ بارہا نہیں جانے کی۔

"کیا ہو گیا؟" اس نے اسے دیکھتے ہی پوچھا تو وہ کہہ دے سے ایک آواز کر ایک طرف اٹھانے ہوئے بولی۔

"سائنس لینے دیں۔" پھر کمرے کے انداز میں چنگ پر تھک چکی آدمی لیٹ گئی اور لمبے لمبے سانس لینے ہوئے بولی۔

"تو کڑی آہنی آسانی سے نہیں ملتی۔ پتا نہیں قسمت میں کتنی خوراک کیس ہے۔"

"کو!... ابھی تو آج ملنے لگی تھی اور ابھی سے قسمت کوکوں دی ہو۔" اس نے ناگوار سے ڈاک پھر کیے تھے۔

"مجھے چاہیے تو کڑی آسانی سے نہیں ملتی لیکن انسان کوشش تو کرتا ہے۔ مگر شے تو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔"

"تو پانی کھا۔" اس نے کہا کہ اس کی آواز میں کتنی جھجکی تھی۔

"تم اور سچ حادہ ہے۔ کوئی ایسا حیران کر نہیں رہی۔"

"آپ تو خواہہ کدو میرے پیچھے چڑھ جاتی ہیں۔ اب اگر تو کڑی نہیں لیں تو اس میں میرا کس قصور؟... ہاں نہیں تو۔" وہ تھیلہ کے ہاتھ سے گلاس لینے ہوئے وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں آگئی اور اسی طرح

بیویاں دی۔ پھر یہ وہی سانس کے پاس آ کر جب چاہ پڑی۔ جب اس کا بڑا غم ہوا تب کہنے لگی۔
"جس میں میں نے ہاتھوں کا ہاتھ لیا ہے۔ ایک تو میں نے کمرے دوسرے کمرے پر چینی۔"
"ہاں!... ایک وہی تو جیسے پریشان ہیں میں تو کوئی کمرے نہیں۔" وہ بھی سے بولی تو تھیلہ اسے سمجھانے ہوئے کہنے لگی۔

"پریشان تو ہے بلکہ ہم سب کی ہے پھر بھی میں انہیں حوصلہ دینا چاہتا ہے۔ انہیں خدا اس بات پر نہیں آتا کہ وہیں تو کڑی نہیں لی بلکہ تمہارے پاس ہونے پر وہ خدا ہو گئی ہیں اور میں بھی یہی کہوں گی کہ اتنی جلدی میں نہیں ہونا چاہیے۔" قدر سے وقت کے بعد کہنے لگی۔

"انکس تو تمہیں اب لپٹا رہی ہے پتا نہیں چاہا۔" خیر و خیر کی کے بعد میں پھر کہوں گی۔

"آپ کیا کریں گی؟" اس نے پوچھا کہ کمرہ چھوڑا۔

"سناؤ گی اس کو کہ میں اس کی اگر قسمت سے اس طرح کھڑا ہے تو جو کسی کام میں وہ پتا نہیں۔" تھیلہ کی آنکھیں اچانک آنسوؤں سے بھر گئیں۔ آواز ساتھ ساتھ جھوڑی تو وہ جلدی سے اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔

"روا نہیں بھائی!... بسا کر بدل گئے ہیں تو تم نہیں کریں۔ دیکھو ایک دن کتنا بچتا میں۔" اور اس ایک لمحے میں وہ فیصلہ کر لی۔

"اور آپ کو کمرے کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے چاہ بیٹھی ہے۔"

"کیا؟" تھیلہ نے بے یقینی سے دیکھا تو وہ سکر کر بولی۔

"میں کیا کر رہی ہوں۔ اماں کو میں پوچھ ہی نہیں کر رہی تھی۔ مجھے کل ہی سے چاہا ہے۔"

"تو جاؤ!... پہلے اماں کو بتاؤ۔"

"آپ بتا دیں مجھے تو وہ انہیں گی۔ وہ تھیلہ کو کچھ کر خود لیٹ گئی اور بڑے سر سے ساری باتیں سوچنے لگی تو اب اس کے ذہن میں کتنے سوال اٹھنے لگے۔

○ ○ ○

وہ ایک بار پھر ان کے سامنے کھڑی تھی اور اس جیسے اس کے آنے کا یقین تھا جب ہی نہ چو گئے نہ جرت کا اظہار کیا۔ اس کے ہر عمل سے آرام سے پوچھنے لگے۔

"ہاں تو سر رہید! آپ نے اپنے لئے کسی شے کا انتخاب کیا؟"

اور وہ بھی سے سارا وقت چاہ کے بارے میں سوچتی رہی تھی لیکن اس طرف وہ جان ہی نہیں کیا تھا۔

جب ہی بے سوچے ہوئی کی طرح اٹھ کھڑی تھیلہ کی جب وہ خود ہی کہنے لگے۔

"میرا خیال ہے آپ کے لئے کچھ تو لکیر رہے گا۔ جلدی کچھ کا نہیں گی۔ میرے پاس کس یا نہیں کام کر رہی ہیں آپ ان کے پاس بیٹھ جائیں۔ پھر میں سناؤں کہ میں چاہتا ہوں کہ میری جگہ مل جائے گا۔"

"لیکن سر!... لیکن" جب ہی بے سوچے ہوئی تھا کہ وہ ان کی طرز میں تو کچھ پوچھنے ہوئے تھیلہ کی جگہ۔

"ہاں ہاں کہئے۔" انہوں نے حوصلہ دیا تو کہنے لگی۔

”خوش قسمت ہو۔“ کھتے آرام سے اس نے خوش قسمت تھراوے دیے اور اس بار وہ زرا تسکیر ہو گئی۔

پھر جب یہ خیال آیا کہ گھیسائی میں راستہ تمام ہو جائے اس نے دھیرے دھیرے تصویر نکال لی اور
کیونکہ اس نے ٹکڑیوں پر بنائی تھی تو جھجک جھجک اس کے ہونٹوں پر کھڑی ہوئی اور ایک لمحے کے بعد ہی اس نے
انھیں بند کر دیں۔ سچے سچے اندر دھڑ دھڑانے لگی تو وہ انھیں تھامی چھو بیٹھ گیا اور اپنے ہاتھ اور اپنے زہد ہونے کا
یقین کرنے کے لئے ہی اس نے انھیں کھولی تو پھر اس چہرہ سامنے تھا تو نہیں سہی انسان کا چہرہ نہیں بلکہ ربا
تھا اور یہ تصویر بھی اسی نے حقیقت میں اس کا سامنا کر رکھا تھا واقعی اسے بہت مشکل لگ رہا تھا۔ دل چاہا کہ اس کی
ذکر کر لیں آخر جانے اور اس چاہ کیا خیال دل سے نکال کر سیر ہو کر رہا۔ یہاں تو وہ عیاں ہی بدل دلتے
ہوئی تھی اور اس تمام سہ سے بھی بارے یہ خیال آیا کہ خرابی کا انتخاب کیوں کیا گیا..... اور بھی تو کیا
تھیں اس کے متعلق بہت اچکے۔

”چو کپڑا! اس صاحب کو کچھ صاحب کے پاس سے جاؤ“ ”اچھا ہے“ چو کپڑا کو کپڑا کڑا کڑا ہوا
 بیٹے بروقی کو ٹوک کر پیش ہوئی چو کپڑا کو دیکھ کر اندر آئی۔ ”تعداد اور دھڑہ دھڑہ“ کھینچے سے کر پر کر رہی تھی اور سر
 بھی جھکا ہوا تھا جب ہی اسے اندازہ نہیں ہوا کہ اسے کس طرف سے گزرنے والا ہے۔ ”اچھا ہے۔“
 ”تم روکیو۔۔۔“ اس آواز پر ہی اس نے سر اٹھایا تو سامنے خاص کر لیں خانقاں کو سوجھو کھیں،
 قدرت سے بچنے کران کی بات کا جواب دینے کے بجائے اس نے سلام کر دیا۔

”تم چلو....! میں سن کر بھیجتی ہوں۔“

”تو...؟“ وہ کہتے ہوئے اٹھنے لگی کہ انہوں نے روکا۔

”اس میں میرے بچے کی حالیہ تصویر ہے، اچھی طرح دیکھ لیں۔ میں نہیں چاہتا کہ اسے اچانک سامنے

”جی...“ ہاتھ نہیں کیے تھے اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا اور ان کے سامنے تصویر دیکھنے کی اہمیت نہیں

تخت اس نے لغاؤ اٹھا کر اچھی کوڑ میں رکھ لیا۔ بھرپور چمکنے لگی۔

”میں انہیں چلاتا ہوں۔“ انہوں نے اعتراف میں کہہ دیا اور اس کے آنے پر اس کے شعاع کے

پہلا دن تھا۔ وہ بس ایک مہینہ کو گھیر کر کے ساتھ کھیلنے آئے۔ اچھلتی رہی۔ اسے وہ کھیلانی ہوئی جگہ دینی تھی اور

ایک دو بارہ اس کا دل چاہا وہ آٹھیس بند کر کے کی بورڈ پر آنگلیاں چلانا شروع کر دے۔ اس کے بعد پوچھے کیا ہوتا

”تم نے ابھی کہ تجھ کو کیا ہے.....؟“ یحییٰ نے پوچھا تو وہ اپنی سوچوں سے غفل کر گئی۔

”ایک سال کیا گزرتی رہیں.....“^{۱۴۶}

”گھر میں بھی کہیں اطمینان تو ہے.....“ انگریں پر نظریں جمائے یاسمین نے کہا تو وہ حیران ہو کر

”کیا مطلب.....؟ اور کہاں سے؟“

ابن کا ٹوکنا..... لہا کا چلاتا..... شام میں بھائی آئیں تو ان کی ہک ہک..... خدا کی پناہ.....! ایک لمحہ

سے دیکھ کر پوچھنے لگی۔

”نہیں.....! میرے گھر میں اسے افراتفری ہے۔“

وہ چپ چاپ اٹھ کر لڑا۔ مگر چپے چل پڑی۔ مگر تنگ دھم میں جیتنے ہی اس نے کافی کانٹا نکال دیا۔
 سے اصرار کر دیا۔ کہ وہ بت مراد قاتل کی دفتر نگری رہتا ہے کوئی ڈیکوریشن میں۔ البتہ کلاس والے سے پڑے
 کا سحر اچھا کیوں تھا جہاں سے غائب! ابھی کچھ دیر پہلے وہ گزرا کرتی تھی لیکن اس وقت دھماکا نہیں دیا تھا۔
 برآمدے اور چار اسٹیپ برڈائنٹ داخل کا فرش تھا۔ اس نے آگے سرخ انٹیل کی روش مگر بہت خوبصورت
 لائی۔ وہاں کاشی کول ہی دل میں مراد رہی تھی کہ اس کے سامنے آ کر بیٹا۔
 "ہیلو نیچر۔" وہ خوبصورت سے بچے کو دیکھ کر بے ساختہ مسکرائی۔ میرا اس کا ہاتھ پکڑ کر پاس بٹھاتے
 ہوئے ہوئی۔

"مجھے تمہارا ہیلو بھی اچھا لگا ہے لیکن آئندہ ہر ایک دوسرے کو سلام کیا کریں گے۔ ٹھیک ہے؟"
 "آپ دہذا؟ آئی کی۔" بچے نے سمجھوتہ سے ہر چہ۔
 "ہاں!۔۔۔ اکیوں۔۔۔؟ کیا نہیں پڑھا ہے چار نہیں لکھا۔؟"
 "چھانکے۔"
 "بس تو میں روتا تھا میں جانتے آؤں گی۔ اب جلدی ہے بتاؤ کون سی کلاس میں پڑھتے ہو۔"
 "وان میں۔"
 "ویری گڈ۔؟ اس نے سنی کا کمال چپک کر مٹا دیا۔ وہی میرا اس کا ایک کھلے گئی تھی کہ مقب سے آواز
 آئی۔

"سنی!۔۔۔ یہ کون ہیں۔۔۔؟" اسے پہلا خیال اس کا آکا اور بیگ پ آپ ہی آپ اس کے ہاتھ کی
 گرفت مضبوط ہو گئی۔ جیسا کہ وہی کیفیت تھی کہ دل کر رہا ہو انہیں ملتا تھا وہ لے لے تھا۔
 "اما۔۔۔ یہ میری نیچر ہیں۔" سنی نے خوشی سے تپا۔
 "اچھا۔۔۔؟" انہیں اس کی دماغی کسی کسی کے لیے تھی۔ مگر عاتقا وہ ہیں سے پٹنے لگے کہ سنی پکار کر
 بولا۔

"اما۔۔۔! آپ نیچر سے نہیں ملیں گے۔؟"
 "نہیں۔؟" اس کے لیے کتنی ہی اس نے صاف محسوس کی۔ دل ہی دل میں فکر کرنے لگی تھی کہ سنی ملی
 کرے گا۔
 "کیوں اما۔؟" وہی نیچر ہیں۔ آپ آکر انہیں دیکھیں۔" مگر عاتقا اس کی بات یاد آنے پر گھبے
 لگا۔

"ہو نہیں سلام کیا کریں۔"
 "ہلے۔۔۔ آپ میرا سلام کہہ دیں۔" اس نے شاید بچے کا دل دیکھا اور بچے کی سمجھ میں نہیں آیا اس کا سلام
 کیسے کہے۔ جب اس کی کالی ہڈی پر ہاتھ رکھا کر لگا۔
 "نیچر۔۔۔ سلام کیا ہیں۔۔۔؟" اما دہا رہے بچے کا ہوا تھا۔ اصل میں شاید وہ اسی کی نیچر تھی۔
 اس کے لیے نیچر تھی تھی مگر کب تک نظر میں رہتی۔ اس نے خیال کے تحت اچانک ہی جانے کیسے جھٹ کر کے وہ اپنا

جگہ سے کھڑی ہو گئی اور پھر اس کی طرف مڑ کر بولی۔
 "اسلام علیکم۔۔۔؟" وہ ایک کوئی ایک جگہ تھے ان ہوا۔ مگر عاتقا اس سے اپنا آپ بچپانے کی خاطر فوراً اس
 کی طرف سے چپ مڑ گیا اور جس لمحے سے وہ غور نہ ہو سکی وہ گزر چکا تھا۔ جوں کہ چار بھی نہیں چاہے۔ جب وہ کھلت
 سے ہوئی۔

"اسلام کا جواب تو دینے چاہیے۔۔۔؟"
 "ہاں۔۔۔؟" وہ سلام۔۔۔؟" اس نے چونک کر کہا اور تیز قدموں سے کمرے سے نکل گیا۔ جب مہری
 مانس کے ساتھ وہ وہاں پہنچے تو کئی کچھ کھدا مسکرائی جبکہ عاتقا اس کی طرف تھا۔ سنی نے خود ہی اپنا
 ایک کھول کر اڑائی کھلی اور اس کی طرف ہی جا کر بولا۔
 "نیچر۔۔۔! میری ڈائری نہیں۔"

اس نے چونک کر اس کے ہاتھ سے ڈائری لے لی۔ مگر اسی کے مطابق اسے ہم دھم کر دئے گئے۔ اس
 کام میں اس کا ہاتھ دل نہیں لگا۔ اگر اسے ایسا کی شوق ہوتا تو وہ بڑے آرام سے مگر بڑے کچھ کچھ کوشش پڑھا
 کئی تھی۔ البتہ کیونکہ کمال اسے اچھا لگا تھا۔ اس نے سوچا وہ بھی جلدی ہو گا کیونکہ کچھ کچھ اور چاہے تلاش
 کر لے گی۔ جب حال ہی ہی ہے۔ اس نے اسے دیکھنے میں ہی بچے کو مارا کر دیا۔ اس کے بعد وہ بیٹھ رہا
 سے اجازت لینے کی فرض سے ان کے کمرے کی طرف آئی تو آندہ سے اس کی آواز آ رہی تھی۔

"سنی کو کس خود پڑھا ہوا گا۔ آپ اس ڈائری سے نہیں آندہ جہاں نہیں آئے۔"
 "ہیٹا۔۔۔! کتنی تمہارے ساتھ صرف شرمہ کرتا ہے پڑھ نہیں سکتا۔ کیا پہلے تم کوشش نہیں کر چکے۔۔۔؟"
 "وہ تو میرا چاہتا ہے کہ میں۔۔۔ اب بچہ کی پڑھاؤ گا۔"
 "ٹھیک ہے۔۔۔! تم بھی پڑھاؤ گے۔ مگر میری بھی۔"
 "نہیں ماما۔۔۔! اور کئی نہیں اس لیے اسے منع کر دیں۔" وہ بچوں جیسے خدی لہجے میں بولا اور اس کی
 مزے کوئی بات سے نیچر کرے سے لگاؤ اسے۔ وہ کیونکہ کھٹک کھٹک اور وہاں کھٹک کھٹک اور وہی طور پر سر ہٹا کر۔ بچوں بھی
 زیادہ دیر تک اس پر نظر نہیں جاتا نہیں تھا۔ جب وہ قریب سے نکل کر چلا گیا تب وہ کمرے میں داخل ہو کر
 بولی۔

"میرے لئے کیا حکم ہے بیٹھ رہا۔۔۔؟"
 "تم اس کی باتیں سنیں کچھ ابواب میں کیا کیوں۔۔۔؟" انہوں نے کچھ بھی کہنے سے منفردی کا ہماری تو
 اس نے انہاں جن پر چڑھا۔
 "وہ کس طرح کہہ رہے ہیں۔۔۔؟"

"نہیں جیٹا۔۔۔! اصل میں وہ کسی کا مگر میں آہا نہیں کرتا۔" بھتا ہے سب اس کا ذاتی آزار نہیں ہے۔"
 انہوں نے کچھ سانس سے بتا دیا وہ کچھ دیکھ کر رک کر بولی۔
 "اگر آپ اجازت دیکھیں تو میں خود ان سے بات کر لوں۔"
 "تم۔۔۔؟" انہوں نے حیران ہو کر اسے دیکھا مگر ڈاک سے بڑھیں۔

”آپ کس عمارت کے نقشہ سے کھڑے ہیں۔“

سیری طرف دیکھیں۔ اس نے پتے کر نہیں دیکھا۔ اسی طرح کھڑی رہی۔ تب وہ قدرے تھکی سے

”آب میرا تو مجھے رکھنے کا واسطہ ہی نہیں ہے کس...! جبکہ میں یہاں ہر قدم رننگ کر رہا ہوں۔“

(آف.....!)۔ چا نہیں کس امتحان میں ڈال رہا تھا.....؟ حوصلہ تو واقعی اس میں نہیں تھا۔ پھر اس کی طرف چلتے کر پوئی۔

”آپ کو میری آزمائش مطلوب ہے۔ گئیے کہاں تک و کیوں۔“ غصہ اس کے چہرے پر چڑھا۔ لیکن اس نے اندر دل کا عالم بھی ظاہر کر دیا۔ اس نے ہاتھ لگا کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ گویا یہ وہی خود غصہ تھا۔ وہی سوز تھا۔ وہی بات تھی کہ اس کے چہرے سے شانوں کے چھوٹے اٹھارہ جوتے چھوٹے سا رنگاں ابتر ہو گئے۔ کہنے کو کہ نہیں تھا۔ دوست دوستی سے اس کے کمرے سے نکل آئی اور نئی کوئی دکان آئے کہ کپڑا ہارے گئی۔

• • •

مکرمیں داخل ہوتی تو غیر معمولی خاموشی کا احساس ہوا۔ مکرم میں اگرچہ پہلے ہی شور و غوغا تھا مگر یہی

ایمان کے کرے میں آکر جمنا کا وہ جامہ لٹا کر پستی کی سطح پر پہنچی تھی۔ پڑھنے میں مصروف تھیں۔ جب وہ اٹھ کر دروازے کی طرف دیکھی تو اس نے ایک عجیب سی چیز دیکھی۔ وہ ایک عجیب سی چیز تھی۔

”جالی۔۔۔“ اس نے آہستہ سے پکارا۔ کوئی جواب نہیں آیا لیکن اس نے محسوس کر لیا کہ وہ سو نہیں رہی۔
جب آکر اس کے قریب پہنچی۔

”یہ کون سا سونے کا وقت ہے.....؟“ اس نے کہتے ہوئے نیلی کی آنکھوں سے بازو ہٹایا تو وہ ٹھٹھک گئی۔

ہے تھے۔ حریف دل ہم سما گیا۔ نیلے کے بازو پر اس کے ہاتھ کی حرکت آپ ہی آپ مضبوط ہو گئی اور اس سے کچھ ہو جانے سے پہلے وہ خود کو ہر قسم کی صورت حال کے لئے تیار کرنے لگی۔ اما ایک گفتگو ہی پر ہمیں ہو گئی تھی۔ اس

”کیا ہوا ہے بھائی.....؟ اماں نے پوچھ لیا ہے؟“

غنی میسر جاتے ہوئے فیملی کے آنکھیں پھر نمکین تھیں اور اس نے بچے کے چپے سے لٹاف نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

”میں کا خط ہے۔۔۔۔۔“ اس نے غلاف لیتے ہوئے پوچھی پوچھا پھر غلاف نکال کر جلدی جلدی پڑ گئی۔ یہ کیا غلاف تھا اور انہوں نے لکھا تھا۔

”بیاری الماں...!“
 اُمید ہے مگر بھی خیریت ہوگی۔

اپنے ہاتھ میں کیا لکھوں اچھے دنوں کی تلاش میں اٹکا تھا لیکن جانے خدا کو کیا منظور

ہے۔ سنگار رنگت جو خیر سے ملتی گئی تھی۔ میرے ساتھ جن جاڑوں کے دروازے بھی تھے۔ ساروں کو ہم نے سنگاروں میں گزارا۔ دلوں سے ہوا اُتار دیا۔ میں ایک دن میں چھل کے راستے طائر بن گیا۔ جانے کا۔ بہا جال وقت مقررہ ہوا ایک دن میں چھل کو لے کر جال پر لا۔ راستے اس کے جانے پہچانے تھے۔ اس نے بھی ہم مشقین تھے۔ پھر رات کے کسی بھی دم نے ایک جگہ پر ڈاؤن لائے اور سو گئے۔ بس سبھیں نے ہماری یاد دہشتی کا آکا کر دیا۔ صبح اُٹھ گئی تو ایک دن کا جب۔ خود بھرا گئی ساتھ دھارے پا چھوڑا اور جس کے ایک میں چھل کی رقم بھی سب لے گیا۔

آپ اعجازِ کونکلی پر کہہ کر کسی مشکل میں گھر گئے۔ حاتمہ جانتی تھی کہ وہاں کیا کارنامہ تھا۔ پھر بھی اللہ کا نام نہ کر رکھیں بلے کر رکھیں بلے ہوئے اور بلا میں داخل ہوتے ہی قبر کو تاری دھلے کے جہم میں گرفتار ہو گئے۔ ایک سال کی سزا سنائی گئی۔ چوہا مگر بچے ہی بچا ہی عمر بھرتی ہے۔ میں نے آپ کو کھانا لے کر نہیں کھاکا کہ آپ لوگ پریشان ہوں گے لیکن آج ایک ناکہ خراب آیا کہ یہ بے یقینی تو دوبارہ یاد ہوئی کہ میری کوئی اطلاع نہیں۔ پتا نہیں کیا کہ وہ اچھا یا شاید آپ کی تفریق کرنے کی سزا مل رہی ہے۔ اچھا بھلا گھبراہٹ اور چودہ رکھل آیا ہے۔ میرے ساتھ کچھ مجھے سب سے لوگوں کے ساتھ ایسا ہی ہو چکا ہے۔ اپنی جتنی کا کھانا کرنا انہوں نے چرنا اور جب اسے کچھ دینے کا وقت آتا ہے تو مزہ دوز رکھل دیتے ہیں۔

ہو سکے تو آپ مجھے صاف کر دیں اور میرے لئے دعا کریں۔ نیلہ جلد ہی کہیں میں
لنا دو لوں سے بھی مشغول ہوں۔

آپ کی دعاؤں کا کھانا... عینہ...

”توبہ“۔ انہوں نے اس کے کدوئوں سے تمام کر بلا یا تو وہ ان کے سینے میں مزہ چھپا کر رکھ سکے گی۔ آواز سن کر غیبہ بھی دینے آگئی اور اب ہاں علی کو انہیں سنبھالنا تھا۔ کمال جبکہ کامظاہرہ کر کے ہوئے دونوں کو جب کر لیا پھر اسے بھی گھس۔

”شکر کرو.....! اللہ نے تمہاری آرزو کو مستجاب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا کو مستجاب فرمائے۔“

ہر ایک دوسرے سے نظریں جھاتی مائی مکتی سے نکل آئیں۔

• • •

اس کی نظر میں کی بھرپور حرکت کرتی جائیں گی انھیں پر جی نہیں لیکن وہ ان ہی پر بیٹھوں میں اٹھنا تھا۔ کتنی سوجھ بوجھ اور ہر سو کے اظہار پر سوالیہ نشان۔

”تمہیں کیا پڑھانی ہے؟“ یا یمن نے اس کی طرف اچھے بھروسے پر جھانک کر دیکھنے لگی۔ حیران بھی ہوئی کہ اسے کیسے پتا چلا کہ وہ پڑھنا ہے۔

”نہیں بتانا چاہئیں تو مت بتاؤ۔“ اس کے خاموش رہنے پر یاکین نے اس امانت سے کہا جیسے اسے کوئی پروا نہیں۔ جب وہ واپس آئیں گے تو کہیں۔

"خیر.....! یہ تو کہہ۔۔۔۔۔ جہاں ہر شخص پیدائش کے وقت سے ہی اپنے ساتھ ایک عدد میٹائی لے کر پیدا

ہوتا ہے اور حرے کی بات یہ ہے کہ اس ایک پریشانی سے نجات کی کوشش میں وہ مزید پریشانیاں اپنے سر لا دیتا ہے۔ ”یا تمھیں ہے بچے کے کھینکے امانہ میں کہ کرو خود ہی ملے ہمارے اچھے کر رہے تھے۔“

”کیا میں غلط کہہ رہی ہوں.....؟“

”آں ہاں.....“ یہ ممکن قرار دیتے ہوئے ہیں۔

”جے ڈیٹ ہو تم۔۔۔۔۔! بڑے لوگوں کے دکھ بھی بڑے ہوتے ہیں اور ان کی ایک پریشانی کا دل سے پریشانوں پر بھاری ہوتی ہے اس حساب سے تو سمجھو تم خوش نصیب ٹھہرے۔“

”وہابی۔۔۔“ وہ قائل ہو کر یوں۔۔۔ یحییٰ اعجاز کا نام ہر پاس کی طرف سے اس کا بچاؤ آگیا تو وہاں کو پوری طرح حاضر کرتے ہوئے ان کے کمرے میں آگئی۔ وہ فون پر بات کر رہے تھے۔ چوتھی نظر اس پر ڈال کر ضرور دیکھیں بیٹھے۔

”ہاں بی بی!۔۔۔ اگلے آپ کو کوئی پرائیڈ تو نہیں ہوئی۔۔۔“

”توہر!“ وہ بھی کہہ نکلی تھی۔
 ”کہہ.....“ انہوں نے سوچا اعداد شمار بلایا ہر کہنے لگے۔

”ایک بات یاد رکھئے گا۔۔۔ سب کو ایک دم لگتا ہو جاتا۔ دھیرے دھیرے اور جب مولوی دیکھیں اس سے بات کریں اور جب وہ آپ کو اٹھاتا دست بخینے لگے تب آپ اسے چہرے کی سرجری پر آمادہ کر رکھتے ہیں۔ اس

”جی.....“

”اور ہاں!.....“ کھر آپ نے دیکھ لیا ہے۔ اب آپ خود سے چل جائیے گا۔“ وہ کچھ نہیں بولی تب انہوں نے جانے کے لئے کہا تو وہ دروازہ اپنے کمرے میں لگئی۔ انتہائی بے دلی سے جبکہ اٹھایا اور باڑے سے

”تو اور کیسے منع کیا جاتا ہے.....؟ آپ زبان سے نہ کہیں لیکن آپ کا رد یہ تو بھی ظاہر کر رہا ہے۔“ ظائف مزاح و ہنسی جرات کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

”آپ کی ٹیجر میں صرف اسی سے مطلب رکھیں۔ دوسروں کے ذہن سے آپ کو کیا غرض؟“ وہ قدرے اٹکڑے لہجے میں بولا تو کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ کہنے لگا۔

”مجھ تو آپ کو آکر دیکھنا چاہئے کہ میں اسے کیا بڑھا رہی ہوں.....؟ حکیم صاحبہ تو عائشہ اس وقت سو رہی تھیں، جیسے اور آپ کو بھی کوئی پر واہ نہیں۔ اس طرح خوشامد میں خوراک کے کام سے انصاف نہیں کر سکتوں گی۔“ غلام

”لیکن میں۔۔۔“ وہ اس کی بات پر اٹھ کھڑا۔ اعجاز ایسا تھا جیسے کچھ میں نہ آ رہا ہو کہ کہا کہے۔ تب وہ ادھر سے جب کوئی پوچھنے والا ہی نہیں ہوگا۔“

آدمرد کہتے ہوئے ہوئی۔

”ٹھیک ہے۔۔۔۔۔! آپ اس کمرے سے نکلتا نہیں چاہتے تو کل سے میں سنی کو یہیں بیٹھ کر چڑھا دیا کروں گی۔“ وہ اپنی بات ختم کرتے ہی کمرے سے نکل آئی۔

(اب کل جو ہوگا دیکھا جائے گا)۔ مٹی کے پاس بیٹھتے ہوئے اس نے سوچا۔ پھر قہر سے اسے پتہ چلے گا۔ جو خالصا اور خاصاً اس میں سبلی یاد رکھتا۔ پھر اس سے سوال کرنے لگا۔ اس وقت ہو جائے گا۔

"...! آپ کا گھر کہاں ہے؟"

”میرا کمر“ اور مگر کے ساتھ ہی اسے یاد آیا کہ آج اس نے چلی ہے آئے کو کہا تھا کہ کچھ بھی نہیں لے کر طبیعت کچھ خراب تھی اور اس کا خیال تھا اسے ہسپتال لے جانا ہے گا۔ بس وہ فوراً کھڑی ہو گئی۔ سنی سے

یہ بات سمجھا کر خدا حافظ کیا اور باہر نکل آئی۔ قہار راستہ اپنی یادداشت کو کوئی روحی کردار میں ایک بار بھی اسے خیال نہیں آیا اور اب پتا نہیں اماں اور بیٹے کہاں آئیں گی۔ پھر گھر کا روزانہ کھانا کچھ اس قدر سے اچھلتا تھا ہوا اور آئی تو

ہاں بچوں سے نکل رہی تھیں اسے دیکھتے ہی خوش ہو کر پوچھ لیں۔

”تمہیں ہمارے لیے جو“

”بھتیجا...؟“ وہ یکدم ہلکی ہلکی آہستگی سے پھر فرما رہا تھا۔

”بھائی کہاں ہیں.....؟“

اندر۔ اللہ کا شکر ہے وقت پر دانی مل گئی تھی کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ "اماں تمہیں بتائے لگھیں لگھیں اس کا درمیان تو سوسو لو کی طرف تھا۔ امیہا اچھا کرتی ہوئی اندر بھاگ آئی اور بیگ ایک طرف پھینک کر پہلے سے کو

”خدا کی بھالی...! بھلا آپ پر ہے نہ بھیار۔“¹⁴

”میرا کس پر ہے...؟“

”جیسا ہے والا ہے۔ بالکل ایسا کی شکل کا لگ رہا ہے۔“ وہ بچے کو دیکھتے ہوئے بولی۔ مجھ اسی کے نرم نرم

پھر سنی کو کوئی مسئلہ پھر اس نے نہ دیا۔ کچھ دیر تک صبح کے پاس بھی بیٹھی لیکن اس تمام وقت میں وہ نظر نہیں آیا اور نہ صرف اس دن بلکہ اگلا چار دن اس نے پھر نہیں چلی۔ نہ تارو و حال نہ جو کچھ اس کی آمد پر خود کو اسے

کمرے میں بند کر لیتا تھا اور اس طرح قہورہ کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اگر اس کا کام صرف سنی کو بڑھاتا ہوتا تو حقیقتاً وہ اس کا سامنا نہ ہونے پر شکر کرتی لیکن وہ تو جتنی ہی اس کے لئے سنی میں اور وی عاصی۔ اس دن وہ سنی کو بوم و رک

”سُتُو...! تمہارے دادا کہاں ہیں؟“

”ماما! اپنے اسٹڈی روم میں ہیں۔“ سنی نے کہیں

”تم اہم روک کر دیکھنا بھی آتی ہو۔“

”آپ ماما کے پاس جا رہی ہیں.....؟“ سنی کے پر مچنے پر وہ دوا مسکرائی۔

”ہاں۔۔۔! مجھے ان سے ایک کتاب ملنی ہے۔ بس ابھی آتی ہوں۔“

وہ اس کا مال تحریک کر آٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر اس کے کمرے کی طرف جاتے ہوئے وہ خاصی ہڈال سی ہو
 تھی جس کی اور کچھ غریب سامی لکڑہا تھا جن کو جانے جاتا ہوا بھی نہیں تھا۔ بہت جگہ سے دروازے پر چنگ دلی اور

تم ان کی آواز پر اٹھ دو اٹھ ہوئی تو وہ اسی کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگا، اس کی آنکھیں پلٹے پلٹے جھپکیں مارتی تھیں جب ہی پہلے حیران ہوا پھر ہر گوار سے چہرہ دوسری طرف موڑ لیا تو وہ بہت متعجب کر پڑی:

”شاید آپ کو میرا اانا کو اور گزرا ہے.....“

”فرمائیے..... کیا کام ہے؟“ وہ اس کی طرف دیکھے بغیر بولا۔

”اے قوم تو کوئی نہیں البتہ ایک بات پر چمک رہی تھی۔“ اس نے بے اختیار اس کی طرف چہرہ مڑ کر سوالیہ نظر دیا۔
وہ دیکھا تو صرف اس پر سے نظریں ہٹانے کی خاطر وہ ان حضرات سے کیلئے ہوئے بولی۔

”اولی روز آپ نے کہا تھا کہ آپ ہر جگہ نظر آئیں گے لیکن اس کے بعد سے نظری نہیں آئے۔ میرا مطلب ہے اگر آپ نے میری وجہ سے خود کو پابند کر لیا ہے تو.....“ وہ بعد ازاں موش ہو گئی اور ذرا سی جھپکی اٹھا کر

لیکھنا تو وہ صاف کوئی سے پوچھا۔

”آپ تھک چکی ہیں۔ آپ ہی کی وجہ سے میں خود کو تنقید کر لیتا ہوں۔“

”تو اس کا مطلب ہے میں یہاں تھا یا کہ اس.....؟“

”تمہا آپ کو منع نہیں کر رہا۔“

کمال پر ہونٹ رکھ دیجئے۔

”اے پہلے منہ! تمہو کو دھو لو۔“ کہاں نے لڑکا تو وہ مصنوعی حیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولی۔

”کیا مطلب ہے آپ کا.....؟ کیا القیرو صوفیوں کے اسے پھاڑ نہیں کیا جا سکتا۔۔۔؟“

”لو..... میں نے وضو کرنے کو کب کہا۔۔۔۔“

¹⁴ قراب کہہ دیجئے۔¹⁴

”تاہم جاننے کے بجائے جا کر کچھ دیکھو۔ صبح سے کراؤ لگتی ہے۔“ اماں اور چچا کو جیتھ گھیر کر اس نے
 بچے کو ان کی گود میں ڈال دیا۔ چار خصوصیات خلیہ کے کائے کا پور کچھ بھی نہ آئی۔ کچھ دور بیٹھنے کے بعد بچے کے رونے کی
 آواز آتی تو اسے لے گئے۔ دلوں سے اس گھر میں چھایا ہوا خوف نہ ہے۔ فضا بھی رنگ بدل رہی تھی۔ جب اسے
 بھرا کا خلیہ آیا تو یہ کہہ کر وہ یہاں ہوئے تو اسے خوشی کا رنگ بھی کھل گیا۔ کچھ دور اور بیٹھ کر بھی چھایا ان کی کئی کوشش
 سے مخصوص کر دی ہوئی۔ چائے کی کیکار نہ بولیں گے۔ اس کے دل میں دوسرے ہوئے تو انور کا بیانیہ اور آواز
 سے راتی میں بیٹھ کر نکال کر اس کے کھاتے کے آگے رکھ دئے ہوئے ہوئی۔

”ابن۔ 1۔ کچھ مٹھائی وغیرہ منگوائے۔ 2۔ اور ماں باپ سے برا تعہد کرتے ہوئے بولیں۔“

”لو..... میری بھی مت ماری گئی ہے۔ تھی اپارلاؤ کر کے بھوکا ہوا میرا بھائی، اسکا اچھا بھائی۔“

”اب مٹکوا بچے!...! بٹکھا آپ خود لے آئیں۔“ وہ اماں کو کھینچ کر نیلے کے پاس آ جھٹی اور اس سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی۔

□ □ □

اچھے اور اس کا دُشمن جانے کو باطل اور فتنہ چاہا اور اتحادِ امان سے بھی کہا کہ ہمیں کُلوں میں بیٹنی چاہیے۔ اچھی اور ایک ہمہ نیتی فتنہ اور اتحادِ امان کے لئے دل نہ چاہتے ہوئے بھی چاہا۔

دُشمن اُسی کو مطمئن ہوا یا نہیں، ہمیں پتہ چل گیا ہے۔ وہ خاص بدلہ دے گا کیونکہ وہ اچھی کیلئے کے مراحل میں تھکا چکی ہے اور جب یہ فتنہ ختم نہیں ہو گا تو اس کا کیا کام؟ یہ کونسا بدکردار ہو گا یا غرضی، یہی دوسرے ہمہ نیتی کے دُشمن سے ان کے کرے میں چلے آئے اور ان کے کوہِ مصلحت سے پہلے ہی کہنے لگے۔

”سر.....! پائیکوں تو نہیں آئی۔ کیا میں بھی چلی جاؤں۔“

جانا جائیں تو چلی جائیں لیکن میرے گھر سے ہو کر جائے گا۔“

اس پر اذولایا اور وہ بہت مصحتجاتی ہوئی ہاں نکل۔

(بھلا یہ کون سا وقت ہے جانے کا۔۔۔ ۱۴۰۰ھ)

ام وقت کی سوچتی رہی۔ گیت سے داخل ہوئی تو وہ لان میں کھڑا نظر آیا۔ ایک ہاتھ میں ردول کیا ہوا اخبار تھا اور
 نے کس خیال کی گرفت میں تھا کہ پیشانی کی ٹیکہ گہری ہو گئی تھی۔ وہ متوجہ کرنے کے لئے دھڑا سا کھانسی تو وہ
 تک کہہ کر کھینچ لگا اور پوچھا ہٹ میں وہ کئی کہہ سکی۔

"...နိမ့်နိမ့်"

”سنی تو اس وقت اسکول ہوتا ہے۔“ خلاف عادت اس نے فری سے جواب دیا لیکن وہ اپنی بوکھلاہٹ پر

ہاں تو نہیں یا سگی۔

۱۹۔ "کی...! مجھے معلوم ہے۔"

پھر... اس نے پوچھا پھر فوراً احساس ہونے پر کہنے لگا۔

”آپ کا طیّز...! اچھڑ جائیگا۔“

”نہیں نہیں...! یہیں ٹھیک ہے۔“

۱۹۹۰ء - ۱۹۹۱ء

”میرا مطلب ہے میں ذرا جلدی میں ہوں بس یہ بتانے آئی تھی کہ آج میں کسی کو چڑھانے نہیں آسکتی۔“ اپنی بات ختم کر کے اس کی طرف دیکھا تو وہ قدرے تعجب کے اظہار کے ساتھ بولا۔

کمال ہے.....! صرف یہی بتانے کے لئے آپ نے اتنی زحمت کی.....؟“

میں جاؤں.....؟ اسے جانے کی جلدی تھی۔

”ہر جمع ایک“... دو ذرا سے کٹھ سے اُڑا کر قتل کر دیا گیا تو وہ جلدی سے لپٹ کر باہر نکل آئی۔ ایک منٹ میں اس شخص کا کھمبہ محسوس ہونے لگا اور بار بار ارادہ اس کے بارے میں سوچنے لگی کہ بائیس پہلے کیا ہو گا؟ انہاں نے بتایا کہ وہ اپنے ختمے میں بہت متحول تھا اور اب ایک دم سے چھا کر پتھریاں اڑا رہا تھا۔ وہ کچھ دیر کے بعد کچھ سے اُڑ کر اسے بھاری محسوس کرنے لگی۔

[illegible]

□ □ □

ابھی تک تو یہ چاہ اس کی بنیادی تھی جس میں اس نے درود ایک نئے عزم کے ساتھ اس گھر میں داخل ہو رہی تھی۔ لیکن اب ایک نئے راستہ درود سے آرام سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کے اسٹاپی روم میں لے آئی اور درود میں اس کے اسٹاپی روم میں لے آئی۔

سر مختلف کردار و ادب کے لیے مشہور

فہم شاعر فرمایا اس کا دل بڑا کھنکھاتا ہے۔

[illegible]

کھیل کر کھتے ہوئے ہوئی۔

”جیہا! ہم انسان ہاؤں سے ڈھکے ہیں۔ جب تک یہ صورتِ جان اور توانا ہے جسے دیکھ کر
ساتھ بکرا دیکھ کر اس کو اپنے ساتھ چلا ہے وہ سوتے ہیں۔ اس وقت تک دیکھنا نہیں چاہی جتنی ہے اور اس کی رنگتیں
میں کوئی کرم نہ چھلکے یا کچھ کھانا نہ چھول جائے ہیں۔ ہر بار کسی وجہ سے ہم دیکھنا کھانا نہیں دے پاتے تو اسے برا
کہتے ہیں۔ چہ چہ! یہ تو انجمنِ تھیں سے ہاں!.....“ اس کی اس بات میں بھی بھور بھور ہنسی اور تضحیک تھی۔ آخر میں اس
کے ہاتھ نے برقعہ لٹکانے کا اہتمام کر دیا۔ وہ کب کوئی سناریا تھی اس کی آڑ میں اسے یہ خطاب تھا۔

[illegible]

ہوئے بھی وہ بے حد اُناس اور انجاس کا گم رہی تھی۔ بڑھ چڑھتا رہا وہ اپنی کمرز اور دوروں کو روک دیتی کی بٹارت دے۔ سکال اِلا تھا۔ دوا چاک اس کے سامنے خود کو بہت چھوٹا محسوس کرتے تھے۔ کچھ مغرب سے آغاز میں اُٹھے ہوئے ہوا۔

”جی... آپ کی سچر کمیٹی کہہ رہی ہے۔ تا تو آج ہی اس طرح غصہ مورت سے ہے کہ ہم... اس کے دیکھنے پر وہ جوت بھی کرنا دہی کی طرف بھاگے گا۔ اب اس نے گھڑی پر نظر ڈالنے کا رخ ہے۔
”کلیہ ملے گا...! اپنی کتابیں سٹوڈنٹس جارجی ہوں۔“ وہ کڑی دھمکی کر گھڑی ہوئی اور اس نے اچھٹا کر دروازہ سے نکل آئی غصہ کی اس نے نکال دیا۔

”میں نے سچ کہا۔“ اس نے ڈاک کر سوائپ نظروں سے دیکھا تو حقتاً اچھا ہوا۔

”جھیک پو جھیک“ وہ ٹھٹھکی اور وہ فسادت مٹنے کے لئے پوری اس کی طرف مگھوم گئی جب اسے اپنی بات سمجھی بڑی۔

”آپ نے بروقت احساس دلادیا اور تم میں اُنہا نے میں اس معصومہ ذہن کو..... آپ پلیز.....! پیشکش
 تان...! میں چاہے منگوا آ جاؤں۔“ عوا جی، چلیں! کامیابی کا حق دے رہا ہے سکرانی پھر معذرت کرتے ہوئے زور
 ”سوری...! مائے کے لئے رُکے تو دیر ہو جائے گی۔“

12. *Phyllanthus* *sp.*

”میں نے کہا کہ میں نے اسے اس وقت تک نہیں دیکھا تھا۔“

[illegible]

”آپ مجھ سے نہیں... میں بخیر ہوں۔“ وہ اس کے اچھے پر غوطہ کھوس کر دیا۔

اس کے علاوہ کمرے میں کوئی موجود ہی نہ تھا اور بہت کم کشش کے بعد بھی وہ اسے متوجہ کرنے کی جھٹ نہیں کر سکتی تھی۔
 سارا اصرار بیان نہ کر ہی ہو گا تو کہہ دیا۔ وہ عجم و رک کہ چکا تھا۔ وہ بھی آواز میں اسے نظم (Poem) ہی نہ کہنے لگی۔

Thank you?

For the world so sweet.

Thank you!

For the food we eat.

Thank you

For the birds that sing

Thank you

For every thing,

[illegible]

”مثلاً:“ وہ نئی سے مخاطب تھی۔ تم بہت اچھے بچے ہو۔ بہت جلدی یاد کر لیتے ہو۔ اب ڈرامہ بنانا کس فلم (Poem) ہے؟ جیسے کہنا بتانا مگر۔۔۔“

”حقیکہ ۱۳۱۱“ بچے نے اپنی عمر اور کچھ کے حساب سے کہہ تو وہ اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”ہاں۔۔۔ میں ہفتہ کا شکر ادا کرتا چاہئے۔ اگر نہ ہوتا تو اتنی بہت سارا اچڑیا دیں ہوتا۔ اچھے بارے لوگوں سے گل یہ نہ پاتا تو اتنی پیاری نہ ہوتی۔“

”لیکن نیچرا مانتو کہہ رہے تھے سزا نا ہوگی نہیں ہے۔“ سنی نے اس کی طرف اشارہ کر دیا اور کہا:

”آپ کے اناطخذ کمرہ ہے۔“ وہ فرما کر گئی اور اس نے جس انداز سے کتاب کو نذر سے بند کیا اس سے وہ انداز ہی انداز کم تر کتاب پتا نہیں داس کا کیا حشر اُنے والا ہے۔ کچھ دیر تک انتظار کرتی رہی اور جب ادھر کو کوئی رد عمل ظاہر نہیں ہوا تب صحت کر کے نکل پڑی۔

”ذرا اپنے ماتے سے جو حوالہ بھر پہلے انہیں دے دیا کہیں لگتی تھی۔“ سننے والے نے اچھی سی دیکھی کہ عالم میں اپنے

”نہیں ہے۔“

”یہ آپ اس لئے کہہ رہی ہیں کہ یہ سب آپ کے ساتھ نہیں ہوا۔ آپ حضور بھی نہیں کر سکتیں کہ مجھے کسی کی نگہوں کا سامنا کرنا پڑا۔“ پھر لوگوں کے درمیان میں..... اس کے اندر اور سرداری کی بھری تھی جو اس کے لیے میں نے ڈرائیو اور بہت خاموشی سے اسے سننے لگا۔

”شرم میں میں ہیں اس کی ایک ٹھٹھکی ہوئی تھا۔“ کیونکہ مجھے خبر تھی کہ اسے اس بات کو اتنا محسوس نہیں کیا دوستوں کے پاس چلا جائیں گے دیکھ کر سب سڑ سڑ پڑے اور پہلے میں نے اس بات کو اتنا محسوس نہیں کیا کیونکہ میں خود بھی آگئے تھے میرے آپ کو کٹھن دیکھتا تھا اور ڈانٹتا کہ اسے کتنا تھا کہ جب تک میرے چہرے کے ذخرا بھی طرح میں بھر جاتے سرجی میں نہیں ہے۔ میں بھر بھر بھر تک ایسے ایسے واقعات دہنے کے میں ایک ٹھٹھکی ہو گیا۔ اب آپ کہیں کی یہ باتیں بات نہیں ہے۔“

”میں.....“ وہ کچھ کچھ ٹھٹھکی اور قدرے روتے وقت سے وہ کہہ کر سانس لے کر بولا۔

”اب کیا اچھا ہے کیا برا.....؟ یہ تو میں نہیں جانتا۔ میں میں نے اپنی ایک ڈانٹ بولی ہے۔ تمہاریاں بھی اچھی لگتے ہیں۔ ایک شرور اور دھمکائی میں گزری اور جیسا کہ آپ نے کہا کہ دیکھیں میں کس طرح انسانان جیسا کہ وہ کہنا بھول جاتا ہے تو میں بھی بھولتا رہا یا اس وقت آپ جیسا کہ سب ساتھ بھڑکے۔“

”کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہم سب کسی نئی حالت سے دوچار ہونے کے بعد ہی خدا کو یاد کرتے ہیں۔ اس سے پہلے تو میں ملکی کلاس میں رہا ہوا سچے ڈانٹ ڈپٹ سے اس کے بعد ہمارے والد سب سے بڑا ہے۔ وہ اپنی قدرت سے ہم پر اور ہمارے اس کی قدرت کو اس وقت میں جب ہمارے ساتھ کوئی نہیں ہوتا ہے۔ اس کے لیے جو میں ملنے ان کے دکھایاں۔ ہے۔ مجھے پھر ایک ٹھٹھکی اس پر ڈال کر کہنے لگی۔

”بہر حال..... آپ اپنی اپنی ایک زبان میں ملنے کی پھر کسی آپ کو دوسروں کا خیال ضرور کرنا چاہیے۔ زندگی صرف اپنے لیے جیسے کہ نام نہیں ہے پھر آپ تو اپنے والدین کا واحد بھائی ہیں۔ دوسروں کے علاوہ تو ان کا بدلہ لانا ہے کیوں لے رہے ہیں۔“

”کیا مطلب ہے آپ کا؟“ وہ جو حرکت لگا رہا تھا ایک دم سگریٹ ہونٹوں سے نکال کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”میں کوئی مشکل بات نہیں کر رہی۔ آپ کو خود کہنا چاہیے کہ آپ کی کٹاؤ بھی آپ کے والدین کے لیے کسی قدر تکلیف کا باعث ہے۔ جیسا کہ ان سے ہوا ہے تو آپ کو خود سے تو ان کو محسوس کر لے گا ہے۔ ہاں اس کی قویابی آ رہی ہوئی ہے۔“ وہ بات کے اختتام پر قصداً اسے دیکھ کر سگریٹ ڈال دی اور وہ اپنے آپ پر ہنسا۔

”میں..... میں کیا کر سکتا ہوں.....؟“

”سب کچھ کر سکتے ہیں بشرطیکہ تم کو اس کے اعمال سے باہر نکالے۔“

”جیسا.....؟“ وہ کسی بے طرح خوشنود ہوا اور وہاں کا کھانا اس کے سامنے بچھتی۔

”کیوں نہیں.....؟“

”مجھے میں نے تجھ کا شکریہ ادا کرنے کا حوصلہ نہیں ہے۔“ اس نے صاف کوئی سے اپنی کردار کی اعتراف

پھر کچھ بہت سارے دن گزر گئے۔ وہ جوائی ڈرائیو چاک اور بڑی ہوا کی تھی۔ وہ اس خرابی سے حالات سے بے خبر تھا۔ کبھی کسی وقت اسے خواب آتے آپ پر حیرت ہوئی کہ وہ خود ان کے شکست اور بائیں ہونے کے باوجود اس طرح دوسروں کو حوصلہ دے کر رہا ہے۔ یہ کیا کر لے وہ خود بہت کمزور تھی۔ کوئی کہ اس کے خطا کا عذر ہے۔ آئے ہیں لیکن وہ اس کا سوا کچھ نہیں جانتا۔ وہ اس کا سبب دیکھتا ہے کہ اسے یہاں پر رہے ہیں۔ یہ کسی کے علم میں نہیں تھا کہ وہاں وہ اس کی بات سے کہتے ہیں اور ان کی دہائی پر ظاہر ہے لوگ اسی حساب سے ان کی پذیرائی کر رہے تھے باہر سے آئے والوں کی جاتی ہے۔ پھر ان سے چھوٹے سونے تھا کہ اس کا مطلب یہ کیا جائے گا اور وہ جو خرابی دست ہوں وہ کوئی کیا کر رہے ہیں.....؟

(پچاس سال کی ڈورس کا تین سال حالات تک دماغی حاصل کر سکی تھی نہیں.....؟)۔ وہ ضرور سوچتی اور کبھی کسی اس کے یاد جو وہ جب کیونکہ اس کا زور وہاں پر نہیں تھا۔ اسے سمجھنے میں جاتی۔ اس طرح اس کی اپنی زندگی میں دوسرے زندگی کی دیکھیں جتن تھا۔ کچھ لوگ جو اس انتظار میں تھے کہ اس کا بھائی باہر سے اس کے لیے بہت سامان لے کر آئے گا اور یہاں سے اس کے خالی ہاتھوں کو دیکھتے ہیں سڑ سڑ میں اس کے لیے خوشی کا دامن قائم کر رکھ کر کوئی کسی اپنی اپنی دیکھ رہی ہیں کوئی دیکھ رہی ہیں اس کے باوجود وہ کچھ گھبراہٹ سے اسے دیکھ رہی ہیں اور یہ بھی جانتی تھی کہ ان پر خوشی کی روشنی میں جب وہ پڑا ہوا ہے کہ اسے اپنی اس دنیا میں کہ وہ اسے گا اور یہاں کچھ زیادہ حقیقت پسندی سے سوچتے ہوں وہ کچھ غلطی کر رہی ہیں۔ اسے خبری نہیں تھی کہ وہ چاروں کی اس کی انگوٹھوں میں دیکھتے ہیں۔

اگر کوئی پھر سے زمین نظر آنے لگی ہے تو سارا حسن صرف اس کے دھوکے کا سر ہونے صحت ہے۔ اگر زندگی سے چاروں نے لگے تو صرف اس کے لیے نہیں وہ اپنے جذباتوں پر بند ہوا ہے۔ بلکہ یہ سب خود وہ کہ ایسا نہ ہو کہ اسے ایسا نہیں ہے اس لیے اعلیٰ اعلیٰ تک آجائے اور جاب میں اس کا لحاظ نہ کرے کہ اس کا نام کر وہ دیکھ کر کہ کسی بھی کسی اس کی ایک نظر سے مار ڈالنے کے لیے کالی ہوگی۔ سارا دوسرے سوچتے اور اس کے انتظار میں رہتا اور جب وہ اپنی تو خود پر ہزار چہرے بھرا دیتا۔ کبھی اسے اختیار ہے میں جابل کر رہا تو کبھی زک جاتا اور وہ کیونکہ بہت کم اسے باور دست دیکھی تھی اس نے کبھی نہیں جانتی تھی۔ قصداً اس کی سب کچھ اس پر دیکھتے ہوئے اور اس کے سامنے کچھ لگاتے تھے پھر اس کے دل سے ہوا جاتی تھی۔ بہر حال اس طرح سے وہ اس کے ساتھ کچھ ملنے سوچتا ہے تو اسے رام سے بات کرنے کا تھا اور ظاہر ہے کہ اسے چاہئے کہ اسے یہاں کا دور اس کا اصل کام اسے ایسا نہیں ہے نکال کر یہ یگانہ دل کا تھا کہ وہ قابلِ عزت نہیں ہے۔ اس نے اب وہ بڑے آرام سے کسی چند دھند سے ہوم اس کے کہہ کر ڈانٹ کر رہی تھی اس کے ساتھ کوئی موضوع بھیج رہی اور ہر حال میں خود اس کی اپنی معلومات ہر موزنی کیونکہ اس نے بہت خود زندگی کی زندگی میں جب اس کی صرف معلومات بلکہ شاید کبھی بے حد سچ ظاہر بھی وہ ظاہر نہیں کر رہا تھا کہ کم بخت اور اسے زیادہ سوچ دیتا۔ پچاس سالہ وہ اپنی اپنی تھی اس وقت بات کرتے کرتے وہ ایک اس کے بے چہرے لگی۔

”آپ اتنے ایک ٹھٹھکی سے کیوں ہو گئے ہیں.....؟“ اس نے کوئی جواب نہیں دیا تو خود ہی کہنے لگی۔

”کافیا کو تو اس کے روزوں سے دلیرا دشت ہو کر آپ نے کٹاؤ بھی اختیار کر لی ہے لیکن یہ کوئی ابھی بات تو

”اچھے کم حوصلہ تھے تو نہیں آپ؟“ وہ جانے کس مقام پر کھینک پھر فرما سنبھل کر بولی۔

”بہر حال! اس طرح نہیں تو پہلے سرجی کروائیں۔“

”نہیں!“

اور اس بار وہ فوج ہو کر بولی۔

”کیوں نہیں؟“

”بس نہیں!“ وہ مزید کہہ نہیں بولا۔

”اپنے اس چہرے کے ساتھ میں نے آج کیا کو بیجا ہے۔“

”تو پھر اسی چہرے کے ساتھ ڈنکا مارنا کریں۔ وہ چہرے آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ سب لوگ آپ

کے دوستوں جیسے نہیں ہوتے۔ صرف ظاہری خوبصورتی پر مبنی دالے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر دوسرا رئیس و افسان

میں نظر آتا۔“ اس نے ایک لٹھڑک کر اس کی آنکھوں میں دیکھا پھر اسے تنگ دیکھتے نظر میں بھاگے ہوئے بولی۔

”آپ بڑا دانا کیوں کرتے ہیں۔“ پھر آپ کو دیکھ کر موزے سے آپ بھی مہ سوز لگیں۔ آپ صرف اپنے

دماغ میں ہی پروا کرتے ہوئے ان کی آواز دوس کی کھینک کر کہیں۔

وہ بہت خاموشی سے اسے دیکھا، بار بار دیکھتا جیسے اس کے پاس کچھ نہ کچھ نہیں تھا بڑی کاغذی پھولوں کو

بجھانے میں لگ گئی۔ کچھ دیر بعد وہ کہنے لگا۔

”میں اپنے ڈیڑی کا بازو دیکھ سکتا ہوں لیکن یہی کی خواہش پوری نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ میرے خیال میں کوئی

دی ہوش ڈیڑی کا ہاتھ سے شادی نہیں کر سکتی۔“

”یہ یقین آپ کا خیال ہے۔“ وہ بے دریغائی اور دردی میں دیکھ گئی تو وہ کچھ دیر تک اسے دیکھا رہا، پھر ایک

دھماکا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں جکڑ کر بولا۔

”آپ۔۔۔ آپ! آپ کریں گی مجھے شادی۔۔۔“

وہ اپنی جگہ سے دوڑ کر وہی سے اسے اٹھانے کے بعد اپنے لیے اس طرح لڑنے لگا تھا۔

”نہ اب دیر نہیں۔۔۔! میرے ساتھ میں کتنی ہیں۔“ اس کا انداز بے حد جارحانہ تھا اور اس کے

ہاتھ کو آواز اور سے دایا کر تعریف سے اس کا انگوٹھوں میں پائی آواز آیا ہوا نہ کاٹے ہوئے چھ دوسری طرف موز

نگی جب اس کا ہاتھ پھوڑتے ہوئے سانس بے ہوا۔

”جب آپ میرا ہاتھ نہیں دے سکتے رہیں۔۔۔! تو کچھ نہیں کی نہیں دے سکتا۔“

وہ پھر سے ماتحتی کے پاتال میں آخر بار تھا اور اس مقام پر وہ اتنی بے بسی تھی کہ ایک لفظ نہیں کہہ سکی۔

بیشکل تمام نوک و کھاراد سے کرکڑی ہوئی اور اس کی طرف دیکھنے لپیرے باہر نکل آئی۔

□ □ □

تین دنوں سے وہ آتش چار چلی اور نہ کسی کو بچہ ماننے۔ کمرش بھی کسی کام میں اور نہیں لگ رہا تھا۔

جب ہی بے کئی تھی۔ بے نامی آفاسیاں اور دھن بھولنے سے کچھ سوچ بھی نہیں پڑا تھا۔ شاید اس کے سامان میں

بھی نہیں تھا کہ بات بڑھتے بڑھتے اس تک آجائے گی۔ وہ تو اپنی ذہنی بیماری تھی۔

لیکن نہیں اب اس پر اور اس کا ہوا تھا اور بے نامی آفاسیاں بھی کوئی نہیں کہ صرف اس کی ذہنی نہیں

تھی۔ ذہنی ہی تو صرف آتش ہی نہ تھی۔ اس کے بعد کوئی اور ہی چہرہ تھا جو کھانا کھانا اس کے کمر کی طرف

لے جاتا تھا اور اس چہرے کو کوئی نام یا کوئی خود سے کسی پر شیدہ نہ رہی تھی کہ وہ پھر سے ڈنکا کی رنگینیاں

میں گم ہو جائے گا تب وہ کہاں اسے دیکھتی پھرے گی اور اگر دھوڑ بھی لیا تو وہ کہاں بیٹھائے گا بھلا۔۔۔ شاید

اپنی بارداشت کھانے ہوئے کہہ دے۔ آپ ہی کی بچہ رہے۔ بے حد آواز دیکھیں میں کمر کی وہ مسلسل ایسی بچہ پر

سوچ رہی تھی کہ ٹیبلٹ اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیاں۔

”کیا ہو گیا ہے تمہیں۔۔۔ کوئی پریشانی ہے؟“ اس نے کمر کی سائیں سمجھ کر اندر کی آواز دیکھی

سے پوچھا کہ بانی کی کوکوش کی اور غلطی خالی تھروں سے تنیدہ دیکھا تو وہ پوچھنے لگی۔

”کیا کیا بھول گئی ہے۔۔۔“

”نہیں تو؟“

”پھر آتش کیوں نہیں چار ہیں۔۔۔“

”بس۔۔۔! کچھ آتش کی بات ہوئے تھی۔ میں نے سوچا ایسا نہ ہو غلطیاں کر رہی جاؤں اور

بھولنے کے بچے ہو جائے اس سے پہلے خود ہی دیکھنے پھر کی چھٹی لے لی۔“ اس نے خوبصورتی سے بات بتانے

کی کوکوش کی لیکن تیز بخور سے دیکھ رہی تھی کہ سوچ لگاؤ میں ہوئی۔

”کچھ لکھنے سے تم کو غلطی کر چکی ہو۔“ اس کا دل کی یاد دہانی دور سے دھڑکا۔ نظریں جڑا رہے ہوئے بولی۔

”کیا مطلب۔۔۔“ اس کی بات کا شیارہ بھٹک رہی ہو۔

”تھیلہ بھی نہیں پھر بھی تو پیش کا اظہار کیا تو وہ

قصداً در سے شس پڑی اور اس طرح بکے پکھانے میں تھانے لگی۔

”بس بھالی۔۔۔! شروٹ میں غلطی ہوئی تھی جو شس نے پاس کی بات مان لی تھی۔ گو کہ انہوں نے مجھے سوچنے

کو وقت دیا تھا لیکن ہمارے پاس وقت میں تھا۔ کمر کے ساتھ سے پیش پھر مجھے فوراً ہی پڑی رہی رہتے شاید

میں میں نہ کر دیتی کیونکہ جب میرے پاس کی بات نہیں تھی۔ میرا بال اپنی اپنی غلطی کا شیارہ بھٹک رہی ہوں۔“ اس

باردوبت تھانے میں کا ماب ہوئی تو تھیلہ اس سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے بولی۔

”میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ یہ تم پر غلے ہے۔ جاب کہ تمہارے سس کی بات نہیں ہے۔ ایسا کہ چھوڑ دو۔

ایک دھمکیے میں تمہارے یہ بیان آئے والے ہیں۔“

”ہاں وہ تو جیسے۔۔۔“ وہ کھانچ بولے جاری تھی کہ ایک دم ہونٹ اٹھنے سے نور تھیلہ انہیں انہیں جی ڈکھ

سے بھولی۔

”تھیلہ کچھ نہیں۔۔۔ اس کے آنے سے کون سا ہمارے دروازہ ہو جائیگا جسے۔۔۔“

”ارے۔۔۔! آج بھی نکال کر رہی ہیں۔ میرا آجائیں گے یہ کیا کچھ غصہ کی بات ہے۔“ پھر اس کے بازو

میں ہٹکی کاٹنے ہوئے بولی۔

”بہت دلی ہے آپ...! غلطی تو لکھ رہی تھیں میرا قلم ہو... تم علی لوٹ کے آ جاؤ۔“

”اس میں جو غلطی کیا ہے...؟“

”ماتوں کیا ہے.....؟“ اس نے گنگوٹھ والے کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن خبیثہ اٹھ کر بھاگ گئی۔

رات میں سوئے کے لئے لیٹی تو پھر وہی سوچیں گیں اور کھڑک سے اپنے کایں کا تھکا کہ وہ ہمارے پاس
اس شخص کا خیال زیادہ ہے یعنی کہ وہ تھا جو ایک اس کا ہاتھ تھام لیا تھا اور اس کے ساتھ لیٹے ہوئے تھیں اس پر
کیا تھی ہوئی۔ ٹھیک تو کہہ ہاتھ کہ جب آپ میرا ساتھ نہیں دے سکیں یہ کیا تو کچھ کوئی نہیں دے سکتا
(اور میں تھا ہر ساتھ کہیے وہ سبھی بولے انا.....! تو بہت عام لڑکی ہوں)۔ اسے اپنی کم ہانگی کا
احساس نہ کیا تھا۔ سبھی بے پروا آنسوؤں سے ٹپکتی ہوئی میری طرف دیکھ رہے تھے۔ ساری صورت حال کے ساتھ
کی کہ وہ کچھ خواب اور اذیت سے بھرا ہوا ہے تو سبھی کی وہی دہرائی تھی کہ وہ بے پروا ہے کہ وہ دوسرے لوگوں
کی طرف اسے دیکھ کر نہیں دیکھ سکتی اور یہ ساری باتیں اس کے سامنے کہنے کے لئے بہت اچھے تھے جو
اس میں نہیں تھی جب اس نے لیٹی تو اس کا ہاتھ ایک لڑکی کے ہاتھ سے اسے آگے بڑھانے کی کوشش کی اور اسے
اسے دھک دے گا۔

”آغا جاکیرہ چلیکے.....“ خاصا گلے بہر ادا تھا اور وہ اس کی آواز سن کر ہی سب بھول گئی۔ اشفاق کہہ پائی۔

”جی میں سمجھتا ہوں۔۔۔“ دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ یکدم سرد و انتہا کرلی غی کی کہ وہ غم کے شبہ بات بڑھے لیکن وہ کچھ نہیں بولا اور اس کی اور کچھ مجھ میں نہیں آتا تو کہنے لگی۔

”ایسا ہے کہ میں دو تین روز سنی کو پتہ چلے نہیں آسکوں گی۔“

”پچھلے تین روز سے بھی آپ نہیں آئے ہیں اور سڑکی پہنچی نہیں ہوگی۔ آپ کو کون آتا ہے۔“
 قدرے سخت انداز میں علم صادر کے فون بند کر دیا اور دروازہ کھلی۔ پھر خرگوش کو تھپکی دے کر فون کیا۔
 آرام سے تین دن بعد جانی اور اس وقت وہ پیر کا صبح تھا۔ اب اگر نکلیں جائے گی تو سڑک پر دوڑ جائے گی۔
 دو تھریک وہ نہ صرف اس کے بچے کو سوتیلی بیوی جس میں علم اور کڑی تنقیدی نگاہیں تھیں بلکہ بھی کر جائیں اب اس
 کے ساتھ کہ طرح فوج آئے اور اس معاملے میں وہ خاصی بددیوباری تھی۔ جیسا کہ اس نے بتایا تھا کہ خطاب حجاز
 است اور اس نے یہ وہ جتنی چاہے تھیں اسے کھانے اور اسے گلے، ہاتھ پیچھا بہ وہ سڑک پر کھڑا ہے۔

تمام راستہ وہ خود کو اس غی صورت حال کے لئے تیار کر گئی تھی۔ پھر بھی جب اس کے کمر میں داخل ہوئی
اندر سے بہت سخی ہوئی تھی۔ نیا نچا پیک نے کہا اس کے اسٹونی روم کی طرف جانے کا تو اس نے بہت خاموشی
سے اس کا تھک چکا لہجہ جو بھی آواز میں ہوئی۔

”آؤ.....! لاہر شنگ روم میں ملتے ہیں۔“

سنی نے اس سٹلے میں کوئی سوال نہیں کیا چپ چاپ اس کے ساتھ گیا پھر جب بیٹھا تو چپ بیٹھے گا۔
 ”مجھے... آہ... کہو نہیں آہ...“

"میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔" وہ دوسری اعجاز میں کہہ کر اس کی ڈائری دیکھنے لگی۔

روہ شخص اپنے باپ سے تحصیل سنتے ہوئے سنانے میں نظر آ رہا تھا اور اسی یہ ستم طرز کی تھی کہ جب جڑ بچا اپنا باپ منسوب کیے تھے۔ اس ہی پرانی کہانی کے بیٹے تھے۔ وہ بالکل تمام خوب گوشتیں ہوئی اپنے کمرے میں آگئی اور

باد جو دیا تھیں لوگوں کیسے مٹی جو باقاعدہ اس کا مشق پڑھنے کی فی جرحہ لایا ہاں اس کے دیکھ کر آپ کا احساس سرف

”اسی دن کے صبح دیکھ رہی ہوں۔“ میں نے گھڑی کے سائیں دیکھ کر اپنے اندر کی آواز کی کم کرنے کی کوشش

”میں۔۔۔؟“ میرا مطلب ہے یہ وقت تو آپ کا میرے لئے مخصوص ہوتا ہے یا آپ کے خیال میں اب
 مجھے بھی لڑنے کی ضرورت نہیں رہی۔“ نگاہ نہ تھکے ہوئے چپکے اعجاز میں بات کر رہا تھا لیکن اچانک مجھے اس انداز کا افس
 لٹھیں سے لکڑا ہے اور دیر نہ کرکھی اس کا حال بھیجیں کرکھی تھی۔ غور کیا تھا کہ میں بس محسوس کرتے ہوئے غور سے
 آئی کی بات کو بھیجی تھی۔ جب اس کے لئے دروازہ کھولتے ہوئے دھڑکے سے حکم سے چلا۔

"جینہ جائیں۔۔۔! مجھے ابھی آپ کی ضرورت ہے۔ آئی میں ٹیچر کی جرح بھی دیکھا کاسا دہا کرنا سکھا سکے۔"
گلتا تھا سارے حساب بے باقی کروے گا تو خودی کو خوش رہے وہ خود کو سہارا دینے کا کامیاب ہو گئی تو
برہادر است اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔

"موسمی۔۔۔! آپ اپنے بے بسی اور بچی کا انتظام کر لیں۔"

"کہاں لے گی ایسی بچی جو مجھے، میری آنکھوں میں دیکھ کر بات کرے؟" وہ ڈر ڈر سارہ لہجہ کے ادھر
ادھر نظر ہی بولتا رہے ہوئے یوں اٹھانے لگا وہ پھیلنے دے جانے کی۔ ہر طرف دے تو فٹ سے تارے کر کے کہنے لگا۔
"بہر حال۔۔۔! جب تک دوسری بچی کا انتظام نہیں ہوتا تب تک تو آپ کو میرے ساتھ چلنا ہو گا ورنہ
ممكن ہے میں دوبارہ اپنی اس خرابی ڈانٹا میں لوٹ جاؤں۔"

وہ بھونکی کر وہ ہرگز اسے نہیں سمجھنے کا جب ہی تجلی ہو ڈالتے ہوئے بولی۔

"تھیک ہے۔۔۔! آپ ٹھیک ہیں مگر آری ہوں۔"

"آری ہوں سے کیا مطلب۔۔۔! گاڑی میں بیٹھیں اور۔۔۔" وہ غائب اس کا ہاتھ پکڑا جاتا تھا اور اس
کا رادہ و بھاپ کر وہ خود ہی جلدی سے چلتی۔۔۔ پھر اپنی طرف کا پیشہ اتارتے ہوئے مکیکی بار سے خود کیا کہ
گزارتے ہوئے لوگوں کی نظریں آواز کے بعد تو راس پر پھرتی ہیں اور ان نظروں میں نرم، صاف، مستحضر اور
جاننے کیا کہہ ہوتا ہے۔ وہ کانپ کر رہی۔ چنانچہ سب ایک بھور ہے جیسے اور سے کوئی پروا نہیں تھی۔ بہت
لمحیہاں سے بیٹھا اور جیسی رفتار سے ڈرائیو کرنے لگا۔ وہ سخت اطمینان میں گرفتار ہو گئی۔ مجھ میں نہیں آ رہا تھا۔
قریب سے گزرتے ہوئے کھٹے آواز لوگوں نے اسے اپنا اپنی دہات یا سوں سے پکارا لیکن اس پر کوئی اثر نہیں
ہوا۔ غرض گاڑی کی اسپینڈر چال ہی اندر ہی اندر پڑا ہو کر وہ خود کا ہی کے انداز میں بولی۔

"اگر اسی رفتار سے چلتے رہے تو پانچ گھنٹہ تو راستہ میں نہ جائیں گے۔"

"میں ابھی جا رہا ہوں۔" وہ اطمینان سے بولا۔

"سکھیں۔۔۔؟"

"کیونکہ آپ مجھے گھر سے نکلے پر رادہ کر چکی ہیں اب یہ بتائیے ان لوگوں کو میں کیسے نہیں کروں جو مجھے
چونک کر دیکھتے ہیں۔؟ ہر گز تھک یا سوں سے پکارتے ہوئے ضرور ہے ہیں۔"

"میرے خدا۔۔۔! وہاں کا ڈاکٹر کھوسو کر کے بے اختیار اور بچی۔"

"اور۔۔۔! وہ ڈر رہا تھا۔"

"سب آپ کو کو کچھ نہیں کہہ رہے۔"

"نہیں کریں آگے۔! مجھے نہیں آتا رہی۔" وہ سسک کر بولی تو اس نے گاڑی ایک طرف کر کے روک
دی۔ وہی بچی اس کے آگے سے لے کر وہی سے جب ہی رادہ ڈاکٹر لے گئی لیکن اس نے ایک بار پھر ایسی طرح
اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور قد سے ذک کر گئی مجھے میں بولا۔

"دیکھا کیا آپ نے۔! کیسے مجھے ڈمکاتے ہیں لوگ۔؟ لیکن خدا کی قسم رہے۔! کبھی کسی دلم
سے اتار نہیں لیکن ابھی جتنی میرا آپ کے گالے سے ڈمکے ہوئے ڈم ہے۔"

وہ ایک دھماکے میں ابھی۔

"میرے ساتھ اتنا بیک ڈانٹ کیوں کیا آپ نے۔۔۔؟ اگر مجھے دو بارہ ایسی اندر جھڑکی میں پھیلنا
تھا تو میرے دانتے میں چرنا کیوں چلائے۔؟" پاس ہی حد دوپہا دان تھا جہاں جی غلوں کی ٹواپ کی آنکھوں
میں دیکھ کر کھار کھار کچھ بیٹھ بیٹھ رہے۔۔۔! آپ کو لازم میرے ساتھ یہاں نہیں کرنا چاہئے تھا۔۔۔"

وہ اسی سانے میں جتنی کر آنکھوں میں دھیر سا راپنی پنج ہو کر بکلیں سے جھلکے گا تو وہ ایک دم خاموش ہو کر
ہوٹا پھٹکا گیا۔ کھٹے لیے چپ چپ سرک گئے اور پانچوں فٹیش کے احساس نے اسے بولے نہیں دیا اس کی
حالت کے خوش نظر اس نے مزید کہہ گئے گا اور اوزک کر دیا۔ اس نے نظر میں ہٹا کر سیدھا بیٹھا تو میری سانس
تھکیج کر بولا۔

"نہیں۔۔۔! آپ کو کچھ پھولوں۔۔۔ راستہ بتائیں۔"

وہ جیسے خوش میں آگئی۔ اشارے سے گاڑی بیک کرنے کو کہا اور پھیلیوں سے انھیں دیکھ کر سانسے
دیکھ لی، پھر راستہ جہاں سڑکا ہوا اشارہ کر دیتی اور گھر کے سامنے بھیڑ کے اشارہ دیا تو وہ بھی خاموشی
سے اس کے آگے سے کاٹھار کرنے کا چلن کرتے سے پہلے اسے گاڑی لی لی۔

"آئی ام سوری آگے۔۔۔! میں نے بھی سوچا ابھی نہیں تھا کہ میری ذات کی کسی کی آزادی کا باعث بنے
گی۔ آپ کو جو تکلیف ہوئی اس کے لئے میں اس کو کو معاف نہیں کر دوں گی۔" اس کے ساتھ میں وہ ڈر کر اندر چلی
گئی۔ اس نے بہت خاموشی سے اسے جاتے ہوئے دیکھا پھر گاڑی بیک کرتے ہوئے جانے میں خیال کے تحت
بولا تھا۔

"تھیک ہے۔۔۔؟"

اور وہ بے حد مشکل اور بہت دیر ہوئی ہی اندر آئی تھی۔ اس نے غصے سے ہر کوئی میں لے اسی کی زبان میں
بول رہی تھی۔۔۔ وہ چپ چپ دوسرے چنگ پر بیٹھ کر انہیں دیکھنے کی جگہ دیا جس مسئلہ اسی کی طرف تھا جو ایک
اس کا غم دل میں لہا کر اپنی سارے غلوں سے بے پروا ہو گیا تھا اور پانچ اسے لگا وہ پھر بھی رہ گئی ہے۔ ابھی
ابھی اس سے کہہ دیتی کہ اس کی آنکھوں میں پلٹے پر غلوں کی نور دیکھ کر جو سمجھا وہی ہے۔

"تو نہیں۔۔۔؟ تم کب آئیں۔؟" بیلہ لے اندر آتے ہوئے اسے دیکھ کر چھا تو وہ اپنے خیال سے
چونک کر بولی۔

"ابھی آئی ہوں۔"

"چائے پیو کی۔۔۔؟"

"گھر آئی ہوئی ہے تو دوسری جگہ میں خود لے لیتی ہوں۔" وہ آنکھ کر بچن میں آگئی۔ کچلی میں چائے گرم
تھی۔ وہ کپ میں لالہ کر رہی تھی پھر اسے چنے لے گا وہ جیسے سامنے کان کھڑا ہوا۔

"آپ کریں گی مجھ سے شادی۔؟" آف۔۔۔! اس نے زور سے آنکھیں بند کر کے دوبارہ
کھوسیں بھی دوسرے تھا۔

"(خواب دینی رہے۔! میرے ساتھ چلی جتنی بھی۔۔۔؟)" اور خود کو بھرا اور بے میں محسوس کر۔

[illegible]

”ہیں۔۔۔ ایک تو ہمیں اس شخص کی خبر ہے۔ ذرا سا دور پہاڑوں کی تو رہے گی۔“ بھکھڑا ہوا
 دہرایا۔ ”اگر کسی مجبور کی خدمت کرے تو ہر حال میں مقابلہ کرنا ہیگیو۔ پیشہ سے سوچ کر تھوڑا سا دل دینا
 کس سے تو جوں علی دل اور کم بہت، عقلی نہیں ہے۔“ اس نے اسی خاموشی سے سر جھکا لیا تو یوں لگتا تھا کہ
 ہاتھوں میں ہر دم آگیا۔ کچھ دیر کے بعد اس کا ہاتھ تھکے ہوئے ہو گیا۔

”اگر تم میرے ساتھ گھر کیلے نہ جاؤ گی تو میرے کچھ خانا ایمان سے کھو کر زہوں کی اس کا۔“
 ”تمہیں...؟! میرے ساتھ کون کیا تو کیے گا؟ بھلا...؟“
 ”ہاں...! جہیں، کو کھڑے سب کی پیراہ شفت جاگ اٹھتی ہے۔“ جس سے ہاتھ لگا کر اس نے
 کہا اس کی سی سے ساتھ اس کی ہنسی تھی۔

”ولو...! کیا خودصورت فہمی ہے۔ کبھی راستے میں مت ہٹنا۔“

اور اس کی امی کو یہ ایک گنگ گئے۔ کیسکین کی بات پر نہیں بلکہ گلاس والے سے بے آقا چاندھیر کو کہہ کر وہ جاتے گنگ۔ یہاں سزاؤ کا نظریہ اس پر نہیں لیکن جیسے ہی اسے دیکھنے یا پورا پورے نظروں کا وہ بے جلا پھر دیا سارا رخ مڑا اور پھر باہر نکلا چلا گیا اس کی نظروں نے وہ دودھ اس کا گناہ کیا کہ پھر باہر لیکن کوئی نہ کہہ سکی۔

”جھک کر جائیگیں...؟ تم نے میری بہت مدد کی ہے اور اس کے کہہ نہیں گئے تھے کوئی جھڑکی نہیں۔“

”مجھے واقعی تم سے جھڑکی نہیں ہے بس بیشک تمہارے مگر وہ ان کو کاٹنا دل آلا۔ دے دے تمہارے مگر میں کون کون ہے...؟“ کیسکین نے بڑی خوبصورتی سے اس کا گھبراؤ کر لیا وہ اُسی جہان پہ تھی جی کہ اس کے ساتھ پراہم کیا ہے۔؟

”اماں، جہاں تک میں کو گویا چاہتا ہوں کہ یہاں، میں۔۔۔ اس نے بتایا تو یوں کہن سوچتے ہوئے رہا۔
 ”جہاں کو؟ کوئی شے؟“
 ”اس نے بھی مجھے موقع نہیں دیا۔۔۔“

”واقعی عورت خالص برائی کی بات ہے۔ پردہ لیں کا معاملہ ہے وہاں وہ چاہے یہاں تم کو گم ہے نہیں۔“

ہوئے اس نے سہمزد تھا۔ بالکل اچھے اعتبار پر عمل تھا اور وہی اس کے بدل میں تیار ہو گیا جب وہی تو کہہ رہا تھا۔ جب آپ کو ساتھ نہیں دے سکیں تو کہیں کوئی نہیں دے سکتا۔ اور وہ داری سائینس اس کے ساتھ اس کے سختی نہیں دیتی اس کی کمائی کا احساس کہ وہ مل گا اس کی عامی افری چڑھ کر کہہ سکاں میں گمراہی ہوئی ہے اور اس کے والدین پر بھلا کہاں اسے ایتہ دیں گے۔ کاٹھ وہ اسے قائل نہیں کہ اس نے اس کی طرف سے میں نہیں سہمزد تھا بلکہ اپنی گھور پال اپنی حیثیت اور جو کہ متعلقوں کو سوچتے ہوئے۔ وہ سہمزد نے پر مجبور ہوئی تھی۔
(لیکن شاید اب وہ یقین بھی نہیں کرے گا؟)۔ کچھ سے سوچتے ہوئے اس کی پشیمں ہوئی تھی۔

بھرا گلہ و زباں سے خودی اسے مگر جانے سے منع کر رہا۔ ان کا کہنا تھا کہ کئی چیلنجوں کے باوجود اپنے والد کے پاس گیا ہے جیسا کہ وہ کہا اس کی ضرورت نہیں رہی۔ تاہم وہ خود وہاں کی طرف سے مطمئن ہو کر کہہ رہے تھے جیسے اس نے یہ بات کہلائی تھی کہ اسے اس کی ضرورت نہیں رہی۔ وہ بحال نہ صرف ہوئی تھی بلکہ اس نے خود کو بھی بھر دیا تھا۔

[illegible]

”شاید اس لئے کہ میں جعلی ہی سے بڑا دل اور کم بہت نفرتی ہوں۔ اپنا نقصان اودنے پر کوئی سوال
 اٹھانے کا کوئی حوصلہ مجھ میں۔۔۔ نہ کری کی ایک پسر لگانے دو مجھ سے درجے سے بول ہی تھی۔ نہ تارے اٹھا بھی
 خوش نہیں تھا کہ وہ اس وقت کہاں ہے اور اب کبھی نہیں آئے۔ اسے اسے خوش نہ رہی تھی۔ تصورات نہیں کیا کہ کیا وہ کبھی
 جوتائی ہی نہیں تھی کیوں اس کی خود کا کی ان کا منوش نہیں ہو سکتا۔

”اچھے بارے میں تمہارا کہنا ہے بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن میں نے بدولت اور کم سے کم فکر کرتی ہوں۔“ پائپس نے قد سے ملے بیٹے کا ہاتھ لے کر کہہ دیا کہ ”میں نے یہ سنا ہے کہ تم نے کچھ لکھا ہے۔“

”مجھے تم سے کوئی بدولت نہیں ہے۔“ لے کے کہہ کر میں نے کہا کہ ”میں نے کچھ لکھا ہے۔“

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“ وہ بدولت ہو کر پوچھی۔

[illegible]

بہت زیادہ عرصہ تو نہیں بھر گئی ایک دو سال ضرور ہیں گئے۔ پھر ان سب کوئی ایسی حق کتاب کی طرف سے پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے اور یہ کہ خدمتِ مصلیٰ خیر کے لئے رقم جمع کر دیں گے اور واقعی یہ خوشی کی بات تھی۔ تجلیدِ مصلیٰ خیر کی۔ ابھی چھاپنا ہے مصلیٰ خیر کی بھی اور وہ کیا کرے جس کا دل ابھی بھی خاموش تھا۔ خط بند کر کے دوبارہ لکھنے میں دیکھا پھر نیلہ کو کچھ کر بھول کر رہ گئی۔

"مارک ہو جاتی۔! اللہ نے یہ اکرم کیا ہے۔" بھی اس طوے نے اندھ بجلی آئیں۔ اسے دیکھا تو قہقہہ سے ہنسا۔

"تم آتی جلدی کیسے کہیں۔؟"

"طبیعتِ عجیب نہیں لگے دینی حق۔"

"چلو چلو امرا آگئیں۔ یہاں کا خطبہ بدعات ہے۔"

اس کی قدر و خوش نظر آ رہی تھی اس نے گہری سانس کے ساتھ ہاں کہا مگر ان کے ہاتھ سے پیٹ لے کر ایک بیچ مصلیٰ خیر اور پیٹ نیلہ کو کھانا کر لیتی گئی۔

"خاکو روپا ہے کیا۔؟" اس نے تھوڑی سی غصہ کی۔

"جاس۔! کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے۔"

"ابھی تو آکر کھانا کھا۔ دوا لے آکر کیا۔؟"

"نہیں۔! شام میں دیکھیں گے کس اب میں سو رہی ہوں۔" وہ کبھی کوئی کر دیت جاتی تھی۔ کھانا دیکھ کر وہ کھانا کھائیں بھی بھاری سو رہی تھیں۔ جب ہی جلدی خیر آگئی۔

پھر شام سے پہلے یا کچھ نہیں کئے پرائیں نے اسے کھانا دیا۔ اس وقت اس کا جسم بری طرح تپ رہا تھا۔ شاید اندر کی کھینٹ نے باہر کی راہ کو کھلی تھی۔ چہرہ بھی سرخ ہو رہا تھا اور یا کچھ نہ جانے کیسے کھانے کا سوچ کر اس کا سر دھڑکنے میں آئی تھی اسے دیکھ کر وہ آگئی پریشان ہو گئی۔

"تھیں اس کا کھانا کھا ہوا جاتا ہے۔؟" صبح تو ابھی بجلی تھیں۔

"کس کا کھانا کھا کھاتی تھی۔؟" اس نے سوچا پھر اسے دیکھ کر ہندو اسکر کر پڑی۔

"نہیں۔! جب کام کرتے کوئی نہیں جاتا تو پھر ہوجاتی ہوں۔"

"یہ تو میری بات تھی۔! نا کھانے نہ کھاتا تو اس کی؟" اور یہ کبھی گئی۔

"آپ کب نہیں کیا یا کھاتی ہیں کب۔"

"کیا چھاپنا ہے کیا ہوا۔ یہ تو میں نہیں جانتا۔ وہ اس کی بات یاد کرتے ہوئے بے معانی تیز دہرائی تھی کہ یا کچھ اس کے ساتھ کھانے پر دوسرے کھاتی اور اس کے چوک کر دیکھنے پر مٹی خیر کھانے کے ساتھ پوچھا۔

"یہ تم جانتا کب سے ہو گئیں۔؟"

"جانتا۔؟" وہ اپنی بات پر غور کرتے ہوئے بولی۔

"نا کھانا کھانا کھاتی تھیں آپ ہی دیکھا ہو گئی۔"

"ہاں آں۔! کچھ نہیں تم سے پوچھنے آئی ہوں کہ کون کون سے رانچا۔؟ اور کہاں ہے۔؟" یا کچھ

نے ہاں کہا اس بار اسے کہنا سمجھا تھا جس پر جبار ہی اس کو دہرائی تھی اس وقت اسے آئی ہے اور وہ دیکھ کر چمکے ہوئے۔

"جانتی نہیں کہاں ہے۔؟"

"نہیں۔؟" کچھ نے کہا کہ کچھ نہیں کہہ کر آج تمہارے آئے کے بعد سے میں مسلسل تمہارے بارے میں سوچتی رہی ہوں کہ کفر نہیں بنادی کیا ہے۔؟ بیٹھے بیٹھے گم ہو جا۔! کام سے لاپرواہی۔۔۔ بات

سے بات چیت نہیں کر لیا اور یہ ساری باتیں ایک ہی بنیادی کو ظاہر کرتی ہیں اور وہ ہے عشق۔۔۔ ہاں۔۔۔؟

یا کچھ نے یہ یقین سے کہا کہ انہی گھروں سے اس کی آنکھوں میں دیکھنے کی تو وہ غصہ کی سے سرکھائی۔

"میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی لیکن ابھی مجھ سے کچھ مت پوچھو۔" بڑی عاجزی کی اس کے کچھ نہیں

یا کچھ نے ٹھک کر دیکھا پھر اس کا ہاتھ دیا کر بولی۔

"چلو۔ ابھی نہیں پوچھتی۔" بھی نیلہ جائے لے کر آئی تو اسے دیکھ کر یا کچھ نے پوچھنے لگی۔

"تمہارے بھائی کا خط لکھا وغیرہ آیا۔؟"

"ہاں۔! آج ہی آیا ہے۔" اس نے کہا پھر ساری تفصیل بتا کر احسان مصری سے اس کا شکریہ ادا کر

چا کر آئی تھی کہ وہ بول پڑی۔

"نہیں۔! میں نے کچھ نہیں کیا۔۔۔ ایک خط ہی تو لکھا تھا کچھ کو۔ ڈاکا کے سارے کام ایسے ہی تو ہو رہے ہیں جس کی ایک خط لکھا جاتا ہے۔ کئی کور بلی لکھی ہے۔ کئی کو میری۔ کئی کو کوری اور۔۔۔ یا کچھ نے پھر پوچھ لگا کھانا کھاتا ہے۔"

"اللہ تعالیٰ ہوتی جا رہی ہو۔"

"تمہاری صحت کا اثر ہے۔"

"میری کیا۔۔۔" نیلہ کی موجودگی کے باعث اس نے فوراً بات بدل دی۔

"چھاپنا خیر۔! تم جلدی سے لیکر ہو کر آؤ گے کچھ میں تمہاری اتنی مادی ہو چکی ہوں کہ

تمہارے خیر برائے نہیں لگے گا۔"

"لیکن میں تو چاہتا ہوں کہ اس کو سوچ رہی ہوں۔"

"ہاں۔۔۔؟" بھی تو میں نے نہیں لکھا تھا ہے پھر یہ تو فی کی باتیں کرتے تھیں۔ خیر اور۔! کھر بیٹنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یا کچھ نے پہلے اس کا ہاتھ کھانے سے ہٹا کر بولی۔

"کچھ دیکھ کر اسے کچھ کہنے دینا چھاپنا ہوتا ہے۔ صحت سوچو کہ اب یہاں کی تو کئی لگ جائے گی تو تم آرام سے بیٹھ جاؤ گی۔ مجھے کچھ دوسرے اشارات چاہنا پڑے ہیں۔ سب چھاپنا کاتے ہیں اور مجھے مابہت چہرہ

خوش بھی دینے ہیں پھر بھی میں چاہ کر رہی ہوں۔؟ تو کھر بیٹ کر کیا کروں۔؟"

"لیکھ ہے۔! پھر میں کوئی اور چاہ تلاش کروں گی۔" اس نے کہا تو یا کچھ نے چوک کر بولی۔

"کیا مطلب۔؟" یہ اس کی تعریف ہے نہیں۔۔۔؟ پھر وہ خود ہی تھیں کہ کر کے بولی۔

"میرا خیال ہے تم آتا جا کھر سے رکتی ہو۔۔۔؟"

"کجاست۔! آؤ چکی۔"

ماتے مرنے کی طرف جاتے ہوئے اس کے دل نے جیسے ایک بار دھڑکنے لگا تھا۔ وہ جانتا ہی تھا کہ اس کا راز یہ کیا ہے۔ اور اس کیج پر اس نے سوچا بھی نہیں۔ بس اسے تو یوں لگ رہا تھا جیسے کسی کھوئے ہوئے راستے کا نشان مل گیا ہو۔

□ □ □

پھر ان یمن کے جانے کے بعد کچھ دنوں تک علی رضی اللہ عنہ ایک اور لڑائی آئی اور اب کے کچھ دنوں پہنچ گئی اور انکو وہاں بھی نہیں رہا اور اب ان کا تھوڑا کچھ بچ گیا جن کو اب چھوڑ دے کیونکہ انہیں وہاں اس کے لئے ایک ایسا ہی روز مل آئے گا جو ہمیں جسے اس نے پہلے کھینچ کر رکھا تھا اب چھوڑ دے والی لڑائی سے

کیٹ سے کھل کر کاڑیوں کے درمیان سے راستہ تلاش کرتی ہوئی روڈ تک آئی تو قدموں کی رفتار تیز کر

”خو آپ کو۔۔۔“

”کیسے منٹ۔۔۔“ وہ جاگے کیا کہنے جاری تھی کہ وہ ڈراما تک کر پولا۔

”کوئی بات کہنے سے پہلے اس وقت کو یاد کر لو جب لوگ میرا منسلو آزاتے اور مجھے مختلف جاسوس سے ہمارے ہوئے کو زور دے تھے۔ اس وقت تاؤ تم کیوں روٹی تھیں۔۔۔؟“

”جی۔۔۔!“ وہ قدرے الجھ کر کہنے لگی تو وہ ایک نظر اس پر ڈال کر پولا۔

”تم بتا رہی ہو۔۔۔ تمہیں میرے دکھ نے نہ لایا تھا۔ تم سے میری ذہانت برداشت نہیں ہوتی تھی اور اسی وقت میں نے جان لیا تھا کہ میرے دکھ کو جیتنے کا کرم بہت زیادہ عمر مجھ سے نہیں موڑ سکتیں۔ تمہیں لوٹ کر میرے پاس آنا تھا اور اس سے پہلے کرم آتیں جس میں میری کے لئے بار باریا گیا۔ صرف تمہاری خاطر کہ اپنے ساتھ ساتھ میں تمہیں ایذا نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میرا مذاق اڑانے اور دور میں تم۔۔۔ اور جیسے۔۔۔ میں پیشہ تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا تھا۔“ قدر سے توقف کے بعد بھر کینے لگا۔

”بہر حال۔۔۔ جیسے تم میرے دکھ کو نہیں کیا تو اسی دن کوئی کے رونے سے تمہیں جو دکھ ہوتا، وہ مجھے مارا اور نہیں رہا۔“ میں بڑبڑائی کہ تمہاری طرف اسی نظر نہیں ڈالنے والے دن کا جس میں تمہارے لئے تحقیر کا لگا سا شام بھی ہو۔ البتہ دل اور صبر پر میں ابھی سے نہیں غماز سکتا۔۔۔ کیسیں تم۔۔۔؟“ اور وہ سب بھونکی تھی۔ یہ بھی کراس نے کس حیثیت سے اسے بلایا تھا اور اس لحاظ سے تو وہ اس کا ملے ٹیک نہیں تھا۔

”اور سنو۔۔۔!“ وہ اس کے کمرے کے سامنے گاڑی دیر کر پولا۔

”ابھی تمہیں وہ بار دہرے میرے ساتھ چلتا ہے۔“

”اس وقت۔۔۔؟“ اس نے قدر سے غمرا کر پر بھلائی تار کی کوئی کہنا۔

”ہاں۔۔۔! کیونکہ میں سب کو بہت تجسس اور انتظار میں بھڑوایا ہوں۔ جاؤ جلدی سے پہنچ کر کے اور فریض ہو کر آؤ۔“

”کیوں۔۔۔! اس اجازت نہیں دی گئی۔“

”چلو۔۔۔! ان سے بات کرنا ہوں۔“ وہ بچے سے آرام سے کہتے ہوئے اترنے لگا تو وہ بچہ کم کرے اختیار اس کا بازو دھام کیا۔

”تمہیں آنا۔۔۔! میں نے ابھی تمہیں آپ کا ذکر نہیں کیا۔“

”کوئی بات نہیں۔۔۔ میں اپنا تعارف خود کر رہا ہوں گا۔“

وہ اس کی بھی ہوئی آنکھوں میں دیکھ کر کھنسی سے مسکرایا۔ پھر اپنا بازو چھڑا کر بچے آؤ کیا اور اس کے اترنے کا انتظار کئے بغیر دو دروازے کی طرف بلا حاد پر چلنے سے تنگ سے بعد اندر داخل ہو گیا۔ بالکل اسی طرح جیسے اس کے دل میں داخل ہوا تھا اور جس طرح وہ اسے اس کے نہیں نکال کر اس کے ادا دار و بچیں پر وہ درازا مسکرائی پھر اس کے پیچھے تے ہوئے اس کا پیٹھ میں گھر کر زور بے باز دیا تھی۔

”تمہیک چھو۔۔۔؟“

دوستک تو دو

”یہ دل۔۔۔ یہ باگل دل۔۔۔ بہت دھیمے سروں میں ٹھکانے ہوئے وہ والی سے علی تو نہیں بے خبر کو کمرے دیکھ کر بھج گئی۔ گو کہ اس کی ٹھکانا بہت اتنی دھیمیں تھی صرف وہ خود اس کی تھی اور وہ تم بھی آواز تھے۔ پھر ابھی خضر نے گردن کو دڑکھا اور اس کے ہونٹوں پر جو مسکراہٹ نمودار ہوئی اس سے وہ بھی کھی کاس کی ٹھکانا بہت سن سکے ہیں حالانکہ اپنا نہیں تھا۔ وہ بچی مسکرائے تھے جبکہ وہ چلی ہو گئی۔“

”السلام یشکم۔۔۔!“ بچہ کھنسی میں آیا تو سلام کیا۔

”وسلام۔۔۔! کیسی ہو۔۔۔؟“

”ہیں۔۔۔! وہ فوراً تسکین کر آئے بڑھائی اور ان سے قدر سے ملے سے رنگ پر کہیاں لگا کر بچے دیکھنے ہوئے ہوئی۔

”ابھی صاف آئی ہے تپا ہے کہ آپ کو پھیلا تو نہیں لے لے اپنا جانا چاہتے ہیں۔“

”ہاں۔۔۔! کوشش کر رہا ہوں دھما کر دو۔“

”اگر میری آواز اس میں اثر ہو تو میں یہاں کمری ہوتی۔۔۔“ وہ پلا اور بے اختیار کہہ گئی۔

”کیا مطلب۔۔۔؟“ انہوں نے خیران ہو کر وضاحت چاہی تو وہ ”دادی ملاری ہیں“ کہنے ہوئے چپے

بھاگی آئی۔ ابھی تو دم آخری پیرچی ہی تھی کہ اسے سوجھا لگئی۔ وہ کھڑا کر لکنا پتا تھا تھی لیکن اس نے پوچھ لیا۔

”اوپر شعر ہے۔۔۔؟“ اس کے لہجے میں ہمیشہ والی رعزت اور نکوت تھی جو وہ جانتی تھی کہ صرف اس کے لئے ہے اور اس نے بہت کوشش کر رکھی تھی کہ جو لادو بھی اس کے لب و لہجے میں بات کیا کرے لیکن اسے کامیابی نہیں ہوئی تھی سب اس نے بے طریقہ اختیار کیا تھا کیونکہ جواب کے بجائے کوئی ایسی بات کہتی جس سے سوچا تھا جائے سب بھی وہ اس کے پچھتے ہوئے ہاں دیکھیں کہ کتنی بھی تھیں بچے سے آرام سے ہوئی۔

”تم کو آپ پر قوری ہو۔۔۔ قوری دیکھ لو۔۔۔“

”انہیں بتانے میں کیا اعتراض ہے۔۔۔؟“ اس نے سوچ کر اٹھا بہت ایک نظر میں دیکھتی اور اس میں غرور اضافہ کرنے کے لئے اس کی بات غرور ادا کر کے تقریباً بھاگی ہوئی رہا۔ وہ چہرہ کے رادی کے کمرے میں آ گئی۔ جہاں دادی حسب عادت دوا کو سونے سے باز رکھنے کی کوشش میں مصروف تھیں۔ اسے دوا پر دم آیا جو

رات میں دروازے کے ساتھ سوئی اور دوسرے قاریوں کو بھی آپ صاف آنے کے پاس جا چوتے پاس
 کی طرف بیٹھ کر ساتھ لیٹر چھوڑ گئے۔ یہ حال نہیں تھا کہ اسے بھی اجنبیت کا احساس نہیں ہوا تھا
 اور وہ بھی نہیں متکا تھا۔ کچھ شروع سے سب ایک ساتھ اسی طرح رو رہے تھے اور کئی کئی اسی کے لئے کوئی
 انگ اور غصہ مٹا دیا اور اب (یہ نہیں تھا۔ یہی اسی جس طرح صاف آنے کے پاس تھیں اس طرح اگر وہ مانتے ہوئی
 اس سے کہہ دیتیں۔

”جسہیں بھی چاہیں چلا۔۔۔۔۔؟“

”نہیں۔۔۔۔۔؟“

”خیر ہے۔۔۔۔۔؟“

”اس کا مطلب ہے۔۔۔۔۔ کوئی ہے؟ جلدی بتاؤ۔۔۔۔۔؟“ اس کے بے ہمہری کا مظاہرہ کرنے کے باوجود اطمینان سے بولی تھی۔

”کیسے کیا بتاؤں؟ غوری جان لوں۔“

”میں کوٹش کر چکا ہوں اور دو ایک بار پیش بھی ہوا کرتی ہوں اور شعر بھائی۔۔۔۔۔“ اس کا انداز سوچتا ہوا ساتھ ساتھ اس کی دھڑکنیں دیکھنے کے لگتی تھیں۔۔۔۔۔ بے حد عاشقانہ نظروں سے اس کی طرف دیکھتے تھے تو وہ اچھکے کر کے لگے۔

”یقیناً سے نہیں کہہ سکتا۔۔۔۔۔ تم کی بتاؤ۔۔۔۔۔؟“

”کیا بتاؤں۔۔۔۔۔؟“

”کہاں ہے۔۔۔۔۔؟“

”تم۔۔۔۔۔؟“ دھڑکات سے تھی جس کی جگہ سے چپے کرٹ ہو گیا تھا۔

”کیا۔۔۔۔۔؟“ پھر ایک دم اس پر کڑ گیا۔

”فرہار۔۔۔۔۔! جو میرے بارے میں سوچنے کی کوشش کی۔۔۔۔۔ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں سوچا کو چند کرتا ہوں اور شادی بھی اس سے کروں گا۔“

”ہاں۔۔۔۔۔! جانتی ہوں لیکن۔۔۔۔۔“ اس نے قصداً بات ادھر دیکھ کر چھوڑ دی تھی۔

”لیکن کیا۔۔۔۔۔؟“ اس کے غوغار سے صراحت ہوئے پھر بولی تھی۔

”دل تو دل ہے۔۔۔۔۔ کسی پر بھی آسکتا ہے۔۔۔۔۔“

”اگر دل کا میں جس جان سے۔۔۔۔۔ تمہیں۔۔۔۔۔؟“ وہ مجھے میں بھر ہوا اندھ کر جانے لگا تھا۔

”اگر۔۔۔۔۔؟ سنو تو۔۔۔۔۔“ اس نے ہاتھ بکڑ لیا تھا۔

”پاک ہو گئے ہو۔۔۔۔۔ میں ذاتی کر رہی تھی۔“

”آئندہ وہ کیا نہ اچھی بات کرنا۔“

”اگر سے۔۔۔۔۔! تم سے فغان نہیں کروں گی تو اور کس سے کروں گی۔“

”اس ٹکڑی اور بھی ٹوک ہیں۔“

”ہاں۔۔۔۔۔! لیکن تم سے دوستی کیا ہے۔۔۔۔۔؟“ وہ جانا مارہ کہہ رہی تھی۔

”کیا مطلب۔۔۔۔۔؟“ اس کے پیچھے پہلے شہنائی پھر فریادیں سنیل کر رہی تھی۔

”یعنی۔۔۔۔۔! سوچا کہ عروا سے سالی، بھوتی والا رشتہ بھی تو ہوا جائے گا۔۔۔۔۔؟“

”ہاں۔۔۔۔۔! وہ ایک دم سے نہ ہو گیا تھا اور وہ بیٹھے سالی کے پاس سے ہٹ آئی تھی۔

اسے چند لمحوں آری تھی اور کمرے میں گھس گیا احساس بھی ہونے لگا تھا لیکن بلی کی ہڈ سے کھلی رہی۔۔۔۔۔ شام میں جب اہلی سو کر اٹھی جب وہ اس کے ساتھ کمرے سے اٹھی تو وہاں کمرے اور تارے سے میں خاموش بٹھ کر بیٹھی

تھی۔ اس نے عروا قدموں سے جاتے شعر کو روک کر پوچھا۔

”کیا ہوا ہے۔۔۔۔۔؟“

”بڑی بھر بھو آری ہیں۔ شادی کی تاریخ طے ہے۔“ وہ جگت میں ہاتھ کر جانے لگا کہ اس نے بھر روک لیا۔

”سنو۔۔۔۔۔! پتہ ابھی خبر ہے تم کو کھاتے ہوئے کیوں ہو۔۔۔۔۔؟“

”میرے ساتھ آؤ۔۔۔۔۔! تم بھی چلو کھانا کھاؤ۔“ وہ اس کے ساتھ بھاگ آئی۔

اور ہاں کر کے کھانا کھا کر اچھی بھوک لگی۔ جس صواب سے صفوں کے کشن اور دھڑکے تھے۔ اس

دعوت کی تعداد میں جانے کے تنگ، درانی کے پاس دیکھی تھے اس کے بارے میں پوچھنے لگے۔

”سکرے کون کی رہا تھا۔۔۔۔۔؟“

”آفتاب بھائی۔۔۔۔۔! وہ فوراً بولا۔

”آفتاب بھائی انکی سکرے چیت ہیں۔۔۔۔۔؟“ اس نے حیرت اور تاسف کا اظہار کیا پھر جانے کے خال

تنگ دیکھ کر بولی۔

”اچھی کر رہی میں جانے بیٹے کی کیا ضرورت تھی۔۔۔۔۔؟“

”یہ۔۔۔۔۔! ہم قدر دیکھ رہے تھے اور پھر غصہ نہیں بھی تو ضروری تھی۔“

”تو ہاں سب کہاں گئے۔۔۔۔۔ اب صاف کر کر دو۔“

”میں شمل شاہ آئی بھر پھولی کا کالون آیا ہے اور کھانا کھا کر سب ابھر دھر بھاگ گئے۔“

”اگر اچھا تو تم بھی بھاگ جاؤ۔“ وہ نہ سکا دام سے مشورہ دے کر جانے لگی کہ اس نے بکڑ لیا۔

”تم کہاں جا رہی ہو۔۔۔۔۔؟ سیڑھی سے۔۔۔۔۔“

”اگر سے۔۔۔۔۔! پچھلا اقم ہے۔۔۔۔۔ میں کیوں سیڑھوں۔۔۔۔۔؟ اور اپنی سونا کو لگاؤ۔۔۔۔۔ وہی آتھارہی

کر رہے۔“ وہ اپنا ہاتھ پھڑکاتے ہوئے بولی۔

”نہیں نہیں۔۔۔۔۔! اسے صحت جانا۔“

”کیوں۔۔۔۔۔؟“

”اصل میں بھولی ان انکسیر مضمون کہ وہ اور بیٹو کو یہاں غم دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔“ وہ ساتھ ساتھ کشن بھی اٹھا کر

صفوں پر جتانے لگا۔

”میں بتاتی ہوں بھولی ای کو کنگ نہیں بلکہ جلاتی ہوں تاکہ وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اس کمرے

کا مشر۔۔۔۔۔“

بھی کبھی تو سچ بتا دیتا۔۔۔۔۔ لیکن کا اور وہ ایسے مواقع کو مٹا نہیں کرتی تھی۔ آخر وہ بھی تو اسے تنگ کرتا تھا۔

”نہیں نہ۔۔۔۔۔! میری بیٹری نہیں۔۔۔۔۔! وہ خوشامد پر آ کر آیا۔

”بھولی ای کو کس بتاؤ۔۔۔۔۔ وہ بہت دانتیں کی سونا کو اور بھرہ دھتھوں کے حساب سے روئے گی۔ مجھ سے

اس کا رونا و رشتہ نہیں ہوتا۔“

"یہیں..... اس گھر میں۔" وہ مکمل کر سکر لی پھر ان کے پاس بیٹھے ہوئے ہوئی۔

"اسل میں بیوی بچہ جی کے اپنا ٹک پڑو گرام نے سب کو بھلا کر دکھا دیا ہے۔ انکس کم از کم دو جن روز پہلے اطلاع کرنی چاہئے تھی کہ وہ کسی خاص مقصد سے آ رہی ہیں۔"

"سو یا تو رینو کی کر رہی ہیں.....؟"

"سو یا تو بچی کے ساتھ کئی شہر کی اور رینو کو لیں دیکھا۔ میرا خیال ہے تیری میں لگی ہوگی۔ آپ کو بتا ہے اس موقع پر منع چاروے کا کتنا شوق ہے۔" بات کے اختتام پر وہ خود ہی افسی۔

"ہاں..... اسل میں اسے اپنی مائولی دیکھ کا کپٹکس ہے۔ حلاقہ بری نہیں لگتی لیکن اسے وہم ہو گیا ہے کسب گھر سے کوہنہ شد و دہب جاتی ہے۔"

"اچھا....." وہ اپنے ہاتھوں کی پشت دیکھتے ہوئے ہوئی۔

"رنگتہ میرا بھی گوا نہیں ہے۔"

"صاف تو ہے اور پھر جاری جلد بہت اچھی ہے۔ شاید بھلی بھلی ہی، بھلی نظر میں ہی پگھڑی کا خیال آتا ہے۔"

"نہیں مہنسی....." وہ اپنی تعریف پر فرائی ہو گئی اور صاف آبی اس کا کال پھو کر ہو گئیں۔

"ہاں بھئی....." اس وقت شعر بھانکتا ہوا آیا۔

"صاف آبی..... جلدی سے میرے کپڑے نکال دیں۔ میں نہانے جا رہا ہوں۔" پھر اسے دیکھ کر۔

یہ۔

"تو یہاں بھی ہو..... نیچے بیوی بچہ میرے سامنے لوگوں کے تشریف لائیں ہیں۔"

"اچھا....." گو ان کوں ہے.....؟ اس نے اٹھتے ہوئے چھا۔

"کچھ کہا جاتا ہوں..... زیادہ کوٹکس جاتا۔ البتہ تو یہ ضرور بتا کر کہ فیروز کی کیزوں والی کون ہے.....؟"

"میں کیوں بتا کر دوں.....؟ سوچنا ہے کہ وہ اس کا چورا شہر قسب معلوم کر لے گی۔" وہ بے ساختہ سکر اسٹ ہو جوں میں چھپا کر بے پناہی سے بولی۔

"ہاں..... اور ساتھ میں میرا بیٹی کا لڑوہ کی..... خبر دو..... اسے بات چلے۔"

"چہ چہ.....! ابھی سے اتفاق دے ہو.....؟"

"کیا کر کوں بار.....؟" وہ صاف آبی کی آہ پر غامض ہو گیا اور ان کے ہاتھ سے کپڑے لے کر باہر دم میں گھس گیا تو وہ ان سے کہنے لگی۔

"آپ نیچے بیٹھیں گی آبی.....! وہ لہی کے کمرے میں بیٹھ جائے گا..... یہاں تو ہوں اور کی....."

"کوئی بات نہیں..... تم چاؤ۔"

"آپ....."

"جاؤ بھئی....." صاف آبی نے اسے دیکھ دیا تو وہ وہاں سے کب آکر بیٹھی اور ہوئی۔

"چپے اگر میری ضرورت ہوئی تو ٹھیک..... ورنہ میں آپ کے پاس آ جاؤں گی۔"

"ٹیکہ مل رہی۔"

"ہاں ہاں.....! جلدی کو.....!"

"رات میں آئیں کریم کھلاؤ گے.....؟"

"گھر سے صرف آئیں کریم.....؟ میں اور بھی بہت کریم کھلاؤں گا۔"

"دھرو....." وہ بھٹک اپنی سکر اسٹ چھا لگی۔

"ٹیکہ دھرو.....! ٹیکہ دھروں والا دھرو۔"

"ٹھیک ہے....."

اس کے ساتھ ہی وہ اور اصرار غم کے تنگ سینے کی آواز میں چکی میں رکھ کر آتی تو ہر شے چھانے کے بعد نکالیں صاف کرنے لگی۔ وہ بھی اس کے ساتھ کھانا پکا۔ پھر یہی اچھا اور کب دو دونوں کو ٹیکہ ٹھاک کر چکے

حب بی بی اس طرف.....! میں ان کے سامنے دیکھ کر ہو گئیں۔

"شبابش نکلا.....! بھیکے کا تھا کہ تمہارے ماما وہاں کوں کو خیال نہیں آئے گا۔ ایسا کر دلاؤ گے کہ سب ان

آخروہ آکر وہ بھی یہاں رکھو اور اور....."

"گھر سے آئی.....! کیا بیوی بیوی اسی وقت بارش لے کر آ رہی ہیں.....؟" وہ کچھ میں ہوں پڑا۔

"شادی کی تاریخ دیکھ کر ہی ہیں اور اکیلی تو نہیں آئیں گی۔" ظاہر ہے اپنی سانس نکالوں اور دیر انہوں،

مضامین کو بھی لائیں گی۔" بڑی امی نے اسے ڈاکا اور بھجا بھی..... پھر اس سے کہنے لگیں۔

"جاؤ پڑنا.....! تم سوچا کہ ساتھ لڑکیوں کو کچھ یہ کہیں اور مجھے دھرو کھلاؤ گے۔"

"جی....." وہ اسے چلائے ہوئے وہاں سے نکل کر آتی پہلے اچھا ملے ٹھیک کیا پھر چکی میں آئی۔ وہاں

پھولی بیٹی کے ساتھ سو نہا بھی موجود تھی۔ اس نے کچھ پکانے کے بارے میں پوچھا تو بیٹی منع کرتے ہوئے

بہنیں.....! اپنی جلدی کھانا چار ہونا مشکل ہے۔ یہ اپنی تو رہ و غیرہ باہر سے نکھالیں گے۔ البتہ

سو نہ ڈش بن جائے گی۔ تم تو پرا کر دیکھو اگر شعر ہوگا سے میرے پاس بیٹھو۔"

"جی....." وہ وہاں سے چلتے کر آ رہی تھی۔ پتا نہیں شعر اچھے کرے میں تھے یا نہیں۔ اس نے سوچا

پہلے صاف آبی سے پوچھ لے اور ان کے کمرے کی طرف جانے کی کڑی سے نکل کر وہاں سے آگئے۔

"آپ کو پھولی بیٹی جاری ہیں.....! ان پر نظر نہ پڑے ہی وہ تو نہا کر گئی۔

"کہاں ہیں بیٹی.....؟" اسٹین کھ کھ مڑتے ہوئے انہوں نے ایک پھٹتی انہیں اس پر بھی ڈالی۔

"نیچے کچن میں۔"

"اچھا.....! اور سنو.....! انہیں اگر کا نہیں ہے صاف آبی کے پاس چلی جاؤ۔" وہ مچانے جانے چلتے کر

یہ لے کر وہ دیرا سا رملہ کر صاف آبی کے کمرے میں آگئی۔ وہ ماما پر ہت کا فکا ڈھکڑا رہی تھیں۔ اسے دیکھتے

ہی ہو گئیں۔

"کہاں ہو تم سب.....؟"

میرا ان کے گھر نہ رہے جیسے وہ پہلے آئی۔ بہانے میں بیوی کو بھیجی اور سی بی بی جی۔
 "فخر ہے؟" فخر کہاں کیوں نہیں ہو۔۔۔؟" وہ اس کے قریب ڈک کر پیچھے گی۔
 "پھر کہاں نہیں۔۔۔؟"

"اندر چلو ہماروں کے پاس۔"

"نہیں۔۔۔! دادی کتنی سے منع کر رہی ہیں کہ ہم لڑکیوں کا دباں کوئی کا نہیں۔"

"اچھا۔۔۔! وہ بھی اس کے پاس بیٹھتی اور کچھ دیر خاموش رہتے کے بعد کہیں گی۔"

"انڈے کر کے ہمارے آسمانوں کے بعد کوئی تاریخ مقرر ہو۔"

"آغا دادا مانگا کر جس کی قبولیت کا امکان ہو۔" بیوی نے کہا تو وہ چونک کر دیکھنے لگی۔

"کیا مطلب۔۔۔؟"

"ابھی کسی مطلب پر چوری ہو رہے وقف۔۔۔! ابھی اپنی محل بھی استعمال کر لیا کرو۔ پھر پھر سی کی آغا
 دادا کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ جلد شادی چاہتی ہوں گی۔ دیکھنا ایک ہفتہ یا دو زیادہ سے زیادہ دن اس بعد کی
 تاریخ سے کہہ جائیں گی۔" بیوی نے وقف سے کہا اور وہ حائل ہو کر بولی۔

"پھر تو بڑی مشکل ہو جائے گی۔ اور وہ آسمانوں کی تاریخ بھی آجکل ہے۔ ہم کیا کریں گے۔؟ کچھ
 جاری کریں گے۔؟"

"میں ابھی اس وقت سے ہی سوچ رہی تھی اور اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ آسمانوں سے زیادہ شادی کی چوری
 ضروری ہے۔"

"کیا۔۔۔؟" اس کے حصے سے ابھی یہ سچ لکل لگی۔

"اور کیا۔ آسمان تو اگلے سال بھی رہا جاسکتا ہے جبکہ شادی۔۔۔" میوہا اس کھلی آنکھوں میں دیکھ کر کہی۔

"پاکل ہو۔۔۔! وہ اس کے پاس سے اٹھ آئی۔

بیوی کا اندازہ ٹھیک تھا۔ ایک ہفتے بعد کی تاریخ مقرر ہوئی تھی اور ایک دم سے ہی گھر میں شادی کا بچہ
 چاہک آغا۔ سارا دن مختلف کاموں میں گزارا جا اور اس کے ساتھ مسئلے یہ تھا کہ اس کے پاس ایک سے کوئی کروہ
 نہیں تھا۔ رات میں دادی کے پاس سوئی تھی اور دن میں جب وہ اپنی گھر نہیں ہوتے تھے تب بڑے دھیرے دھیرے
 لے ان کا گھر استعمال کرتی تھی۔ جبکہ آج کل دن میں چڑھنے کا موقع بھی نہیں مل رہا تھا۔ رات میں بھی لڑکیاں
 اچھٹکے لے کر بیٹھ جاتیں۔

پہلے دن تو وہ خاموش بیٹھتی لیکن اگلے روز سے وہ کچھ بے لڑکیوں کا ساتھ دے کر چپ چاپ ان کے
 درمیان سے اٹھ آتی اور اپنی کتابیں لے کر صحت کا رُخ کرتی۔ صحت پر کوئی کڑوا ہوا نہیں تھا۔ شاید یہی خیال
 تھا۔ جب یہ ایک طرف پارستوں پر چھت ڈالی ہوئی تھی۔ وہ اس کے کچے پاؤں پر چڑھ کر بیٹھ جاتی۔ اس کے بعد
 پڑھنے کا سوڈا مانے میں کچھ دیر لگتی پھر وہ پوری بیچیدگی کے خوش ہو کر اس کے منہ تک جاتی۔ اس کا پی۔ کے کا آخری
 سال تھا اور مزید پڑھنے کا خیال بھی نہیں تھا۔ اس نے وہ اپنی قیاسی کہانیاں پڑھیں۔ اس کے پاس وہ جگہ۔
 اس وقت بھی وہ یاد کرنے کے بعد تھیں جسے اسے صرف قیاسی کہانیاں پر چمک کر افسانہ سمجھ کر آتے دیکھ کر

گھر کو یوں کا جیسے اس کا دل گھر کا ہو۔ بالکل غیر ادبی طور پر وہ انہیں اپنی طرف آتے ہوئے دیکھنے گی۔
 "میں نے نہیں یہاں آتے ہوئے دیکھا تھا۔" انہوں نے قریب آ کر کہا پھر اس کے سامنے کتا کتا دیکھ
 کر بولے۔

"اچھا۔۔۔! ہاں تمہارے آسمانوں ہونے والے ہیں۔"

"جی۔۔۔! وہ ان سے نظر کی بنا کر بار بار وہ اپنی کتابیں پھینکے گی۔

"پھر تو مجھے نہیں دسرب نہیں کرنا چاہئے۔"

(دسرب نہ ہوگی)۔ اس نے سوچا اور ان کے بیٹے پر بولی۔

"اچھا۔۔۔؟" وہ ایک لمحے پھر اس سے فخر سے لاسٹے پر بچوں پر بیٹھے ہوئے۔

"نہیں چاہئے ہاں کہ میں اسے بیٹھ کر تو بچوں کے لئے باہر جا رہا ہوں۔"

"جی۔۔۔؟"

"تم اگر دم و سال لگیں گے۔" وہ فرش سے کتا اٹھا کر اسے فخر سے ہونے یوں بولے جیسے اپنے آپ سے
 باتیں کر رہے ہوں۔

"گھر کو دوسال کا عمر بہت زیادہ نہیں ہوتا پھر بھی حالات کا کچھ پتا نہیں چلا۔ کب کس موڑ پر لے
 آئیں۔ پہلے میں نے سوچا تھا کہ یہ عمر خاموشی میں گزر جائے لیکن پھر اچانک خیال آیا کہ کتنی یہ خاموشی
 میرے راتے کی دوا اور نہ بن جائے۔ تم میری بات سمجھ رہی ہو۔۔۔؟"

سنا نہیں نے اس کی آنکھوں میں چھانکا تو وہ بچک بچک کر بولی۔

"نہیں۔۔۔؟"

"میں تم سے اعتراف چاہتا ہوں کہ تم بظاہر کر رہی۔" اس نے اپنے اطراف بچکوں کے قافلے
 اڑتے دیکھے اور پھر بہت سوچ کر رات کا داس قاتلے ہوئے بولی۔

"آغا دادا کا رُخ بہت بدھش آتا ہے فخر۔۔۔! اس کی بات پر ان کی سہرا بہت بے ساختہ تھی لیکن فوراً
 اس کا ہاتھ قاتلے میں سرسرا ان کے رُخ سے دوکل تھا۔

"میں تم سے محبت کرتا ہوں۔" یہی سننا چاہتی تھیں۔۔۔؟"

"میرے خدا۔۔۔! وہ اب رازدار و سوز لے گی۔ ان کی آنکھوں کی حدت سے اپنا وجود جھٹکتا ہوا خاموش
 ہونے کا تھا۔ اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرنے کی تو وہ اس کے ہاتھ کو راز دیا جھٹکے کے کر بولے۔

"جی نہیں۔۔۔! بے میں سے کچھ بھری ہوئی تھا۔"

"میرا ہاتھ چھوڑ دیں۔" وہ بے حد راز داس ہوئی تھی۔

"اگر ہوں۔۔۔! یہ غرض نہیں کہ تمہاری قیاسی میں نے افسانہ کیا تم بہادر کرو۔۔۔! وہ اس کا ہاتھ اپنے
 دو ٹون کی طرف لے جانے لگے کہ وہ مدد ملی سے بولی۔

"ہاں۔۔۔؟ میں بھی۔۔۔"

"لیکن میرے اندر تو کوئی فحش نہیں ہے۔"

”اس کا مطلب ہے تمہیں یہ دشت پسند نہیں۔“ وہ چیخ کر سچیدہ ہو گیا اور بے سوچے انداز میں اسے دیکھتا ہوا

”اے! مجھے تو ہیں خنجر بھائی۔ اسے ہندس میں اور ان کا مستقبل بھی کتنا تابناک ہے۔ میری جہیں نہیں۔؟ کیا تم کسی اور کو چن کر لے ہو؟“

”چھوڑو ! اب کیا فائدہ... پہلے پوچھتے تو ہوتا بھی اسی۔“ وہ لہجے کو افسردہ بنا کر اٹھ کھڑی

اب بھی دیر تو نہیں ہوئی انشاء ! تم جاؤ ! کون ہے...

”تم“ شریر مسکراہٹ کے ساتھ کہہ کر وہ جلدی سے چپے بٹ گئی۔ جانتی جو غصی کہ وہ باقاعدہ اس پر جھگڑا کر اٹھی دوسری طرح چپ کر اس کی طرف بڑھا تھا لیکن اس سے پہلے یہ وہ اندر بھاگ آئی۔

اسلام مگر کی تقریب میں فخر نے اسے اپنے نام کی انگوٹھی پہنانی پر تو جھکی بارودانی کوششوں میں ناکام ہوئے تو جسے برائے تو دھک دھکوں کی برسات گوروہ تک ملی کر پڑے پہلوں کو۔ جنھوں نے بگلیں تک کہ دیا تھا اور نہ فریٹیں سکرانچوں کی کپاڑاں گرفت میں آئیں۔ نائنوں پر بچوں نکلیں کہ سب سے بڑے ان اور

اب تبار: "انہیں کہاں چلے؟" اس نے سر کو تھپہ جھکایا اور دل تن دل میں خود کو سر دلیں۔

[illegible]

انتقام ! اپنی بے قرار پس کا احوال کسی اور سے مست کہتا۔ غلائی بھیتوں کے قسے خاکروٹ کا بوجھ کی کوشش کرتا۔ میں تھمارے دل کو اپنے منھ سے اوروں بچے چار ماہوں۔ اس کی ساری چاشنی میں خود آکر

اور اسے یہ خطا سزاوار ہے۔ حد عزائم کا حواج اکثر ذات کی تباہیوں میں ہوتے ہیں۔ اٹھتا اور دھیرے دھیرے خود کو شرم سے مرہت کر جاتا تھا۔ کیسا دردناک اور شافیہ خانہ خواستہ خواستہ بچاوت اور پھر باغی کا حال کر جاتا اور دین کے لئے وہ کمال خواہشوں سے اسے نہاس غلاموں میں مچھال دیا کرتی تھی۔ جیو کہ کر پوچھ سکتی۔

خضر بھائی کے جانے سے اُس سو...؟ اور وہ انہماں میں جاتی۔

... ..

راشتر تو اسے پہچان کر بچھتا ہوا تھا۔

فقط بھائی کے خیالوں میں کم ہے..... ۱۲

مسافر آئی ریاضت ہو کر بھی کھڑے قنبر کی طور پر اسے سارے دنوں کی موجودگی کے بارہا دور میں جانا سا جھانکنا تھا یا شاید اسے عروس ہو رہا تھا کہ اسے دنوں سے لڑھکائی تھی اور ان کے ساتھ اسے ختم ہو گئی تھی۔ وہی پہلے والے معمولات تھے پھر ان کے احسان شروع ہو گئے تو کئی بات کاوش نہیں، ہوا ہمارا ان ختم ہوتے ہی سب سے پہلی بات اسے یہ معلوم ہوئی کہ شعر کے بارہا جانے کے تمام اختلاط عمل ہو چکے ہیں۔ عبت کے پہلے سر طے پر بھی کچھ کام سوز آجائے تو ظاہر ہے دل خوش نہیں ہوتا۔ وہ بھی کچھ چپ بیٹھ گئی اور یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ کوئی اس کی خاموشی کو محسوس کرے۔ اس نے خود کو پہلانا اور بھانسنے کی خاطر پہلی طرف کے کان میں ٹھکی گئی۔ موسم گرم جاتا ہے بھی تو اس کی صورت اسے نشان چھوڑ دیتا تھا۔ ہر طرف خشک پتے پھرتے تھے۔ ہر نئے انگ ڈھانسی پڑ رہا ہے تھے۔ وہ دیکھ کر جب خشک دھن کے پتے چلے جاتے تو دماغی اور اسے دوسرے پہلو کی رہی بھر دیتی تھی۔ وہ جانے والے کو دیکھ نہیں سکتی تھی اس لیے اس کے شہریت سے جانے والا دواہاں آنے کی ضمانت لینا سمجھتی تھی۔ اسی وقت شاعر اسے دھونڈتا ہوا آگیا۔

”یہاں بیٹھنے کی کیا تنگ ہے..... میں تمہیں سارے گھر میں ڈھونڈتا پھر رہا ہوں۔“

”فخریت.....؟“ وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی تو وہ اس کے سامنے مچلنے لگی۔

”خجریٹ کہاں.....؟“

”کیوں... کیا ہوں...؟“ وہ مجھے دیکھتا ہوا کہتا ہے۔

”پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے..... دل تمام کے بیٹھو..... اچھی خبر پانے والا ہوں۔“

¹¹ "بطلان منشاؤ....."

”جلدی سنو.....! اندر تھماری اور خضر بھائی کی نسبت طے ہو رہی ہے اور اس بات پر زور دیا جا رہا ہے کہ خضر بھائی کے جانے سے پہلے جھگی کر دی جائے۔“

اس کے اسما سات پر جیسے بھروسہ کرے گی کسی۔ باہر بھی محبت ڈھونڈ لیگیں سارے سے سہم تو انسان کے اندر
ہوتے ہیں اور اسے اپنے اندر کے سہم کے چھاننے کا ذوق تھا وہ چھٹیاں باقی تھی کہ اس کے اندر کی کبریاں نہیں
کوئی آواز کرے گی، جیسی دل کے آگہن میں ہے پتہ نہ مل جائے چلنے کے باوجود اسی طرح سارے دیکھنے کی تو وہ ڈھونڈ کر

”تمہیں خوشی نہیں ہوئی.....؟“

اور وہ کمال اوشیاری سے اپنی خروٹی چھبنا کر بے لٹاری سے بولی۔

”سوچتا ہوں گا کہ اس بات پر مجھے خوش ہونا چاہیے یا نہیں ...؟“

”تم! انکس چاکر ہو..... ایسی باتوں کے لئے سوچنا نہیں چاہتا۔ آپ ہی آپ دل میں الجھل مچ جاتی ہے۔“ وہ جھمکنا کر چھوڑنے والے انداز میں بولا تو وہ اسے مزید ہلک کرنے کی خاطر حیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولی۔

"[...]"

 $\sum_{j=1}^n \dots \int_0^\infty x^{j-1} e^{-x} dx$

رات کا چاند گون سا پیر تھا جب انچاس کی اس کا ٹھکل گئی۔ ٹھکانے کی آواز کا غلاب دیکھ تھا جو دل ایک دم کم سما گیا تھا۔ سختی دیکھ دیکھ خود کو کہتا تھا کہ یہی کہ غلاب ہی تو تھا پھر جب دل دانا تھا تو میں آیا تو ہر سو کو بے اندر میرے کا اس ہوا۔ شاید لائٹ۔ مٹی کی کھس۔ اس نے ایک نظر اداسی پر ڈالی پھر تھوڑا مڑ کر کسی سے یہ وہ نہایت تو بھٹکی جاتی تھی کہ اس کے اندر تک پہنچی آئی۔ جبکہ مسرت پر دے اس کے چہرے کو چھلایا۔ اس شریعہ بارسات پر وہ ایک تلیف سے احساس میں گھر کر پینے کو کچی کر لٹھ لٹھ آگ میں بیٹھی سو بنا پر دی۔ وہ پہلے بچہ جہان ہوئی پھر پریشان۔ دوسری طرح بھی "بھٹکی" کہتا کرتا ہے۔ نظر انداز نہیں کر سکتی ڈالے پاؤں تھرے سے ٹھکل کر اس کے پاس پہنچی۔

”جناؤں! کس ٹاٹے سے آپ سے بات کیا کروں۔۔۔“ وہ ہچکچے پڑ گیا۔

”ہاں بھئیے کیا؟“ اس نے ذرا سی سی تازہ دہری لے کر پھر اوروں کو دیکھے تو سب نے ہلکا سا ہنسنے لگا۔ آپ سے کہہ رہی ہوں۔“ تھوڑی سی مدت قبل اس کے ملازمہ کو بھی طرح پر تازہ دہری ہلکا سا ہنسنے لگا تھا۔ ایک اور عذر ہے۔ چاند دہری کے اندر کھانا پک رہا تھا۔ کیا؟ ہاں جانتا ہوں۔؟“ یہ ضروری نہیں ہے۔ ہاں، گاہ بات سے کہیں اب بھی خبریں سنیں جیسے جانی ہیں۔“ دودھ داسا سنی پھر اسے دیکھ کر ہلکی سی ہنسی ہوئی۔

”ظاہر ہے یہ تمہاری بیٹی کا بھائی ہے۔“

”تم چہرہ... میں اس کے سوسے مٹنا چاہتا ہوں۔“ وہ سوخا کو چپ کر کے شرارت سے اسے دیکھنے لگا تو وہ اٹھ کر جانے لگی لیکن اس نے کھائی تمام لی۔

"تمہارا سر.....؟" وہ جھک کر یولی اور باک بھٹکے سے اپنی نگاہوں کو چھڑا کر بھاگ گئی۔

مہر کئے بہت سارے دلدار تھے۔ عزالت آقا کو دور اور سونا دیوں ہی اچھے خبروں سے پاس ہوگئی تھیں۔ اس کا سر پر چڑے کا پلے انھی تھا شاید اس لئے کہ وہ جانتی تھی یہ بخیر دل جانے کی اجازت نہیں ملے گی اور جانتی ہو سونیا بھی اس کے باوجود سرور عزالت آقا اس روز اس نے پاکو کا بلند اعلان کیا کہ وہ کلیم اسے کرے گی سب نے جیسا ان کو دیکھ اور دادی نے فوراً مانگ لیا۔

”کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جتنا پڑھ لیا وہاں بہت ہے۔“

”کوئی بہت نہیں ہے۔۔۔۔۔ آج کل پلے کے کی اہمیت ہی کیا ہے۔۔۔؟“ وہ تنک کر بولی۔

”تجسس کون سا نوکری کرنی ہے۔“

”صرف نوکری کے لئے نہیں، بچہ چاہتا تھا۔“

”سو نیا...!“ چھوٹی اسی نے تجلیں نظموں سے مگھرا لیکن اسی پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

”آفر میں مگر بچہ کر گیا کہوں گی۔...؟ ویسے بھی میرا شوق ہے کہ میں انھیں میں باسٹرز کروں اور میں ضرور کروں گی۔“

وہ اپنے تئیں فیصلہ سا کر چکی تھی اور ہرانی بات سنانے کے لئے وہ عجب درجہ پریشان کرنے لگی تھی۔
کبھی کبھار چھوڑ دیتی۔ کبھی خواہ مخواہ لڑائی مچا کر کہانا شروع کرتی تو چپ کرنا مشکل ہو جاتا۔ کبھی رات رات بھر
تھکن میں چھٹی رہتی۔ سب ہی سمجھا سمجھا کر ٹھک کر لیجن۔ وہ اپنی خود چھوڑنے پر تیار نہیں تھی۔

جھوڑے کو دل نہیں چاہو رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں چائے کا ٹنگ دیکھ کر فریڈا کو چھینے لگا۔

ساتنے اعلان کیا۔ اب تم ہی تارو! میں کیا کروں؟ اسے سمجھانے کی کوشش کی تو اس نے یہی کہا کہ اگر انکی بات تم ہی پہلے منع کر دیتا۔ جیسا کہ ابھی اس کا ساتھ دینا چاہئے اور میں اس کا ساتھ دینے پر مجبور ہوں بلکہ تم سے بھی نہیں کہوں گا کہ وہ کوئی عمل کرنے میں تیار رہا ساتھ دو۔

”نہیں دھڑو! اس طرح تو رادہ انہیں گم کر دے گا۔ سب نے ان کے خلاف اتحاد بنالیا ہے۔“

اس کے دامن چبانے پر وہ سترگیا پھر روشن حیدر چل کر نے کی فرس سے بھلا۔

”خیر چھوڑو۔ یہ تارو! تم نے ناشکر کیا؟“

”ارے! رادہ کی تو میرے انتظار میں بیٹھی ہوں گی۔“ وہ بھاگتی ہوئی چلے آئی۔

پھر رادہ نے سونیا کو اس کی خدمت سے باز رکھنے کا ایک ہی عمل نکالا تو فراس کی شاوی اور گردیں اور کھٹکایک ہی گرمیوں پر ہے۔ سب انسان کی نظیروں کے سامنے کھڑے اور انہیں اچھی طرح معلوم ہو جاتا تھا کہ کس کا چھماؤ کس کی طرف ہے اور اسی حساب سے وہ رشتے طے کرتے تھے۔ سونیا اور اشرفی ایک دوسرے کے لئے پسندیدہ کی بھی ان سے بھی نہیں تھی اس لئے وہ ان کی شاوی کا فیصلہ نہایت اور ہوتا چاہئے تھا کہ کس کی مراد تھے یہ وہ دخل ہو جاتا تھیں اس کے برعکس سونیا نے دور کے برامال کر لیا اور اشرفی نے شاوی کے لئے یہ شرط رکھی کہ جب تک سونیا نام اسے نہیں کرے گی وہ شاوی نہیں کرے گا۔ عابظا یہ کہ وہ ان سے پہلے سے کہے کر لیا ہے۔ یہ حال رادہ ان دونوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر ہی اللہ ہو گئے۔ یہ نہیں تھا کہ انہوں نے اپنے معمول توڑا اسے تھے کسی بھی انسان اولاد یا اس کی اولاد کے سامنے ہے اس ہو جاتا ہے۔

□ □ □

سونیا نے خود کو بھی جڑا کر لی تھی جیسا کہ اسے اب شرافت ہی شرافت تھی۔ چنے گھر کے کام ہوتے اسے ہی کرنے والے بھی تھے۔ اسے سارے کام بدلنے کی خدمت جاتے۔ اس کے گھر کرنے کو بھی نہیں ہوتا تھا اور چائیں کوں اب اس کا رادہ کی پاس بھی زیادہ انہیں لگتا تھا۔ وہ چورنگ و قند اور کوکڑ اور صبر صرف و کھیتی اور وہ دیر کا کھانا کھاتے ہی آویں کے کرتے میں بند ہو جاتی تو کبھی تندرمان اور کبھی اسے کھاتے پکارتے شام ہو جاتی۔ اللہ شام میں گرمیوں کچھ چھل چھل رہتی تھی۔ کسی کی دن سائتر آئی اور رادہ بھائی آ جاتے تو رات بڑھ جاتے۔ ان دونوں موضوع آفتاب بھائی کی شاوی تھا۔ ان کی پسند شہلا تھی جو ان کے ساتھ ہی آٹس میں کام کرتی تھی اور مسئلہ یہ تھا کہ وہ ان تک کیسے بات پہنچائی جائے۔

”آفتاب بھائی! رادہ کا آپ کو پتا ہے۔ پیسے ختمائے فیصلے بنا دیے ہیں۔“ اشرفی میں خرد رادہ کرتا ہوا بولا۔

”لہذا آپ فوراً انہیں اپنی پسند سے آگاہ کر دیں ورنہ ہاتھ پھڑکا دے گا میں گم۔“

”مجھے بھی کچھ غصہ ہے۔ لیکن میں رادہ سے کیسے کہوں؟“ آفتاب بھائی بہت سیہ مڑے۔ پانچویں حق کیسے کر پیسے تھے بلکہ کچھ بہت شرف تھا۔

”لیجئے! جانیئے کہ کس دن کام آئے گی؟“

”میں؟“ وہ اپنی جگہ جھل پڑی۔

”بالکل!؟ تم ہی یہ کام کر سکتی ہو۔“ سونیا اشرفی کا تئیر کرے ہوئے یقین سے بولی۔

”ظاہر ہے تم ہی رادہ کی کے ساتھ زیادہ واقف ہو اور وہ تم سے ہم سب کے بارے میں خبر پر چھتی ہوں گی۔“

”نہیں۔۔۔“

”کیسے نہیں؟“ انہیں الہام ہو نہیں سکتا جو دوسرے لوگ جو ان میں سوچتے ہیں وہ رادہ رادہ کی زبان پر آ جاتی ہیں۔

”تو اس سے تم نے یہ کیسے کہہ لیا کہ میں رادہ کی کو تانی ہوں۔۔۔“ اسے سونیا کی بات بلکہ اصرار بہت برا لگتا۔

”لہذا یہی!؟ تم دونوں کس بحث میں آ گئے تھیں۔“ عظم نے دونوں کو ماموش کر لیا۔

”اصل بات تو وہ ہیں وہ بھی۔“ اس آفتاب بھائی۔۔۔ جبرک اور وہ ہے۔“ اشرفی نے پھر انہیں بھیج دیا

ان سے پہلے بیویوں پر۔

”بھئی! رادہ کی بات اللہ سے بات کرنے کی کیا ضرورت ہے۔؟ میں مانی سے کہہ دوں گی پھر اسی

خود ہی آگے بات چھپاؤں گی۔“

”یہ لیک ہے۔؟“ آفتاب بھائی نے فوراً سینو سے اتفاق کیا پھر سب آفتاب بھائی کو بھیج دئے گئے۔

اچھا سا خوشگوار ماحول تھا کہ چاک سوچا کیسے تھی۔

”یہ پیسے مجھے داد کے مان جائے گی ایک فیصد بھی اسیہ نہیں ہے۔“

”کیوں؟“ سب سوالیہ نشان بن گئے۔

”میں نے کوہ رادہ ایک بار پھر تانہ ان سے بھولانے کی غلطی کر چکے ہیں اور وہ اس غلطی کو دوبارہ مرتکب نہیں

ڈر رہا کرے گا۔“

سونیا کا شمارہ ان کی ای کی طرف تھا اور سب ہی نے سمجھتے ہوئے یہ اختیار اس کی طرف دیکھا تو وہ اپنی

جگہ ترک کر دی گئی اس پر حیرت مآفتاب بھائی کی سارا نے لے جایا جو وہ کہنے لگے۔

”اب تم جو جھلی چٹکی کی طرح نہیں ہوئے پھر شہلا تو بہت مختلف اور بہت سارے ہے۔ وہ اس گھر اور

ماحول میں بہت آسانی اور خوشی کے ساتھ ڈیڑھ جھٹ ہو جائے گی۔“

”ہم تو آپ کی بات سے اتفاق کر سکتے ہیں آفتاب بھائی! لیکن رادہ۔۔۔ وہ سونیا کی بات پوری

ہوئے سے پہلے وہاں سے انصر کر گئی۔ پانچویں اس کے کے خوشی کے کلمات کیسے عظم کریں ہوتے تھے۔؟

اور وہ ان کے کاؤزے دار کی کو کھنٹی تھی جو غلطی نہیں تھا۔ کتنے آرام سے اس کی ساری رہا شرفی پر ایک بل میں

پانی پھر چاٹتا تھا اور وہ آگے نہ بولی۔؟ بہت خاموشی سے بولی ای کی نظر پکارا کہ وہ بیڑیاں چومتی ہوئی

صحت پر چل آئی۔ دونوں وقت کھانے کا اس دن تھا۔ اس نے رادہ کی سے تھا کہ اس سے بچتے ہوئے وہ ابھی

ٹرک چاہتے ہیں اور اسے تو ساری کا نکاتہ کی محسوس ہو رہی تھی۔ ہوائیں ساکن۔۔۔ ختم نہیں خاموش۔۔۔ کوئی

آہستہ۔۔۔ کوئی گھر گھر۔۔۔ یہاں تک کہ اس کے احساسات بھی سو گئے تھے اور اس کے کاظم اس وقت نو جب

تار کی سے نعل غور پر آجائے گا پی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ برستے میں جیسے سے سر سے زور پھر کی گئی تھی۔ خاموش تھاؤں میں ہوا کی سرگوشیاں کو جتنے گھیس اور اس کے احساسات ایک ایک کر کے بیدار ہوئے تھے۔ جب پہلا خیال اسے آیا کہ وہ یہاں کیوں آئی ہے؟ اور پھر سوچا کی باتیں..... وہ ہرگز بھی ضرور درگاہ میں پھر بھی بری طرح ہارٹ ہو جاتی۔

آخر والدین کی غلطیوں کا فائدہ اٹھا دیا تو کہیں بھٹکتا ہوتا ہے..... اس نے ذمہ سے سوچا اور جاکوں تک آئی تھی اٹھیلوں پر سیٹھ رہی تھی کہ شہر لے ڈے پڑا اس کے کہتے تھے کہ ہر گز بھی ہاتھ نہ دے۔ دوش چڑگی نہ چلتا نہ کھینکا۔ جب وہ سانس نہ کر پولا۔

"میں کیوں چلی آئی تھیں.....؟" اور وہ سارے ذمہ چپا کر ستر گئی۔

"نہیں.....؟"

"جی نہیں سوچا کی بات بری تھی ہے نا.....؟" وہ خاموش رہی۔

"میں ماما بہوں وہاں کچھ تھارے ساتھ ڈال دی کر بات ہے لیکن بلیز لٹا.....؟ تم مرا مت ماما کرو۔ میں اسے سمجھانے کی کوشش کروں گا۔"

"کیا سمجھاؤ گے.....؟ اور کیا وہ تمہارے کھانے سے کچھ جائے گی.....؟" اس نے بہت جگے جھٹکے احوال میں کہا۔ اس کے باوجود وہ اسے دیکھے کیا اور قدر سے بغیر سے کہنے لگا۔

"اسے سمجھتا ہوں گا کیونکہ تم دونوں کو بہتر ساتھ رہنا چاہیے ہی کر میں۔"

"اورے.....؟" وہ تیراں ہو کر فری۔

"مجھے یہ خیال ہی نہیں آیا تھا۔"

"اب تو میں نے بتا دیا ہے نا.....؟"

"ہاں.....! اور اب میں تمہارا خیال کر کے اس کی باتوں کا برا نہیں مانوں گی۔ ویسے مجھے برا مانا بھی نہیں چاہئے کیونکہ وہ غلط نہیں کتنی۔"

"پھر کسی اورے.....؟" اچانک ہوا نے پھر پولا۔

"اورے.....؟ میں بھولی گیا.....؟ جی نہیں بھلا ہوا ہے ہیں۔"

"کوئی بات تھی.....؟"

"ہاں.....! جلدی چاؤ غور اٹار رہے تھے۔ وہ اس کی بات سنتے ہی بڑبڑاں پھانگی ہوئی نیچے آئی۔ برآمدے میں کڑی تکی سے ابھری کے بارے میں پوچھا اور پھر ان کے کمرے سے تیری آئی تو وہ اسے جیسے کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھنے لگے۔

"کیا بات ہے.....؟" آخر امی کی کوئی بات نہیں لکھیں.....؟"

"کی.....؟" وہ اس اچانک سوال پر حیران ہو کر دیکھنے لگی۔

"تمہارا عرصہ ہو گیا ہے نہیں انکس خط لکھے ہوئے.....؟" امی کا انداز اور لہجہ بالکل بات تھا جیسے روزمرہ کے کام کے بارے میں پوچھ رہے ہوں کہیں نہیں کیا.....؟

"کافی دن..... چکھ سیتے ہو گئے ہیں۔" وہ سر جھکا کر بولی۔

"کیوں.....؟ کیا کسی نے منع کیا ہے.....؟"

"نہیں.....؟"

"نہیں.....؟" اس کے لیے جواب نہیں سوچا اور جانے کیوں دل بھڑکایا تو وہ ہاتھوں میں چرو پھینکا کر دوڑی۔ "اورے.....؟" امی کی بات کو اس کے پاس آئیٹھے اور اس کے کندھے سے ہاتھ دھک کر اپنے ساتھ لگے ہوئے تھے۔

"یہ کیا ہے بولی ہے.....؟ میں نے کوئی غلط بات کی یا بی غلطی پر مدام ہو.....؟"

"انگرا کی کوئی نہ لکھو غلطی ہے تو مجھ سے یہ غلطی ہوئی لیکن میں اس پر مدام نہیں ہوں۔" وہ اٹھیلیں سے آنکھیں زکڑتے ہوئے بولی۔

"اچھا ہاں.....! پہلے سر جو حرا کر آؤ۔ مجھے دوتے ہوئے بچے اٹھنے نہیں گئے۔" وہ خامس بے دی سے اٹھ کر وہاں روم میں گئی۔ امی نے اس سے پہلے بھی اس کے ساتھ اس کی باتیں نہیں کی تھیں۔ جب ہی اسے حیرت ہو رہی تھی اور مسلسل حد پر پانی کے چھینٹے بہتے ہوئے سوچ رہی کہ آج کوئی کیسے خیال آیا اور باتیں کیسے معلوم ہو کر اس نے کوئی حراسے سے ان کی کوئی بات لکھا۔ قدرے غلطی ہوئی وہاں روم سے نکل کر آئی تھی یہی اور امی کے سامنے بھی انہوں نے اس کی نامیمن ذکر کر دی۔ کہنے لگے۔

"آئی تمہاری امی کا خون آیا تھا۔ بہت تفریق ہے پوچھ رہی تھیں کہ تم ان کے خطوط کے جواب کیوں نہیں دے سکتی ہیں.....؟" پھر کھانے سے ہوئے سارے۔

"یہ انکی بات نہیں ہے بیٹا.....! جی نہیں اب ضرور دینا چاہئے۔" وہ کچھ دیر تک سر جھکا کر اپنے غصوں سے کھینچ رہی پھر صاف کوئی سے بولی۔

"میں انکس غصہ کی دلی ہوں لیکن پھر اچانک دل اچانک ہو گیا۔"

"کیوں.....؟"

"مٹا ہے اس کے کہ جب ان کا ہم سے کوئی بات کوئی حلق نہیں..... وہ ہماری ذمہ گئیں سے نکل نہیں پھر خط و کتابت..... وہ خاموش ہو کر کئی شہر سارے لگے جیسے یہ کاغذ کی رابطہ اس کی کھوشیاں نہ رہا ہو۔

"یہ سب کچھ کہہ وہ ہماری ذمہ گئیں سے نکل نہیں سارے سے ٹپٹے ذکر کریں چاہ.....! تمہارا اور ان کا ڈھقہہ بھی بھی نہیں فوت سکتا۔ وہ تمہاری ماں ہے۔"

"میں.....؟" اس کے اندر وہ جرم ساری گئی پھر مری۔

"نہیں امی.....! میں تو یہ جانتی ہوں کہ تمہارا اور قربانی کا اور تمام ماں سے جوورت اس نے ہوں سے عزم ہو وہاں نہیں ہو کتنی۔"

"نہیں چاہ.....؟" امی سوچ کھدہ دست کر۔ ایک جتنی جاتی انسان ہونے کے تابع ہوت کی اپنی بھی ایک زندگی ہوتی ہے اور اسے اپنی زندگی کی طور پر گزارنے کا حق ہونا چاہئے۔ یہ انگ بات ہے کہ ہم اسے یہ حق نہیں دیتے اور ہماری گز نہیں سے شروع ہوئی ہے۔ جو ہمیں اس حق کے لئے لڑنا نہیں چاہتیں وہ چپ

چاپ بھجوتے کر لیتے ہیں اور جیڑا ماتی ہیں دو باقی اور سر میں ہوجاتی ہیں۔ "ایک مرد کو گھورت کے حق میں ملے
میں کراس کی حرکت نظر کی تھی۔"

"تمہاری امی پر کسی باصلاحیت خاتون کی جگہ نہیں ہے، یہ نہیں ہے کہ وہ کوہو کاس گھر میں اپنے جھٹ جسٹ
کر سکیں۔ جتنا مردہ یہاں رہیں، بہت خوش و خوش ہیں لیکن یہ مردہ زندگی سے بھرتے نہیں کر سکیں۔ ان میں تو کھے
بڑھنے کی گئی تھی۔ وہ بھوکہ کے دکھانا چاہتی تھیں جبکہ ہمارے گھر کا حال نہیں بھوکہ کے کی اجازت نہیں دیتا تھا
اور اگر وہ کوئی غامضی صورت ہو تھی تو اپنا رڈ بے چہرہ کر کے اس گھر کو جنم دیا کرتی تھیں لیکن انہوں نے پوری
دراستاداری سے مجھ سے بات کی اور یہ میری تعلیمی ہے کہ میں ان کا ساتھ نہیں دے سکتا۔"

قدر سے وقت کے بعد کہنے لگے۔

"ہمارے درمیان کوئی لڑائی۔ دشمن یا اختلاف نہیں تھا۔ بس یہ ہے کہ میں اپنے گھر والوں کو ناراض
نہیں کر سکا۔ بول بھرا ایک دوسرے کو لازم دینے کا لگ ہو گئے۔ یہ نہیں ہے کہ تمہاری امی کو تمہارا خیال نہیں
تھا۔ وہ مجھ سے اپنے ساتھ لے جانا چاہتی تھیں لیکن میری خواہش ہے کہ میں نظر نہیں کر سکیں میرے پاس چھوڑ
دیا اور چلا۔ اگر مجھے ان کے کسی عمل سے کوئی تعلق یا شک ہے تو میں خود بخود ان سے رابطہ رکھنے سے
منع کرتا۔ یہ بات جنہیں سمجھنا چاہتے ہیں۔ یا اس گھر کے کسی اور فرد سے ان کے خلاف کوئی بات کہی ہے۔"

وہ خاموش رہی۔

"تھا دینا۔"

"نہیں! کسی نے کچھ نہیں کہا۔"

"میرے حق میں سے ناراض کیوں ہو۔"

"میں ناراض نہیں ہوں۔"

"چلو تمہاری جاکر انہیں خدا بخشو۔ وہ بہت پریشان ہو رہی ہیں۔"

وہ گھری سامنے سے گرا تھک لڑی ہوئی بھر جاتے جاتے کہ کر پچھتے تھی۔

"آئی یہاں کیوں نہیں آجاتی۔"

"میں کیا کر سکتا ہوں۔ یہ تم ان سے ہے جو۔"

"صرف پوچھوں یا ان کے لئے کچھ نہیں؟"

چوڑاؤدھو کھڑے آچکا کر ڈاڑھا سا سر سے اوڑھ کر بیٹھ گیا۔ وہ دیکھنے میں جلدی سے خدا حافظہ کر رہا ہو رہا تھا اور
میں سوچا تو ان پر پائیں کسی سے بات کر رہی تھی کہ اسے دیکھنے میں جلدی سے خدا حافظہ کر رہا ہو رہا تھا اور
وہاں سے بھاگ بھی گئی۔ اس کی بھونٹیں نہیں آچکا کہ وہ اس کی اس حرکت کو کیا سمجھے۔؟ چائیں وہ اپنی جاکر
اتھا کر رہی تھی یا کچھ جانا مقصود تھا۔ اسے ہر حال عجیب سا لگا۔ وہ چلے پلٹ کر راوی کے پاس جانا چاہتی تھی
کرفان کی تپن پر رک گئی۔ اس پاس کوئی سوچ نہیں تھا مگر یہی وہ انتظار کرنے لگی۔ چائیں سب کہاں تھے آخر
اسے یہ ریسورٹ اور دوسری طرف بھری آواز سننے میں اس کے اندر کا بوجھل پن مل گیا تھا۔

"نکاح۔" انہوں نے تعین کیا۔

"جی۔۔۔"

"کہاں رہتی ہو۔؟ ہر ماہ اس آس پر فغان کرنا تو اس کو تمہاری آواز سننے کو ملے گی۔" وہ خاموش رہی۔

"تم لکھتے تو ہوتا۔"

"جی۔۔۔! آپ کیسے ہیں۔۔۔"

"ابھی کچھ تو دیا ہی ہوں۔۔۔ کوئی چیز چلی نہیں آئی۔"

"مگر یا جبہ کی کامکان ہے۔"

"بالکل ہے۔! جب تم اپنی خدمت سے ایذا کو کی تو۔"

"میں اس کو روک جاتا ہوں۔۔۔" وہ ان کی بات پر پوری ہونے سے پہلے بول پڑی۔

"نہیں! اور اس سے میری بات کرلوں گا۔"

"آج صبح ہی راوی آپ کو بہت یاد کر رہی ہیں۔"

"شٹ آپ۔" تم اپنی کو۔! کتنا یاد کر رہی ہو مجھے۔"

"اسی۔۔۔" وہ اپنی اور بڑے سے شہ قلموں کی آواز سن کر بالکل غصہ راوی طور پر سلسلہ قطع کر گئی پھر

اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی غصہ اس ہوا اور خود پر پھینکا ہوا ہے۔

○ ○ ○

وقت اگر بکھرے کی چال چاہتا تھا۔ تب بھی زیادہ حال کا حرم ملے کر رہی کیا تھا۔ اس دوران آفتاب بھائی

اور شہ کی شادی ہو گئی تھی گوکہ راز اسٹار نہیں تھے لیکن سب سے نہیں راہی کر لیا تھا جیکو بیو، جان کے ساتھ جانی

مٹی تھی۔ حالانکہ وہ بڑے چھوٹی تھی اور سوچا کی کیونکہ وہی ضدی کر نامے عمل کرنے کے بعد شادی کرے

گی اس لئے چھوٹی امی کے فرض سے سکھ رہی ہو گئیں۔ البتہ وہ جو کہ جانے سے اچکی ہو گئی تھی۔ کیونکہ وہ بڑا

کے ساتھ اس کی حق نہیں تھی۔ پھر رفتہ رفتہ سوچو کی سکھ جانا بھائی نے لے لی تو اس کا وقت اچھا نہ لگے۔

غصہ کی راہی میں راہی تھا وہ تھوڑا دیر راوی اس سے اس کی شادی کی یاد میں سب لگ گئی تھیں۔ راوی

بھی جا چکے تھے کہ غصہ کے آتے ہی اس کی شادی کر دی۔ بول تو انہیں راہی راوی کی ساری اولاد میں چاندی

تھیں لیکن اس کے لئے بڑا زیادہ محبت اس لئے آئی تھی کہ اس کے جانے کے بعد راوی کی ایک طرح سے اس کی

ماں میں تھی اور انہیں سب سے زیادہ غم بھی اس کی راہی تھی۔ ان دنوں وہ اسے جانے کے کب کے کب کے کب کے

نکل کر دکھا تھیں کہ یہ شادی شادی کے لئے رکھا ہے۔ کسی کہنے کے لئے کچھ نہیں کہی پر کوئی کرنے کے لئے۔ وہ

اگر سوچتا ہوتا تو شہین کے جالے جانی دتہ کا وہ بڑا ہوتا۔ اس وقت بھی وہ اپنی ایک شہرٹ بیٹے کے بعد شہلا

بھائی کو دکھانے جالے جانی کرفان کی تپن میں اس کو رک گئی۔ ریسورٹ کا گھر کا لیکن دوسری طرف خاموشی راہی۔

"نکاح۔! کون۔۔۔؟" اس نے دھن دھن پاؤں چلائے گا لیکن دوسری طرف چائیں کون تھا جو بول کے نہیں

یا اب اس نے مجھے ریسورٹ پر بھیج دیا اور بڑا اسے ہوئے آخری جی کو سنا ہے نوک دیا۔

"کسے کہاں دے رہی ہو۔۔۔"

"اس غیبت کو جسے ہمارے لیڈون کے سرورائل کرنے کا شرط ہے۔"

۱۰ بالکل کر سکتا ہوں۔ یہ ہمارا.....! سوچنا کیا کر رہی ہے۔

ترجمہ ہے۔۔۔۔۔

—

”میں یہ مطلب...“ وہ بے ہوش ہو گیا۔

کہ دوسری طرف کن ہوگا اور دوسری طرف کی آواز اس کے لئے بکرا بنی تھی۔

"کون بکرا؟"

"جی...! آپ کون؟"

"جی...! میں تمہاری امی ہوں۔"

"امی...! کہو تو کون؟" اور آواز خوش اور آگے بڑھی اور اس کے لئے سچا بے اثر آواز کی طرح گئی۔

نورنگا۔

"چچ...! کیا بارش ہو چکے ہے؟" امی پوچھ رہی تھی اور اس کے منہ سے آواز نکلتی تھی۔

خیال میں سرگرمی میں جا رہی تھی۔

"نکلا...! کچھ کلوں...! کچھ کلوں...! تم ٹھیک تو ہو؟"

"ہاں...! مکن سے آواز نکلتی تھی اور اس میں بھی کوئی تھی۔

"ارے...! تم رورہی ہو؟" امی نے جرات اور تشویش کا اظہار کیا۔

"روست چلا...! مجھے بہت دکھ ہو رہا ہے۔" وہ خاموش رہی تو پوچھنے لگی۔

"کیا شہنشاہ نہ کروں؟"

"نہیں...! وہ تو بڑا بڑی ہے۔"

"اچھا تو دیکھ کر اور جلدی سے اپنے آسوا صاف کرو۔" امی نے کہا تو وہ جلدی جلدی آسوا صاف کرنے لگی تھی۔

"مکن...! اب بتاؤ کونسی ہو؟"

"میں ٹھیک ہوں...! آپ بتائیے کہاں سے بات کر رہی ہیں۔"

"میں آٹھ گھنٹے پاکستان آئی ہوں۔"

"اچھا...! وہاں کس نے قربے میں سے خوش ہو گئی۔"

"کہاں ہیں؟" امیر مطلب ہے کہاں بھری ہیں۔"

"تم آؤ گی میرے پاس؟" مجھے سے ملے۔"

"ہاں ہاں...! میں آؤں گی۔" آپ بتائیے تو کہاں ہیں۔" اس کی بے تابی ظاہر کر رہی تھی کہ

جیسے وہ ابھی آؤ کر بیٹھا تھا۔

"ابے امی...! پوچھنا نہیں بڑا بڑا مطہم ہے۔"

"ٹھیک ہے...! میں شام میں آؤں گی۔" اس نے بڑھتی ہوئی امی کو بھی اچانک خوشی سے ہنسا دیا۔
کیا وہ سراسر مسرت تھی کہ اس کا اور اچھا ہونا سوچنے لگی کہ سب سے پہلے کے یہ
خوشی کے اس کی امی اور ابا بھی تھے۔ یہ خیال ہی نہیں تھا کہ اب اس کی امی کا اب اس کی امی کا اب اس کی
خوشی نہیں اور ان کے آئے جانے کی کیا اس کی امی کو برا بھی نہیں ہوگی۔ خاص مکن کی امی کے کرے میں داخل
ہوئی اور سب اچھا دانا کے گئے میں باؤ ڈال رہے۔

مکرا ہٹ گیا۔

"کیا آپ آؤ کیوں دالے کیڑے سی رہی ہیں...! کیا آپ کو بیٹے کی خواہش نہیں ہے؟"

"جی ہر پانچ... مجھے دو بچے ہی چاہتے تھے۔"

"پہلے چاہا ہوا ہے۔"

"اچھا...! شہلا بھائی سے راضی نہیں۔"

"اس کا مطلب ہے جس میں بیٹے کی خواہش ہے؟"

"جی...! وہ بچہ کئی پھر فراموش ہو جائے گا۔"

"سوچنا تو نہ رہی گئی ہے۔"

"شاید۔"

"کیا مطلب؟"

"مجھے ٹھیک سے معلوم نہیں ہے۔" شہلا بھائی پانچوں کی اس نئی نئی نظروں سے دیکھنے لگی تھی کہ

وہ اچھڑ کر رہی۔

"کیا بات ہے؟" آپ کچھ چاہتا ہوں؟"

"نہیں...! بلکہ میں کچھ چاہتا ہوں۔"

"سوچنا اور شہر کے بارے میں نہیں کیوں؟"

"جی...! تم جتنی ہو تو شہر کو دیکھ کر نہیں؟"

"میں روکوں۔" وہ صاف سے فرمائی۔

"اور صرف اشرفی کو کیوں؟" سوچنا تو کیوں نہیں روکا جاتا۔" بلکہ سارا دار و درباری سوچنا ہے۔

جس روز وہ اپنا راز یہ تبدیلی کر کے اشرفی کو آتی تھی۔" جگہ وہ اسے پھر سے کالہ بنی

نہیں چاہتی۔ کم از کم میں نے تو یہی سوچا تھا کہ آپ کا کیا خیال ہے؟"

"پتا نہیں پڑتا کہ تم ٹھیک کہتی ہو لیکن شہر...! یہاں کیا بات نہیں ہے؟" خود بخود ہی اس کی زبان سے

"آپ کو کہاں آئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا بھائی! اگر شہر سے کہیں رات ہی ہو تو سب جان لیں۔"

"میں جانتی ہوں۔" شہلا بھائی نے اطمینان سے کہا تو وہ ان کو دیکھنے لگی۔

"کیا جانتی ہیں؟"

"میں کی کہانی اور اشرفی کے دوسرے سے منسوب ہے۔" وہ خاموش رہی تو کہنے لگی۔

"یہ سب کچھ کہہ دوں کہ ساتھ رہتی ہوئی ہے لیکن اب نہیں رہنا چاہتا ہے۔" اسے نادان ہیں تو

نہیں۔ وہ تو بڑی بڑی کہانی کر رہے ہیں۔"

"(وہاں صرف اشرفی ہے)۔ اس نے سوچا اور یہ کوئی بات نہ تھی لیکن اس کے پاس سے اٹھ کر آتی تو

برآمد سے پہلے ہی پکار کر اس کو فون کاٹا۔

"میل...! اس نے ریموڈر کا خاکہ کر دیا تھا کہ ابھی تک وہ یہ قیاس کرنے میں لگی ہوئی تھی

"آج تو میری شاد خوش نظر رہی ہے۔" وہادی نے پیار سے اس کی ٹھوڑی چھو کر کہا تو وہ ان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

"خوشی کی بات ہی ہے، راہی۔۔۔"

"اچھا۔۔۔! مجھے بھی شاد خوشی کی بات۔"

"وہ۔۔۔ اور وہ! لہجہ لگی کر کہے بات کہے۔"

"تھا تو اس۔۔۔"

"تھا تو اس کی۔۔۔ وہ کتنی ہوئی جلدی سے ان کے پاس سے اٹھ گئی۔

ایک اور نگہ، وہ کس سے کہہ، یہاں سب اس کے اپنے ہیں اور مجھے کوئی بھی اٹھا نہیں۔ وہ سوچنے لگے پدی ای کے پاس آج بھی اور ساری خوشی اور بے تالی چھپا کر بظاہر داخل لے لیں گے کیے گی۔

"یہی ای کی دہمی ای کا فائن کیا تھا وہ کہیں پاکستان میں ہیں اس شرمیں۔ کیا ہے ان سے ملنا چاہیے؟"

"ہاں۔۔۔ کجاں نہیں۔۔۔ وہ شہزادی ہاں ہیں جیسے شہزادہ ان سے ملنا چاہیے۔"

اس کا دل ڈر ڈر سے دھڑکنے لگا اور پدی ای کی گود کھینچنے لگی وہ کہنے لگیں۔

"خام میں اشراف نے تو اس سے کہنا وہ جیسے ان کے پاس سے ملے جائے گا۔"

"جی۔۔۔"

اور اس سے یہ وقت گزارنا مشکل ہو گیا۔ برسوں ان کے پیچھے رہی تھی اور اب ایک ایک ٹل بھاری نگہ، یا تھا۔ وہ پھر کے کمانے کے بعد دوسرے اور خوشی رہی۔ تینہ بھی نہیں آدی تھی جو کچھ وقت کے لئے ہے خبر ہو جاتی۔ چائیں کب شام ہوئی اور کب اشراف نے گا۔ اس سے سوچتے ہوئے کھڑی پر نظر آئی۔ تینہ بگا رہے تھے اور ابھی وہ کھٹوں کوٹھار کر رہی تھی کہ اشراف نے ایک اس وقت سے وہ سب کچھ سچو، سچو تھی کس کس کے آتے تھے وہ اسے ای کے پاس پلٹے کے لئے کہے گی اس لئے قریب طور پر کئی اور بات وہ میں آئی تھی کس کو وہ شگاف معلوم جلدی کیسے کیا ہے کیسے ہے اختیار کر گئی۔

"اچھا ہوا اٹھ۔۔۔ ام جلدی آگئے۔ میں پدی شدت سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔"

"خیر ہے۔۔۔" اس کی بے اعتدالی کا اس نے کوئی ٹوٹس ہی نہیں کیا۔ اطمینان سے بیٹھ کر جوئے موز سے آواز نہ گا تو وہ قدرے غلی بی ہر کر بولی۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں۔۔۔"

"اگر نہ۔۔۔! بائیں ٹھیک ہوں۔ اب یہ چھوٹی جلدی کجاں آیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ سوچنا کس کی کسی دوست کے گھر لے جانا ہے۔" دوسرے کچھ روئے ہاتھ ہاتھ کہہ کر قدرے ہم دراز ہو کر ہوا تو ایک دم خاموش ہو کر رہ گئے۔

"کیا کیا پانے کا کاروا ہے۔۔۔" وہ اس کی ہادی کھلی آنکھوں میں دیکھ کر شرات سے بولا۔

"نہیں۔۔۔! آج میں جیسے باقاعدہ دوست کر دی۔" وہ جیتا ہوا آٹھا اور لہجہ کھل کر کھڑا ہو گیا۔

پھر ایک دم پلٹ کر اس سے پوچھنے لگا۔

"سنو۔۔۔! کجی بڑے ٹھیک ہیں یا پہنچ کر لوں۔۔۔"

"تم سوچنا کہ ساتھ کبھی نہیں جاؤ گے۔" وہ لہجہ بند کر کے اس کے ساتھ کر ٹھیک کر اس کے مخالف کھڑی ہو گئی۔

"میں نے تم سے یہ نہیں پوچھا کہ مجھے سوچنا کے ساتھ جانا چاہیے یا نہیں۔؟ اور تم کو کون ہو مجھے روکنے والی۔۔۔"

"تمہاری بولی۔۔۔"

"بائی۔۔۔؟ اگر یہی کجاں بھی گھنٹیں ہیں میں جیسے یہ اجازت ہر گز نہیں دوں گا کہ میرے معاملات میں دخل دو۔۔۔ وہ اپنی بات کہہ کر اسی دم میں شرمس کیا جبکہ اس کے اندر ہر بنا دھیلنے کا تھا۔ یہ حد واصل قدموں سے اپنی ہاتھ لگائی اور اس پر پڑھے کی گئی ذہن کو بھی سوچنے کھینچے سے تھک رہا۔ کچھ بعد وہ اسی دم سے لگا تو غامض جلجت کا مظاہرہ کرنے لگا۔ دوبارہ جوتے موز نے پہنے، بالوں میں ہریش کیا پھر پر غنیمت اچرے۔ وہ چپ چاپ اسے دیکھتی رہی۔

"دیکھتے میرا انتظار کیوں کر رہی ہیں۔۔۔؟" وہ ہانک خیال آنے پر اپنے میں اسے دیکھ کر پوچھنے لگا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"کوئی خاص بات ہے کیا۔۔۔"

وہ پھر بھی کچھ نہیں بولی تب وہ اسے ہاتھ ملاتا ہوا کرے سے کلن کر گیا اور اس کے جاتے ہی وہ ہاتھوں میں چھوڑ چھوڑ کر رہ گئی۔ خام ہو گئی اور بہتر بننے کے اپنے پر پکا دینے لگے ان کو کرے سے نہیں اٹلی۔ ڈاکٹر سرف اس بات کا نہیں تھا کہ وہ ای کے پاس نہیں جا سکتی تھی اس سے زیادہ ان کو اس بات کا تھا کہ تو کسی نے اشراف کو سوچا کے ایک ساتھ جانے کا خواہش ہی تھا اور نہ ہی ای اس سے پوچھنے آئی تھی۔ کم از کم اس کے کرے میں بند ہونے پر کسی کو تو خوشی ملتی۔ کوئی بھی نہیں آیا اس نے کھڑکی سے بیٹھے جھک کر دیکھا انھن میں کوئی نہیں تھا البتہ برآمدے سے ہاتھوں کی آواز آ رہی تھی اور کچھ ٹھیک ہی بھی محسوس ہوئی۔ وہ کھڑکی کی آبی ہوں کی یا پھر بیٹھ۔۔۔ دروازہ پر بیٹھے جھک کر اس نے آوازوں سے یہ جاننے کی کوشش کی کہ اشراف اور سوچا آچکے ہیں یا نہیں لیکن ان دونوں میں سے کسی کی آواز نہیں تھی۔ تب ایک اور نگہ۔۔۔

(مجھے کیا)۔ کھڑکی سے بیٹھے ہوئے اس نے ٹوٹو کو بلانا چاہا لیکن اندر کچھ ایک خاموشی جھپتی ہوئی محسوس ہوئی جس سے اسے قدرے بے چین کر دیا اور پھر کرے میں ادھر سے ادھر گھلتے ہوئے وہ جانے کیا کچھ سوچے خاموشی کی گود داتے پر دھنک بن کر ٹھیک رہی۔ بولی کچھ نہیں۔ دھنک دوبارہ ہوئی اور پھر دوبارہ کھل کر نظر مارتے رہ گئی۔ وہ ایک سے ایک ہوتے ہوتے بوجھ بھلے پر وہ مارے ہتک ہتک کر اس کے دروازہ کھولنے لگے جھپٹکان کے ہونٹوں پر دھلی پیلے والی سکراب تھی۔

"انھیں میرے آتے گا یا نہیں جانا یا تم قصداً یہاں بیٹھ کر رہے آئے گا انتظار کر رہی ہیں۔۔۔؟" اسے محسوس ہوا۔ پچھری ہو گئی ہے کیونکہ کوشش کے باوجود کھول کا کارواہی نہیں چل سکی۔

"مجھے اندازہ تھا کہ تم غلط ہو گی لیکن اس سے زیادہ یقین تمہارے مان جانے کا ہے۔" وہ اس کی طرف

”اچھا۔۔۔ سو تو پائیس پڑی۔“

”میں ان کا سامنا کر چکی ہوں۔“ وہ میری طرح شلگ کر بولی۔

”تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں فرار و مصیبتی ہوئی تھارے پاس آئی ہوں.....؟ میں کم سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ آخر تم کب تک اس شعر کو نوبتاتی رہو گی.....؟“

⁴⁴ کیا مطلب ہے تمہارا.....؟

”کیا مطلب ہے تمہارا.....؟“
”جس میں مطلب سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے سونیا“ تم اچھی طرح گفتگو ہو کر میں کیا کہنا چاہتی ہوں۔“

”مجھ پر کوئی الزام رکھنے سے پہلے بہتر ہے کہ جا کر اپنے شوہر باپ اور دوستوں کو سمجھا دو۔“

اس کی بات پر سوچا تو مجھے سنا کہ گزرتے گئے تو وہ بھی اپنے لیے پرتہ پوشیں رکھ سکی۔

”اے سہجہ: کوئی مشکل نہیں ہے۔ تمہارے اصلی چہرے کی بس ایک جھلک ہی کافی ہوگی۔“

”سنا کہیں ماہی ہو تم۔“ سو نیا اس کی بات پر چڑھنے کے اور جو رنگ کر جوی۔

”صرف احکا کر میں اس قصص کو انہی طرح جانتی ہوں جسے بہت پہلے تم نے اس شعر پر فوقیت دے دی تھی۔“

وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ کر یوں ہی اور اسے ستائے میں چھوڑ کر چلی آئی۔ سکرے میں داخل

تو وہ جسے انتظار میں بیٹھا تھا۔

”سکس چلانی قصیدیں۔۔۔“

”کیوں؟“ وہ مجھے سارے حساب آج ہی بے باق کر دینا چاہتی تھی۔

”سیدھے سیدھے میری بات کا جواب دو۔“

”تھیں اس سے کیا..... میں کہیں بھی جانوں اور تم جوتے کون ہو پوچھنے والے.....“

”تجھارا شو میر...!“

”جسٹو ہر؟“ اس نے اس کے شام والے لہجے کی غفلت کی اور اچھے کمرے میں جانے کی طرف اشارہ کر دیا۔

^{۱۹} میر کی بات سنو... ۲۱۲

”کیوں۔۔۔“ خاصا عجبت بھر ادا تھا۔

"دیکھو! اس وقت جو میں مذاق کے سوز میں ہوں اور غم سے اُکھٹا جا رہا ہوں، لہذا آرام سے نہ

میری بات سنو۔ اس نے ایک لٹکے ہوئے اور پھر کرسی چھٹ کر اس کے سامنے بیٹھ لی تو یہ کہنے لگا۔

”وقت کو بچھے موڑ دینا ہمارے اختیار میں نہیں ہے اس لئے ہم اپنے آپ کو کچھ دیر کے لئے اس وقت

فرغ کر لیتے ہیں جب ہم صرف کڑی اور اچھے دوست تھے۔ بلا مجبک اپنی بات ایک دوسرے سے کرنا

رہتے تھے۔ اب بھی میں اسی طرح بات کرنا چاہتا ہوں۔"

”کیا بات؟“ اس نے چونک کر دیکھا اور وہ فکری حیرانہ کر بولا۔

”بہت سادگی پاتیں ہیں۔ محسوسات شروع کرتا ہوں۔ تم سستی جاؤ گے۔ جیسا شہزادہ۔“

”یار رکھو۔! ساری زندگی انتظار کی سیلاب پر لگتی رہو جاؤ گی اور میں تمہارے دروازے پر دستک نہیں دوں گا۔“

”تم سے کس نے کہا مجھے تمہاری دستک کا انتظار ہے۔؟“

”خود تم نے۔!“

”اور اب یہ بھی میں ہی کہہ رہی ہوں کہ تم دستک دو گے اور میں اپنے کان بند کر لوں گی۔“ اس کے ساتھ ہی وہ اپنے کمرے میں بند ہو گئی۔

ابن ایک رات، بھی اس نے سوچا تھا کہ وہ دل کے تھکاوٹوں میں آگ بگڑے کی ادھر آج کی رات جب اس نے اپنا حاسب کیا تو معلوم ہوا کہ دل کی آگ بجتی تھی۔ اس ایک بے وقوفی کا زخم تھا جسے ابھی تک اشعر کی پہلی بات نے اس کے منہ پر نہیں کیا تھا تو اس کی شہین ضرور کم ہوئی تھیں۔ اس طرف سے مطمئن ہوئی تو اشعر کی دوسری بات کو سوچ کر اس کے اندر سے کمرے سے ایک نئی آگ دیکھ آئی۔

تھوڑا سا بھی تھا ہر دل روزی کھوے پر آمادہ ہو کر اپنی رشتی کا فرد و رشتہ نشینی جی۔ جب ہی تو وہ جتن دیا تھا کہ وہ اس کی دستک کے انتظار میں ہی تھی۔ وہ دل میں اسے صاحب کر کے لینی اور پھر نیچے میں سر چھپا کر سونے کی کوشش کر گئی۔



مذہب ان کی آواز کے ساتھ ہی اس کی آنکھ کھل گئی۔
 (ای کے پاس جا رہا ہے۔) اسے خیال آیا اور فریاد اٹھائی۔ اپنے کمرے سے نکل کر آئی تو پہلے دھڑک کے نرہ پر جی پھر پائری آئی تاکہ بڑی ایسی کوٹا نہ لگے کہ وہ جی کے ساتھ جا گے۔ بڑی ای برآمد سے تین نرہ پر رہی تھیں۔ وہ تین میں ایک ٹٹٹی تو بچہ پر دھڑک کر سے ٹھہرے۔ اس کی طرف اس کی پشت کی اور وہ فوراً ان پر سے کودے جا کر بڑی ای سے کہنے لگی۔

”آج میں ابھی کے ساتھ ہی اس کے پاس جاؤں گی۔“

”کل کیوں نہیں گئی تھیں۔؟“ بڑی ای نے ہنسی پر ٹٹٹی پر چلایا۔

”کل میں نے اشعر سے کہا تھا لیکن وہ سونا کے ساتھ نہیں چلا گیا۔“

اس کے لئے پھر سے ادا پر بلائی ای غصوں میں ہر جہت پر وہ اٹھتے ہوئے ہوئی۔

”اشعر بھائی آٹھ گئے ہیں۔ میں انہیں جانے دے دوں۔“ پھر لیکن میں آدھ رنگ میں جانے والی اور لے کر ان کے پاس آئی تو وہ قدرے دے پتک کر بولے۔

”میرے۔! تم نے اپنی جلدی پائے بھی نہائی۔“

”جانے بھنے کیا یہ ہو گئی ہے۔“ وہ کرسی کھینچ کر رنگ کے پاس بیٹھ گئی اور اندھیرے آبا بے کا عرصہ کیٹنے لگی۔

”اشعر کی آنکھ کیا ہے کیا۔؟“ وہ دوسری کرسی کھینچ کر بیٹھنے ہوئے پوچھنے لگے۔

”نہیں۔! اس کی روشنی وہی ہے۔ تو میرا فرق نہیں آتا۔“ وہ اس کا اشارہ کر کے بولے۔

”ہاں۔!“ مجھے رات ہی اندازہ ہو گیا تھا اور یہ ابھی بات تو نہیں ہے۔ زندگی میں آنے والی تبدیلی شریع ہو یا غیر شریع پھر تپنے کے خوف کو کہ اس کے مطابق احوال ہی چلتا ہے۔ وہ کیوں اب تک ویسا ہے۔۔۔؟“

”گھبرا۔؟“ اس نے قہر انہماں میں کر کے پھر تو انہوں نے بھی کوئی عمل سا جواب دیا۔

”جیہا میں چھوڑ کر گیا تھا۔“ وہ سس پڑی۔

”وہو حال سال کا میرا آواز زانوہ تو نہیں ہوتا اور اسے میرے میں وہ بڑا ماتو ہونے سے رہا۔“

”میری بات کو مٹا دینا میں سمجھتا ہوں۔! وہ ایک دم عجیبہ ہو کر بولے۔

”تم ابھی طرح جاتی ہو کہ میں کیا کہنا چاہا ہوں۔! آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔؟ کیا تمہارا ذہن ایک اس بات کی کوئی اہمیت نہیں سمجھتا کہ وہ کہیں چھوڑ کر سونا کے ساتھ۔۔۔“

”کیجئے۔! ایک دل کھل گئے۔“ وہ ان کے کھونٹ کھینچنے پر بے بسی ہوئی۔

”آپ بھی میرے سر پر اثر ہو سکتے ہیں کہ میں اس سے غافل ہوں یا میں نے جان لیوہ کر کے ڈھکیل دے رکھی ہے۔! آخر سب کو کون سے یہ کیوں ہو گیا ہے کہ اسے سمجھنا اور دیکھنا سادہ نہ رہا صرف میری ذہن داری ہے۔؟“

”میں نہیں سمجھتا۔! وہ اٹھ اٹھا کر اسے خاموش کرانے سے بولے۔

”پاپی تو کون کیسی اسے سمجھنا چاہتے۔“

”سمجھا یا نہیں جاتا ہے جو سمجھنے کو بندہ کیا سمجھائے۔“ وہ بد نظیری سے کہتی ہوئی ان کے پاس سے اٹھ آئی۔



ای کے بچنے سے تجھے جانے کب کب کے کرے ہوئے آسوا کیے تو اسے بہ لطف جڑ کے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ اور اسی وقت ای کی آنکھوں میں بھی تپنے لگیں انہوں نے خلیہ کا دامن نہیں چھوڑا تھا۔ مسلسل اس کی ہتھ سٹا کر اسے بڑھکوں کر لے کر کوشش کرتی رہی مگر اس کا پھر وہ ہاتھوں میں لے کر رہیں۔

”یونہی راتے میں وقت گزار دو تو مجھے خبر پھرے۔ بات کب کر دی۔؟ ابھی دن گزار جائے گا اور شام میں تمہارے ابو کی نہیں لیجئے آجائیں گے۔ آؤ میں تمہارا منہ صاف کر دوں۔“ ای نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھا یا اور سے لے کر کمرے کے پاس آ کر آٹھ چھاپ چھاپ کر لڑی۔ یہ بھی نہیں کہا کہ میں خود مولوں گی۔ ای نے پانی اس کے منہ پر ڈالا پھر لے سے صاف کیا تو وہ اپنے آپ کو چھوٹی بنی ہوئی کر گئی۔

”جیت تو چھوٹی جس تب تمہارا منہ کون ڈھکا تھا۔۔۔؟“ ای کہا لیا اسٹینڈ پر بچا لے ہوئے بظاہر سرسری انداز میں پوچھنے لگیں۔

”اسب۔۔۔ میرا مطلب ہے کسی رات کی کسی بڑی ای اور کسی چھوٹی ای۔“

”کیجئے میں سب لوگ۔۔۔؟“

”فہم ہیں۔۔۔ ابھی میں لیکن کوئی بھی آپ کو یاد نہیں کرتا۔“ وہ ان کے پاس بیٹھنے سے صاف کوئی سے بولی۔

"اچھا! "ای ذرا سانس لیں۔"

"میرے لئے صرف تمہارا ذکر لیتا ہی بہت ہے بیٹا۔۔۔ آخر یہ بتاؤ دیر کے کمانے میں کیا کھانسی؟"

"میں۔۔۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور کسی اور کو نہ پا کر ان کی بات کا جواب دینے کی بجائے پوچھنے لگی۔

"آپ اکٹلی ہیں۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔ میں ایک طرحی مدت سے اکٹلی ہی رہتی آ رہی ہوں۔ باہر جانے سے پہلے بھی میں اسی

دہارت میں پڑتی تھی۔"

"آپ کو کبھی تنہائی کا احساس نہیں ہوا۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔! شاید اگلے کسٹھن انڈی زنگ کی میں مصروف رہتی رہی کہ کبھی خیال ہی نہیں آتا۔"

"تنہائی کی وجہ سے آپ کو تنہا دیکھ کر بھی تنہائی کا احساس نہیں ہوا اور میں اسے ہمارے لوگوں میں رہنے کے بعد جو خود کو تنہا محسوس کرتی رہی۔۔۔ تو واقعی وہ نہیں دیکھ سکتی کہ ادھی چمک کر وہ کیسے لگتے۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟ سب لوگ تنہا رہے ساتھ۔۔۔"

"بہت اچھے ہیں۔۔۔ دو ذرا رول پڑی۔"

"میرا ہر طرح سے خیال نہ رکھتے ہیں۔ دادا، دادی جان بھرکتے ہیں مجھ پر۔ اسی طرح بڑے دادا اور دادی اسی بھی جانتی ہیں سب لوگ بھی بھر جی نہیں کیسے تنہائی کا احساس میرے اندر پروان چڑھتا رہا۔ ایک آپ کے نہ ہونے سے دردناک تو کوئی نہیں۔۔۔ آخر آپ اتنی خوش رہا تو اب کیا نہیں محسوس ہو گا۔"

"مجھے بھی تنہائی کی محسوس ہوتی تھی لیکن میں تنہائی طرف سے مطمئن بھی تھی کیونکہ سب لوگ بہت اچھے ہیں۔"

اس کا دل چاہا پوچھنے کہ جب سب لوگ اچھے تھے تو میرا آپ چھوڑ کر کہاں چلی گئیں لیکن بھر کچھ سوچ کر خاموش رہی۔

"تم نے کمانے کا نہیں بتایا۔ "ای کو بھر کمانے کا خیال آیا۔"

"رات میں نے تنہا رہے لئے کچھ بنایا تھا اور بھر بہت دیر تک تنہا رہا۔ غلطی کرتی رہی۔"

"اگر رات کے اس "بہت کچھ" میں تمہارا سامنی ہے تو دیر میں میری وہی کھانسی گے۔ آپ کمانے کا زیادہ تلف اور زبردستی کریں۔ اس میرے پاس بھی رہیں۔۔۔ وہ سوتے ہی آواز پر سمیٹ کر بیٹھی اور میرا پیاسا ان کی کوٹ پر دھکتے ہوئے ہوتی۔"

"پاس ہی! "مجھی کبھی آپ مجھے بہت پرانا تھی میں اور میرا دل چاہتا تھا کہ آپ کو آپ میرے پاس آ جائیں یا پھر میں آ کر آپ کے پاس کھنگ جائوں اور کبھی میں بھی آپ سے ملتا ہوا جاتی تھی۔"

"جب ہی کھانا میرے کھانا کا جواب نہیں دیتی تھیں۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔! "اس نے ساری سے اعتراف کیا کچھ کہنے لگی۔"

"مجھے آپ پر غصہ نہ لگتا تھا کہ آپ میں چھوڑ کر کہیں چلی گئیں مگر ایک روز اور ہی نے مجھے کھانا کچھ برقعوں کی پٹری میں سے ملے بغیر انڈی زنگ کے آ کر آ دی ہوئی جا ہے۔"

"اچھا! "ای بٹا شعر کہتا ہے۔۔۔؟ "اسی نے قصداً موضوع تبدیل کیا۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔! کل شام ہی تو باہر سے آئے ہیں۔ اس نے بتایا تو ہی حیران ہو کر ہو گئیں۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟ کیا وہ دربارہ باہر چلا گیا تھا۔۔۔؟"

"وہ آئے ہی کب مجھے جو دربارہ جاتے۔۔۔؟"

"میں کبھی نہیں جانتا۔۔۔! تمہارے بارے میں تو جب مجھے تمہاری شادی کی اطلاع ملی تھی تو یہ بتایا کہ۔۔۔"

"اس کے بعد وہ آپ کو یہ نہیں بتایا کہ میری شادی اشعر کے ساتھ ہوئی ہے۔۔۔؟ "وہ اس کی بات

پوری ہونے سے پہلے بول ہی۔"

"اشعر کے ساتھ۔۔۔؟ "اسی حیران ہو گئی تو اس نے بتا دیا کہ وہ اسے کیسے ڈانٹا ڈانٹتا تھا کہ اس کی

شادی کر دی تھی۔"

"یہ تو سراسر زبانی ہوئی۔ "اس کی ساری بات سن کر ہی کہہ۔ ان کا انداز سوچتا ہوا اور سچے میں نہیں

سامنے ہی تھا پھر محسوس کر کے وہ خاموش رہی جب وہ پوچھنے لگیں۔"

"تم خوش ہو۔۔۔ میرا مطلب ہے اشعر کے ساتھ۔۔۔؟ "وہ اب بھی کچھ نہیں بولی۔"

"تتاؤ تاس بیٹا۔۔۔؟ "ایک چل کر اس نے سوچا کہ وہ انہیں بعد کے حالات بھی کہہ سنا لیکن بھر میں اتنا

کہہ نہ سکی۔"

"مسل میں اشعر اور میں ابھی تک اس سے رشتے سے کھینچ نہیں کر سکتے۔ شاید اس لئے سب کچھ

ابھی تک اور غیر حرجی تھا۔"

اسی تھی کہ خاموش رہنے کے بعد ہو گئی۔"

"کچھ نہیں کہیں آپ نام سے کیا کہوں۔۔۔؟ جب ہم دونوں اس رشتے پر راضی نہیں تھے تو پھر خاموشی کیوں

رہے۔۔۔؟ "منع کر دیتے۔"

"کہہ آسان ہے۔۔۔ اس کی فاسی میں اعتراض تھا۔"

"کیا تم پر جبر کیا گیا تھا۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔! "پانچویں نے کہا نے اشعر کو کیا کہہ کر کھانا کھا کر وہ کھانا گے لئے راضی ہو گیا۔۔۔؟ اور مجھے

آپ کا خیال تھا۔"

"میرا۔۔۔؟ "اسی چمک کر کہنے لگیں۔"

"ہاں۔۔۔! "مجھے ساری زندگی آپ کا خیال رہا کہ کہیں مجھے آپ کا طعنہ نہ سننا پڑے جلا گئے کبھی کسی نے

آپ کے بارے میں کوئی غلط بات نہیں کی مگر میں نے بیوقوفانہ طور کا دامن خاے نہ رکھا۔ جانے کیوں

میرے اندر یہ خوف رہا کہ جہاں میں نے کسی کی مرضی کے خلاف کوئی بات کی تو مجھے فوراً آپ کا طعنہ لگے گا کہ

اس کی ماں میں لگی ہی تھی اور میں بیوقوف نہیں جا سکتی۔"

وہ اپنی دماغ میں گھبراتی رہی۔۔۔ یہی نہیں دیکھا کہ اس کے بچے سے ای پر کیا بیت رہی ہے۔ جب خاموش

ہوئی تو ای کو کچھ بغیر اٹھ کر بگھن میں چلی گئیں۔ اس کے بعد انہوں نے اس کے کمرے کے حوالے سے اس کے کوئی

بات نہیں کی۔ تمام میں بوجی اے لیجئے آئے اور وہ جانے کے لئے تیار تھی لیکن اسی نے روک لیا۔ حالانکہ سارا دن انہوں نے اسی کوئی بات نہیں کی تھی۔ ابا سے کہنے لگیں۔

"نکاح دہلی کچھ دن میرے پاس رہے گی۔" ابوجی نے اسے دیکھا تو وہ اسی کی بات دیکھنے کی خاطر بولی۔

"جی۔۔۔! اگر آپ اجازت دیں تو۔۔۔؟"

"میری اجازت کیا معنی رکھتی ہے جیتا۔؟ تم شہر سے چو چلو۔" اس کے اندر جی بھرے گی۔ بے حد حقبت سے بولی۔

"میں فون پر بیوی اسی سے بات کروں گی۔"

"اوکے۔۔۔؟" ابوجی چپے گئے۔

□□□

دوا کی سہ ماہی رہے ہوئے خوش بھی تھی ساتھ ہی نامعلوم سے انوکھوں نے بھی آتی تھیں تاکہ اس کی غیر موجودگی میں جانے لگا کہ کچھ ہو جائے۔ شہر جب اس کی موجودگی میں نہ تھا تو اب تو بالکل آزاد ہو گیا اور جب بات ہوئی کہ اب وہ کسی طرح بھی "کھانے" کے لیے نہیں جھجک پارتی تھی اب اپنی اس تہی بلی پر وہ خود حیران رہ گئی۔ دن دن اس نے حشرات کیلئے۔۔۔ میں گڑھے۔۔۔ میں جوتی شہر پر نہیں بنے اور دہلی اس کی باتیں اور خبریں یاد کر کے جھنجھکا لے گئی پھر وہ اسے لیجئے آیا۔ انارکلی پر تھا سیدہ برقی بھیجا کہ اب اس کا دل چاہا جانے سے صاف منع کر دے لیکن جب اسی نے حریفہ کے لئے نہیں کیا تو بھروسہ اس کے ساتھ چل پڑی۔

"ساتنے جھانسی کیوں ہو۔۔۔؟" راستے میں دوا اس کی غیر معمولی تہ شوخی محسوس کر کے بے ہوش بننے نہیں رو سکی اور جواب میں دو حصار ڈر بولا۔

"نہیں اس سے کیا۔۔۔؟"

"آرام سے بات نہیں کر سکتے۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔؟" دوا اس کی نقل باز کر دھتے سے بارہ دیکھنے لگی۔

"سنو۔۔۔؟" کچھ دیر بعد وہ اسے حجب کر کے کہنے لگا۔

"میں اب اس کو گھر میں نہیں رو سکتا۔ رہنے کے ایک انتظام کر رہا ہوں۔"

"کیوں۔۔۔؟"

"میری مرضی۔۔۔! اور اگر تم چاہو تو میرے ساتھ چلی جانا۔"

"میں چاہوں۔۔۔؟ وہ ذرا سا غریب۔"

"اور تم کیا چاہے ہو۔۔۔؟"

"میں جھپٹیں چس کر رہا تھا تو اب۔۔۔"

"تو اس کو گھر میں کرو۔۔۔ سب کے سامنے تاکہ تمہاری بیوی داری کا پتا چلے۔"

"بیوی داری تو انہی دکھاؤں کا کسب یاد کریں گے۔" دوا جتنی نظریں اس پر اٹھ کر بولا پھر کیٹ سے

اندھ کاڑی روک کر اس کی طرف کا روڑا نکھول دیا تو وہ جلدی سے آکر اس سے پہلے ہی اندر چلی آئی۔

برآمدے میں سو جا کھڑی تھی۔ وہ اسے نظر انداز کر کے جاتا چلا آتی تھی کہ اس نے روک لیا۔

"سنو!۔۔۔؟" وہ دڑکی عی غنی کو دھنسا دھنسا کر دیکھا۔

"میری بیوی تو چلوں تو۔۔۔؟" وہ اس کے نیچے لپک کر چکی کچھم کی چمکی فوراً اس کی بات پر عمل کرنے کے بجائے سو جا کو دیکھا جو کھانے کا کپاں سے ہاتھیں لگی۔

"تم چلو۔۔۔! میں ابھی آتی ہوں۔" وہ کھانے کو سو جا کے پیچھے جانے لگی کہ اس نے کلائی تمام لی اور نظر چا کھینچا ہوا ڈور لے لے آیا۔

"عجب پاگل آدمی ہو۔" کمرے میں آتے ہی دوا اس پر ہنسنے لگی۔

"کیوں ماسٹر پیٹھ ہے۔۔۔؟ میں آتوری تھی اور پھر سو جا۔"

"سو جا کا نام سب کو دیکھو اور آکھو اس سے بات کی تو۔" اس کے اندر دیکھ دے پر وہ چڑھ گئی۔

"اگرے واہ۔۔۔! خود تو دیکھنا کھانے کے قے جانے پرتے ہو اس کے ساتھ اور میں بات نہ کروں؟"

"بس۔۔۔! میں سننا کر رہا ہوں نہیں۔"

"اقول تو تمہیں صبح کر رہی تھیں جا رہے تھے اور اگر کر رہے ہو تو کیوں۔۔۔؟"

"میں صبح جانے لگا تھا نہیں ہوں۔"

"اس طرح تو صبح بھی نہ کرتی ہوں کبھی تمہاری بات ماننے کی پابندی نہیں ہوں۔"

"شب فیسپ نکارو دیکھو۔۔۔ کبھی تمہاری بات نہ کروں گی۔ دن میں میں آکر میں کچھ تمہارا غواں کروں گا۔"

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اسے دیکھ کر ہوش بھج گئی۔ وہ دوا بہت غصے میں لگ رہا تھا۔ آکھیں پاگل بہت لال ہو گئی تھیں کہ وہ اندر ہی اندر کپ کر رہ گئی اور محض اس کے سامنے سے بچنے کی خاطر بولی۔

"میں بڑی امی کے پاس جا رہی ہوں۔"

"اڈی چلیں گے۔ جب آؤ پرائی میں اب سے مل لیگا۔"

گواہ اس نے لیجئے جانے سے بھی مت کر دیا جبکہ خود چلا گیا پیلے اس نے سو جا اس کے پیچھے جانے لیکن اس کا سرے مارے والا لہجہ اتنا خطرناک تھا کہ وہ مت نہیں کر سکی اور وہیں بیٹھ کر سوئے گی کرا خراساں ہوا کیا ہے۔

کمرے میں اب میرا جیو کا کھانا تھا۔ جب اس نے آکھ کر لائٹ بجائی پھر کمرے کے کلک کر تمام لائٹس جلاتے ہوئے دھبک کے پاس آکھڑی ہوئی۔ نیچے نظریں دوڑائیں تو کوئی بھی نظر نہیں آیا۔ البتہ برآمدے میں چلے پھرنے اور باتوں کی آواز آ رہی تھی۔ اسے غصا لگے گا کھا خرواہ سے یہاں کیوں پھڑکیا ہے۔

"تم کب آئیں۔۔۔؟" اچھے پچھے ٹھہری آواز اس کے سامنے ڈرائی گردن سوڑ کر اٹھیں دیکھا پھر پیلے والی پوزیشن میں آکر بولی۔

"بھئی بھئی کھانا پھیلے۔"

"یہاں کیوں کھڑی ہو۔۔۔؟ میرا مطلب ہے اکیلی۔" شہر کہاں ہے۔۔۔؟" دوا سے کافی فاصلے سے دھبک پر کھانسا کا کھنکھارے ہوئے تو پچھے گئے۔

"اشعر؟" وہ سوچ کر بولی۔

"ابھی تو نہیں تھا..... میرا خیال ہے مجھے کیا ہے۔"

"تم اسی کے ساتھ آئی ہو؟"

"جی ہاں۔"

"مجھ تو اس نے نہیں بتا دیا تھا۔"

"کیا؟" وہ چہرہ ان کی طرف تھکا کر سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"نہیرو اور سونیا کی شادی کے بارے میں۔" ان کا اٹھارہ بہت سہری سا تھا اور وہ بھی نہ چمکی نہ حیران ہوئی البتہ غیر معمولی کیفیت میں تھی۔ وہ کہنے لگی۔

"یہ سب کچھ کیا نکلا۔۔۔۔۔ کہ میں تمہارا مگر جانے کے لئے سونیا سے شادی کر رہا ہوں بلکہ میرے چچوں نظر صرف ادا صرف سونیا سے جس کی طرف سے سب لوگ باوقاف ہی بہت مطمئن ہیں؛ قصداً انھیں بند کر دی ہیں کہ کوئی نہ کہہ سکے جس جگہ میرے خیال میں لا کیوں کہ ہر صراحت میں ہی چھوڑ دیا خداوند کے ساتھ روادی ہے۔ بہر حال سونیا اس گھر کی لڑکی ہے اور اس گھر کی عزت اور ناموس کا کام رکھنے کی ذمہ داری ہم مردوں پر عائد ہوتی ہے۔ مگر ہم ہی اپنی ناموس کی حفاظت نہ کر سکتے یا بہرے آئے والے تو اور اتنی ہی طاقت کئے۔ کیا میں شلہ کہہ رہا ہوں۔ سہا سہیوں نے اس کی طرف دیکھا اور وہ جو ان پر نظریں جمائے کھڑی تھی سینکڑی گنتی میں سر ہلانے لگی۔

"اگر تمہیں یاد ہو تو میں نے کہا تھا کہ وقت اور حالات کے کروٹ بدلنے میں وہ نہیں لگتی۔ انسان ان دونوں کے سامنے بے بس ہے۔ ہم اپنی زندگی کے بارے میں کچھ جاننا چاہتے ہیں جس ہوتا رہی ہے جو ہمارے حضور میں گھبرا گیا ہے۔"

"ہاں۔" "اس نے؟" "ہاں" کی صورت گہری سانس لی اور دور آستان پر نظریں دوڑاتے ہوئے بولی۔

"مجھے آپ کا یہ وقت پسند آیا تھا۔ خدا آپ دونوں کو خوش رکھے۔"

"شکر ہے۔" ان کی مسکراہٹ سے سادھو جی ہلکا ہوا بھی مسکرائی اور انھیں وہیں چھوڑ کر اپنے کمرے میں آئی تو اشعر کا راز یاد آئے سوچا۔

(جو اصل میں یہ ہے اشعر عالم کرم سونیا کی شادی سے دلبرداشتہ ہو رہا اور سونیا۔) اور اسے اکاسا بارہ وقت نے کروٹ بدلتے ہوئے لکھ اس کے ہاتھوں میں تھادی ہوں۔ کوئی ایک بات بھی تو نہیں بھولی تھی وہ اشعر کا بار بار جتنا کہہ دیا سونیا سے محبت کرتا اور سونیا کا اشعر کو تسلیم اپنی طرف، بالکل رکھتا۔ اس کا دل چاہا وہ ابھی اشعر کے سامنے جا کر غریب آدمی بننے لگے گا۔ وہ جانی اس کی جو حالت ہوتی اسے سوچ کر خاصی محظوظ ہو رہی تھی کہ وہ کیا اور اس کے ہوتوں پر کھلی مسکراہٹ دیکھ کر کہنے لگا۔

"اگر وہ اسی اس وقت یہ دیکھیں کہ تم اپنی بیٹی میں رہی ہو تو تمہیں میں جگا ہو جائیں گی کہ تم پر کسی جن کا سامنا ہو گیا ہے۔"

"نہیں! وہ تو کوئی بچہ ہے کہ میں جس کی فیہ میں ہوں۔" وہ اسی طرح مسکرائی ہوئی بولی۔

"اچھا!۔۔۔۔۔ مجھ کو تمہیں کسی شہزادے کا انتظار ہوگا تو اگر تمہیں اس قید سے رہائی دلائے۔"

"میں اس کی قبول نہیں کروں گی۔ میں سوچتی ہوں کہ میں اس کی شرم آتی چاہئے۔" وہ نگاہوں سے بولی تو وہ کچھ نہ کہ اس کی طرف دیکھ کر ہاتھ سائے دیکھ کر کہی کہیں کی فکر سے گرا ہوا لگا۔

"جب اس گھر کی لڑکیوں نے شرم بھول کر لی لی ہے تو میں کیوں شرم کروں۔"

"سب لڑکیوں کا ایک لاشی سے مت ہاتھ اشعر!۔۔۔۔۔ اس پر تم مجھے کیا بات کا شہرہ بکھا رہے ہو؟ میں تو بھی تمہارے راستے کی دہرائی نہیں گئی۔" وہ اس کی بات پر تنگی کر بولی۔

"علاؤ شکر ابھی طرح جانتی تھی کہ سونیا کو کبھی تم سے محبت نہیں تھی۔ اسے صرف اپنی جائزہ بانہا سناؤ نے کے لئے تمہارا ہاتھ مارا ہے۔ تمہارا اس کے علاوہ مجھ سے اس کی عداوت بھی تم جانتے ہو۔"

"تم۔۔۔۔۔ وہ ایک دم کمزور چڑ گیا۔

"کیا تم جانتی تھی کہ سونیا کی اور ہے۔"

"ہاں۔" "وہ تو میں نہیں کہہ سکتی۔" پھر راز اسٹیل کر بولی۔

"نہیں۔۔۔۔۔ اس کی کوئی بات نہیں ہے۔"

"تم اب بھی اس کی پروہ پوچھ کر رہی ہو۔" وہ عجیب ہو کر بولا۔

"تم کو کچھ چاہا نکلا۔! لیکن میں جان چاہا ہوں۔ ابھی بکھر دے پیلے میں نے خود اس کی باتیں سنا تھیں۔ وہ دونوں پر کسی سے کہہ رہی تھی کہ وہ اس سے شادی نہیں کر سکتی کیونکہ اسے اس سے بھرنا بھی مل گیا ہے۔ اس کا اشارہ بھرنا بھی کی طرف تھا۔"

"نظر پھرنی کی طرف کیوں؟" اس کا اشارہ بھرنا کی طرف بھی ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔"

"اب اکتانان نہیں ہوں میں،" وہ اس کے آرام سے کہنے پر چڑ گیا۔

"مجھ کتنے ڈانٹا ہو۔"

"میں اس کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔" وہ ایک دم غصہ نہ بھڑکا۔

"اب یہ سب کچھ ضرور یاد کرو یا کہ بلیڈ نکلا۔" مجھے صاف کر دو۔" مجھے تسلی ہوئی وہ غصہ نہ

کیونکہ میں پرزور نہیں صاف نہیں کروں گی۔" وہ مٹا سلا دیا وہ ہو گئی۔

"اٹھو رہے! غصہ نہیں! تم سے صاف آنا تک کہہ رہا ہے۔" وہ ٹپ میں رنگ بدل گیا اور اپنے پرانے لہجے میں اس کا قاف آواز دیا۔

"تمہاری محبت کو کھینکے یا مطلب تو نہیں ہے کہ میں بھی تم سے محبت کرنے لگا ہوں محبت تو میں اب بھی۔"

"وہ اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی کمرے سے نکل آئی۔ بکھوہی پڑی ای کے پاس نہیں بھرادی کے پاس چلی آئی اور اس وقت تک ان کے پاس رہی جب تک انہوں نے جانے کے لئے نہیں کہہ دیا۔ اوپر جانے کا باطل لی نہیں جا رہا تھا۔ چپ چاپ کر براءے میں بیٹھ گئی تھی۔ یہ صرف اشعر پر

لگا ہے آپ پر بھی غصہ رہا تھا۔

"نکلا۔" "سونیا کے پارانے پر چوک کر بیٹھ گئی۔

کر چل پڑا۔

ایک سیڑھی سرک چلی۔ اس کے بعد دائیں طرف کیے گئے آخر دوسری گلی میں چڑھا مکان تھا جس کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے اس پاس کے دوسرے گھر میں کو دیکھا تو اور کوئی ایسا گھر نظر نہیں آیا جس کے نو پر کمرہ بنا ہو۔ جب اس نے سامان لیے کمرہ دروازے پر دستک دے ڈالی۔ شہری ایک دورہ اور بڑے چار حاضرات اور میں کھلا اور چوکت میں برقعہ پر کھڑی ہوئی اور کچھ کہنے لگی کہ وہ خود غصہ ہو گیا تھا۔ کیونکہ ظہرانک کے ساتھ اس کے قصور میں ہماری ہر کمزوری محض فراغت کی جبکہ دروازے سے میں اچھائی نکلیں غصہ و خفا کی مالک ہائیں چوٹیں مارا لڑکی سودا ہو گئی جس کے غور میں بھی بڑے دکھیں تھے۔ اس کی بے خودی کا دورہ اپنے غریبوں کو سکنا تھا مگر جو دوسرے سوال نہ تھا۔

”کیوں جی.....؟ کون ہوتا؟“ کسی نے ملتا ہے۔“

”آپ.....؟“ وہ چٹکا پھر سنبھلا۔

”دوسرا مطلب ہے مجھے معلوم ہوا ہے یہاں کوئی کمرہ کرایے کے لئے خالی ہے۔“

”کہاں سے آئے ہو۔“

”تعمیم یاد مکان سے۔“

”یہاں کیا کرنے آئے ہو۔“

”تو کئی.....؟ وہ جھانکول سے وہاں۔“ وہ اس کے اندر دے بیٹے سے جزبہ ہو کر بولا۔

”کیوں.....؟ وہ سطر پوس چلا گیا کیا۔“

”نہیں.....! وہ بھی بڑے جانے کا اور میں بھی۔“ اگر آپ کے پاس کمرہ خالی ہو تو۔“ وہ اڑتا کر بولا۔

”کمرہ تو خالی ہے اور کرایے پر بھی دیا جاتا ہے لیکن تم مجھے شریف آدمی نہیں کہتے۔“ اپنے بارے میں اس کے اظہار خیال پر وہ بھی غریب چپ گیا۔

”کیا مطلب ہے آپ کا.....؟ عقل سے میں آپ کو کچھ نظر آتا ہوں۔“

”میں عقل نہیں دیکھتی کسی کی۔“ ابھی ابھی شکوں والے اندر سے شیطان نکلتے ہیں۔“ وہ اس کے ہمتے کا اہستہ شہ دیتے ہوئے بولی۔

”اور آپ کا پتہ دار سے میں کیا خیال ہے۔“

”نہیں.....! زیادہ باتیں نہیں۔“ یہ تازہ اکیلے وہ پاسور بھی کوئی ساتھ ہے۔“ اس کے نو کے پر وہ چ

کر بولا۔

”اور کوئی نظر آ رہا ہے۔“

”ہر جگہ کمرہ کرنا سامان اٹھاتے ہوئے بولا۔

”جنگ ہے آپ کو کمرہ نہیں دینا۔ خواہ خود میرا بھی وقت ضائع کر رہی ہیں۔“

”برداشت بھی فائدہ نہیں ہے۔ چلاؤ.....! وہ سامان اٹھا کر سپردہ کمرہ ہوا تھا کہ وہ اسے اندر لانے کا

کمرہ دروازے سے بہت گلی تو اس کا دل دیا نہیں چلا اور پتہ چلے گئے لیکن جی جی۔

تکلی آگئیں کے آخری سرے پر لڑنے تھا۔ وہ اس کے پیچھے چلا ہوا ہوا پڑا اور کمرے میں داخل ہوتے ہی

”چلے چلے۔! وہاں جسوں کو کئی نہیں ملی۔“

”مطلق تو یہاں.....؟“ اس نے گہری سانس کھینچنے ہوئے کہا۔ ساتھ ہی دونوں ہاتھوں سے سامان چھوڑ

دیا۔ جب خالی پوس کا حواس ہوا تو فوراً ایک بچے کو پکار کر کہا۔

”اے بیٹے.....! (رشید) سطر کی کے کمرے سے گرا۔“

”سلام سطر جی۔“ بچے نے کمرے کے ساتھ اسے سلام کیا۔ گھر سطر پوس سے پوچھنے لگا۔

”یہ بھی میں چڑھا میں اسے سطر جی۔“

”صرف چڑھا میں نے نہیں ڈرا بھی چلا میں گئے۔ کیا سمجھے.....؟ چلو جاؤ اپنی جماعت کو ملنا کراؤ۔“

پوس نے چھڑا کر رشید کو پکارا پھر اس سے پوچھنے لگا۔

”چائے دے دیجئے گئے۔“

”پہلے میری رہائش کا مسئلہ حل کرو اس کے بعد چائے کی بات کرو۔“ اس نے کہا تو پوس نے پہلے ایک

لاٹے کو چائے لانے کے لئے کھینچا پھر اس کے سامنے دوسری کرسی رکھ کر بیٹھنے ہوئے بولا۔

”رہائش کا مسئلہ بدلتا ہے۔ چھوٹی جگہ ہے یہاں زیادہ لوگ۔“ ایک منٹ.....

”نہیں کچھ یاد آنے

پر غامض ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ پھر قہر سے وقت کے بعد کہنے لگا۔

”جیسے تو کسی ایک کمرہ لیکن تم شادی میں وہاں نہیں رہ سکو گے۔“

”کیوں.....؟“

”اس کی باتیں ہی بد زبان اور کاسورت ہے۔ اللہ کی پناہ.....! پوس نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

”کمرہ کیسا ہے.....؟ میرا مطلب ہے دوسری سمجھتی بھی ہیں.....؟ اسے مالک مکان سے کوئی دیکھی

نہیں تھی۔

”نہیں آؤ پر کی سمجھت ہے جس پر ایک کمرہ اور فصل خانہ ہے لڑتے کچھ نہیں ہے اور رات بھی باہر سے نہیں

لگتا اور سیر میں ہے جس سے آتے جاتے ہوئے اس صورت سے سامنا ضرور ہوگا۔“ پوس نے آخر میں ہمارے

اس صورت سے خائف کرنا چاہا لیکن وہ بڑے آرام سے بولا۔

”مجھے صورت سے کیا لگتا ہے.....؟ تم نہیں سمجھ کر دلاؤ۔“

”میں.....؟ انا.....! تم خود چلے جاؤ.....! میں تمہیں راستہ بھانپتا ہوں۔“ پوس کے اچھلنے پر وہ

مکلی دار تنگ کر پھینکا۔

”کیا بہت خطرناک صورت ہے.....؟“

”خطرناک سے بھی خطرناک..... اس جیسے کا کوئی مرد اس کے سامنے نہیں نہیں سکتا۔ لوگ آئے دور سے

دیکھ کر راستہ بدل جاتے ہیں۔“

”اکیلی رہتی ہے اور کوئی بھی اس کے ساتھ.....؟“

”ایک چٹا ہے۔“ خیر۔ جب تک کوئی دوسرا انتظام نہیں ہوتا تم کسی دیکھی طرح کراؤ۔ کراؤ۔ میرا مطلب ہے

اس کے گھر میں۔“ پوس نے پہلے ڈرا دیا تھا پھر نکلی دینے کے ساتھ اسے راستہ سمجھا یا تو وہ اسی وقت اپنا سامان لے

ستارہ پر انہیں مشورہ دے رہے تھے ساتھ ان میں حوصلہ بڑھاتا۔

”یہ سب زندگی کے ساتھ چلے۔ ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے گھبراتا نہیں چاہئے۔ اللہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے اور جو لوگ ایمان آزماتوں میں بچ رہتے ہیں ان کے لئے بڑا انعام ہے۔ میں یہ سمجھ لو کہ ہر بات اللہ کی طرف سے ہوتی ہے جس طرح اس کی طرف سے نیچے والی تخت پر تم خوش ہوئے ہو اسی طرح تکلیف پر صبر کیا کرو۔“ وہ کوئی عالم نہیں تھا لیکن یہ جانتا تھا کہ لوگوں کو ایمان اللہ کی کے ذکر سے ہوتا ہے۔ خصوصاً مسلمانوں کے لئے جو سیدوں اور مصلحانِ عہدہ ان میں بھی جو امید کی کرن بانیِ رافقی ہے وہ اس واحد لاشریک کا احساس ہے جو آخری انسانوں تک آس کی ذمہ داری اٹھاتا رہا اور اس احساس کو اچا کرنا تھا۔ لوگ اس کی باتیں غور سے سنتے تھے اور جانتے غور کرتے تھے کہ اب وہ کہاں کی باتیں کر رہا ہے جو اس دودھ سے روک کر کہتے تھے۔

”سنو! تمہیں تو مسیحی ملو کی بات چاہنا پڑے گا۔“

”جی ہاں۔“ وہ سمجھا نہیں۔

”ابھی نظر پر کر لیتے ہو۔ خود بھی ان باتوں پر عمل کرتے ہو۔ ایسے ہی زنی زنی تو انہی کے سامنے بیان کرتے ہو۔“ وہ کسی کی وقت دائمی تیراں کر رہی تھی۔ اسی صاف اور دودھ پر ابھی غامض ہر سی گھسی ہوئے گاگامان ہوتے تھے لیکن ابھی ہنستا تھا کہ جو ہر تیرے سامنے اسے اپنے کانوں میں آگیاں نہ مٹھائی نہ تھا۔

”آپ کو کیا کہنے ہے؟ زنی زنی ہوتی ہیں؟“ اس نے پہلی بار انہی اس سے سوال کرنے کی جرأت کر لی۔

”بھئی کیا پتا۔۔۔“

”یہ پتا ہے کہ میں تو اب بھی کر لیتا ہوں۔“

”آج ہی بتا چلا ہے۔ ہاں چھوڑی کی زبان پر بیٹھے بول رہے تھے اب کہو کہ میں وہاں کیا کر رہی تھی؟“

”جی نہیں۔! میں اب بھی نہیں کہوں گا۔“ وہ فوراً چلاؤں پر وہ جب کا اعتبار کرتے ہوئے بولی۔

”تمہاری ہے! تو کوئی کوئی تو بھی گھڑاتی ہے کہ میں کب کہاں کیا کر رہی ہو۔“

”نہیں بی بی۔! میں کبھی آپ کا نام ہے۔ وہ نہ میں نے تو اب تک کسی کے منہ سے آپ کا ذکر نہیں سنا۔“

”میں نے آئے ہوئے دن ہی سنتے ہوئے ہیں۔۔۔ پھر تمہارا تہہ لالہ بھی کرتے ہیں۔“ وہ تھکا تھاکا

دہرا دہرا کر پوچھنے لگا۔

”آپ کا کیا پتا ہے۔۔۔“

”کھیل رہا تھا کہ میں۔“ وہ ٹھیکہ دار کے سے بڑ نظر ڈالنے آئے ہوئے بولی۔

”آپ اساتذہ اسکول کیوں نہیں سمجھتیں۔! اشارہ اللہ چار پانچ سال کا تو تھا۔“

”ہاں۔! کیا کروں۔۔۔ بھئی ہماری ہی ہے اسے چھاننے کا لیکن اساتذہ اسکول لے جانے اور لانے کا مسئلہ ہے۔ میں اپنے کام پر جاتی ہوں پھر یہ گھر بھی رہے گی کہ وہ اسکول سے واپس آکر کھانا کھائے رہے گا۔ ایسے تو سارا دن میرے ساتھ ہوتا ہے۔“ وہ ہندہ سے گھر ملدی ہے بول رہی تھی اور اس سے ٹھٹھکی ہوئی جواہری ٹھٹھکی ہوئی کر دیں۔ حالانکہ وہ نہیں کہہ سکتی تھی اس کے لئے نیچے کے خیال کو ابھٹک دینا لیکن اگر اس وقت اسے نہیں کہنا پڑتا جاتی ہو بھی وہ اس پر عمل نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس کے نزدیک ہر کوئی ایسی بات نہیں

تھی جس کا کہنا جائے۔ اس کی گھر ملدی دیکھتے ہوئے سارکی سے بولا تھا۔

”یہ تو کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے۔ میں جتا ہے اپنے ساتھ لے جایا کروں گا اور ابھی میں اس کے اکیلے

ہونے کا سوال ہی نہیں ہے۔ میں جتا ہوں۔“

”تم۔۔۔ تم کو تم کو ہوتے ہو میرے لئے کو اپنے ساتھ رکھنے والے۔“ وہ ایک دم جھٹکے سے گھڑ گئی۔

”احسان کرنا چاہتے ہو ام پر یا میری۔۔۔؟ میں خوب سمجھتی ہوں میرا بھلا کا مطلب۔۔۔ اسے بچا کر

اور دیکھو۔۔۔ یہاں بہت لوگ تمہاری میرا بھلا کے منتظر ہیں۔ وہ سامنے والی سچا شام عات کے پیچھے سے

تمہیں بھاگتی ہے اور وہ چڑا رہی تھی۔“

”خدا کے لئے۔“ اس نے اچھڑا کر دیے۔

”خاتون ہو جاؤ۔۔۔ صحت کی کمی کی بجائی کا کام نہیں۔۔۔ غریبوں کے پاس ہوتا ہی کیا ہے وہاں عزت

کے۔ یہ ملک میرا خیال نہ کر رہی لیکن۔“ اس نے جاہلی سے ہونٹ کھینچے پھر تیز قدموں سے باہر نکل گیا

اور رات ایک سناٹا سرنگوں پر وہاں گزری کہ تار باسرا بیلوں کی خاموش برسات پانڈلی میں نہانی ہوئی تھی۔ وہ

چلتے چلتے پھٹکے پھٹکے تھک جاتا تھا۔ پھر مچھو مچھو کے کوس کا دل نہیں چاہا لیکن کیا کرنا تھا کہ اس جاتا۔ سروی کے

باغ و باغ میں بھی چھایا ہے۔ سہی نہیں۔ تب چارے اس کی میں آتا ہوا اس وقت اس کا تھکا دینے کا کوئی

ارادہ نہیں تھا۔ خیال تھا بہت خاموشی کے اوپر چلا جائے گا کہ وہ رات وہ بند دیکھ کر اسے اپنے آپ پر غصہ

آئے گا کہ اسی دیر تک باہر رہنے کی کیا ضرورت تھی۔ اب چائیں وہ روزہ دیکھو لے کی بھی نہیں۔ کچھ دیر سوچتے

کے بعد اس نے بہت جلد سے روزہ دیکھ لیا کہ وہ جاگ رہی ہو تو اس سے دوسری صورت میں اس کی نیند

میں خلل نہ ہو اور وہ بھی انتظار کر لیں۔ یہ دھڑک دھڑک کھول کر کھڑی ہوئی تو وہ غلطی پر جا کر لگا۔

”مخاف کیجئے گا۔! میں ڈراؤں گھل گیا تھا اس لئے آئے تھیں وہ ہو گئی۔“ وہ کہہ نہیں بولی۔ ایک

طرف سے کراتے رات سے تو دوسرے طرف کھانڈا کھانڈا اس ایک ٹھٹھک کر اسے پیچھے روزہ دیکھو لے کی آواز

سنی پھر رہے کی طرف باغ و باغ کا اس لئے لگا رہا۔

”سنو۔! میں نے تمہارے لئے کچھ دیکھا ہے۔ کھانا۔۔۔“

”شکر ہے۔! میں نے۔“

”صحت ہو گئی کی ضرورت نہیں ہے۔“ وہ فوراً انک کر بولی۔

”مجھے بتا ہے تم نے کھانا کھین کھایا۔ شام میں تھے کہ تمہارا پی پیچھے آئے جن کے ساتھ حضور پر چڑھ کر تم

کھا دکھاتے ہو۔“

”ایک بھی حضور نہیں ہے۔؟ میں آگے چلا گیا تھا۔“

”بھلا۔۔۔ میں جانتے بھلا رہی ہوں۔ سروی سے آ رہے ہو۔“

”نہیں۔! میں باداسی نے تو کبھی پھر چائے اس کی طرف پلٹ کر لگا۔“

”اس صبح بلی کا مطلب یہ ہو چکا ہے۔“

”ہاں۔!۔۔ میں نہیں چاہتی کہ تمہارا دیکھو لے وہاں دیکھ کر اس کے دھوکا کوئی نہیں ہے۔“ وہ

بڑے آدم سے جواب دے کر اپنے کمرے میں چلی گئی تو دوسرا شخصک کہنا پڑا کہ کیا۔

□ □ □

میں تک دافنی اس کا جڑ جڑ کر رہا تھا۔ ہمارا لگ اور ظاہر ہے یہ سڑی میں بھرے کا نتیجہ تھا۔ وہ دافنی
دیر تک خود کو سہارا دینے کی کوشش کرتا رہا کسی طرح باہر جا کر جائے چنے کے ساتھ وہ داردار کا انتظام بھی کر سکے
لیکن بہت کوشش کے باوجود وہ ٹھیک نہیں کھڑا تھا۔ اس نے کئی گونے لگا۔ ٹھیک تو کھڑا بھی تھا وہ کہ یہاں اس کا کوئی
بڑا حال نہیں تھا۔ وہ خود اسے بھی خوش نہیں لگی تھی۔ کم از کم اگر کہو چلی تھی کہ وہ جو کھانا کھاتی تھی وہ
آتر سے آج کا ہوا تو بے تک و لا شعوری طور پر اس کا انتظار کرتا رہا اس کے بعد باقی ہو گیا۔ پھر جب
دھوپ داردار سے نیچے آتی تھی تو وہ خود کو کھینچنے کے ذریعہ میں آ کر لٹ پکی۔ جیو کہ میں تک رہی تھی اور
اس سے زیادہ جانے کا طلب بھی۔ دن کو کھڑا رہنے سے جیسے ہی اس نے خود کو بہتر محسوس کیا اس وقت باہر
جانے کو تیار ہو گیا۔

پھر پہلے اس نے مجھ کو دالے ہوئے میں بیٹھ کر چائے کے ساتھ ایک مساناہٹ کیا اس کے بعد فیصلے کی داد
 ڈھکری کا فرمایا۔ وہاں سے وہ اے کر نکلا تو کوئٹہ پہنچے اس کے بعد جس کی جرحی اور ایسی دوسری عموں کرتے
 ہوئے وہ ہمیں کوئی غیر حاضری کا سبب بتانے اس کو مل کر طرل چلے جا رہے تھے کہ ایک آئے تو اس کی
 ناچیں جواب دے گئیں تو میرے آئے ہی وہ ایک کیمت کے اطراف میں لگی ہوئی وہاں پہنچے کہ یاد اور یونی ہے
 وہ پانی میں سنا ہے کہ اس کے کیمت میں عموں کو کہا اس پتے ہوئے دیکھنے کا بھی نہ کر سکی وہاں سے اور تیار
 وہ اس طرح جیسا رہتا کہ جو حال دہرائی کے بچے کی آواز آئے تو پکارتی تھی وہ اس کے طالب میں تھا جس عموں سامنے
 کسٹن نظر آ رہا تھا اس نے آواز کی سمت گردن پھیر کر دیکھا تو کہیں نہ جیسا سوچا وہاں لڑکی کے ہمارے میں
 میں بڑی ہمارے سے بچ ہوئی تھی اس نے اس کے پاس آؤر تک دیکھا کہ اس کی چھوٹے سے کیمت میں
 اس نے سے علاوہ اور کوئی نہیں تھا اور جب یونی کو لائی ہوئی وہاں دیکھ کر کیمت کی قرابت دیکھ کر کہہ چکے تھے۔

۱۲۴۔ "یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

"کچھ نہیں۔! شک کیا تھا ورنہ راستے کو ہٹ کر۔۔۔ تمہیں اعتراض سے تو آٹھ جا گزوں..."

”نہیں! جہانگیر جی! جہانگیر جی! وہ تو کچھ اور ہے۔ دوسری کسری میں لکھی ہوئی ہے۔“

”سنو.....!“ قدم بے توقف سے وہاں کا رگڑ رہے تھے۔

”تمہارے ساتھ کوئی اور نہیں ہے۔“

”اور کون.....؟“ وہ ہاتھ روک کر سوائے نظروں سے دیکھنے لگی تو وہ کہاں کے کمیت کی طرف اشارہ کرتے

$$= 11x^2 - 2x - 14$$

”وہ سامنے جیسے اتنی ساری عورتیں جا کر رہی ہیں۔“

”اور سرے کے کھیت میں کام کر رہی ہیں اور میں بچے کھیت میں۔“

”یہ تمہاری زمین ہے۔“^{۱۵} وہ تھرا ان خواب

”اے.....! چھوٹی سی درانی بھی مجھ کو مست دے دی تھی دو سال پہلے۔“ اپنی گردن اوقات کے لئے اس نے ہڑباز کر رکھی تھی۔
 ”اے! وہ اپنے کام میں مصروف رہ کر بتاتی ہوئی کہ بڑھ کر بھی اور اب اس سے اسٹے ٹائپ سے ہو گئی تھی کہ اسے کوئی آزاد میں پکڑنا نہ ہے، جسے صاحب دیکھنے ہوئے نہ خواہش ہو رہا جبکہ سو سال بیت گئے۔ اے! وہ اس کے والدین بچنے کا انتظار کرنے کو بھیجیں جب دیکھا کہ آخری سرے پر پہنچ کر اسے نہ بچے کے ساتھ آرام سے بیٹھ کر دیکھ کر اس کا انتظار ہو رہی تھی کہ اس کا کارڈر کہہ کر کے والدین گھر آ گیا۔
 شام تک سارے میں خبر ہو گئی کہ سارشی چار دیو اور کچھ دن اس کی عمارت کے قریب اپنے ساتھ جانے کا کہہ گئے۔ لیکن کھانا کھانے اور دو سے بھرنا کچھ۔ دو ہی بیٹان اسی گھر۔

”الہی...! میں اکیلا آدمی ہوں، مجھے یہاں کیا کروں گا؟ اتنے بھلے...“ اور...”

”اوتھو رے ماسٹر سی۔۔۔ کھڑا ہو جاؤ، جان ہٹاؤ اور بھی کسی چیز کی ضرورت ہو تو حوالہ دینی کا نہیں پتا ہے ایک پیالہ چائے بھی نہیں پائے گی۔“ لالہ سی ٹھیک کہہ رہے تھے اور وہ قصہ اس کے ذکر سے کھڑا گیا۔

”بڑی مہربانی لاکھی.....! فی الحال تیرے لیے ضرورت نہیں۔“

پھر مدت میں دو جلدیں سو گئی تھیں اس کے بارے میں میرے دو اعلیٰ ماہر کاغذ نویس شامی ٹیکہ کی گولی کاڑھتے۔ جمال ہر دو گولی کی طرح کرے سے گل کے صوب میں آبیضہ اور انتظار کرنے کا شے اس پر اس کا کڑی آدلی اس کے لئے چائے لے آئے لیکن یہ عرصہ ہوا کہ آدلی آواز میں کروا دیوں جو کیا کیونکہ جب تک دو گھر میں سو جڑی کی کسی کا اس طرف آنا مشکل تھا چھپتا ہوا اس کے سامنے سے بھی آدے تھے۔

۵ (آخر کیا ہے؟...)۔ وہ اس کے بارے میں سوچنے لگا۔

(مضمرہ اس کی پشت پر کسی کا ہاتھ ہے جس پر وہ اس کا کڑی ہے در شاہک) کیلی صورت کیا کر سکتی ہے؟۔

”اے ماسٹر.....! اس کی تیز آواز پر وہ آٹھل مٹھل مٹھل اور قہر سے ناگوار ہی سے دیکھا تو وہ نرے اس کے

سہا مشہد کہتے ہوئے یوں کہتی۔

$$d_1, \dots, d_{\ell} \in \mathbb{Z}^n$$

”کس نے بھیجا ہے...؟“ اس نے پوچھا تو، حج کر رہی۔

۱۴۔ "اس سے بڑھ کر الی۔"

”ک... کون سا منے والی...“ وہ بچی کی گھبراہٹ سے۔

”اے جو سارا دن ٹاٹ کے ساتھ لگی تھواری پرانہ رکھتی ہے۔“

”دیکھو.....! میں خالق میں بھی ایسا کرتا ہوں پسند نہیں کرتا اگر تم چاہو کہ وہ دنیا جوتوڑے وہاں میں آجے گا۔“

اس نے بہت سنجوگی سے ٹوک کر کہا۔

"بس بس...! مجھ کو اپنی ماں کو کائی کا زخیم بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آرام سے بیٹھ کر رہو۔"

اس نے پھر اچھا سوال ڈھرایا تو وہ بھی گم ہوئی۔

”کسی نے نہیں میں خود لے کر آئی ہوں۔ بہار ہو اس لئے اور اسے بنے کو بھی اس وقت تمہارے پاس

تجوز کر جا رہی ہوں۔ باہر کا کوئی کام آؤ تو اس سے گرو الیہما۔" اس کے ساتھ ہی اس نے دیوار سے نکلے بھاگ کر

بچہ کو پکا کر مار دیتے تو کیا بھروسہ کی طرف پلٹ کر بولی۔

"کا کا نہیں کھنگ نہیں کرے گا۔ جب سوئے گا تو اسے قلب سے باہر پھینک دیتا۔"

"اماں۔۔۔؟" بچے نے اُدھر اُدھر سے پکارا تو وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کے سامنے بٹھاتے ہوئے بولی۔

"ماستر بنی جا رہی ہیں۔ ان کا خیال دیکھنا کھیت سے چاہی ہو۔" اور وہ بہت جرات منہ ہو کر کہی اسے اور کہی

بچے کو یکدم ڈانڈا بیٹھی اتنا سا پاس کا کیا خیال دیکھے گا اور اس سے پہلے کس سے تو کہتا وہ سیر میاں آ کر تھی۔

"مجیب باپ محنت ہے۔" وہ حیرت سے گلے کر کر بڑا ہاتھ کا کا کا قوام پچھنے لگا۔

"کس کو کہہ رہے ہو۔۔۔؟"

"بانیہیں۔۔۔؟ تم ابھی نہیں سوچو ہو۔۔۔؟ جاؤ اپنی ماں کے پاس۔"

"فہمیں۔۔۔! میں تمہارا خیال رکھوں گا۔" کا کا نے اپنی ماں کی بات بڑی مصممیت سے نوہرائی تو وہ

بے ساختہ مسکرایا۔ بھروسہ کے پیچھے کال پہنچ کر کا کا کا تھلا۔

"چلو؛ شیر کور۔۔۔!"

"بھیاہاں نے کھلا دیا ہے۔"

"تمہاری اماں۔۔۔" وہ کہہ کچھ کہنے لگا۔ بھروسہ سے چائے اٹلے ہوئے پوچھنے لگا۔

"تمہارا دبا کہاں ہے۔۔۔؟"

"ابا کو بیٹاں لے گئیں۔"

"گوں۔۔۔؟" اس نے شاید ٹھیک سے سنا نہیں تھا۔

"پہیاں۔۔۔!" کا کا زور سے کر بولا۔

"اماں بھی ہیں وہ پڑا سناں سے پہلیاں آئی تھیں ابا کاؤاں کر لے گئیں۔"

"اور۔۔۔؟" اس کے ذہن سے کچھ اور سوچا تو دیکھ وہ اس مصمم بچے کو دیکھا۔ بھروسہ سے بچے ہوئے

اس کی ماں کو پوچھنے لگا۔ بیٹی اتنی ہی عمر میں وہ بیٹہ ہو گئی تھی۔ اس کا دل پاؤا کہ اس سے پوچھنے کس کے باپ کو

کیا ہوا تھا لیکن اس مصمم بچہ پر بھی پناہیں تھا کس باپ مرنے لگا۔

"ماستر بنی۔۔۔!" کا کا اس کا ہاتھ ہلا کر اپنی طرف متوجہ کر کے پوچھنے لگا۔

"تم کو سنا لیا جاتے ہو۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔! اور تم نہیں جانتے۔۔۔؟"

"میں اماں کے ساتھ جا تا ہوں ناں کھیت ہے۔"

"اسکول بھی جا کر۔۔۔ تمہارے کھیت سے ٹھوڑا سی کمی تو ہے۔ میں تمہیں لے جاؤں گا اپنے ساتھ۔۔۔ چلو

مے ہاں۔۔۔"

"اماں سے پوچھوں گا۔"

"تمہاری اماں۔۔۔" وہ بھروسہ میں ہو گیا۔ خانہ اس کی ماں سے منافق تھا۔

بھروسہ کو دیر آرام کرنے کے بعد وہ کا کا کو ساتھ لے کر گھر سے نکلا تو گاؤ کا اب اسے بڑا نہیں تھا بھروسہ

اتھا تھا اس نے دالے لی۔ اس کے بعد اسکول جاتے ہوئے وہ کا کا کو راتے میں جوا دار لی کے پاس چھوڑا؛ چاہتا تھا لیکن وہ اپنے کھیت میں سرور ہو رہی تھی اور اس کی اجازت کے بغیر بچے کو لے جاتے ہوئے وہ زور دیتا تھا جب ہی ذرا کہ کر نکلا کہ وہ کسی ضرورت سے کہیں بھی ہو گئی تو بھی آ جائے گی۔

"اماں کہاں ہے۔۔۔؟" کا کا نے ماں کی بات اس سے پوچھا اور ابھی وہ جواب دینا چاہتا تھا کہ وہ

اسے بھاگی ہوئی نظر آئی۔ اس سے آگے بڑھ کر وہ سال کی عمر کے چار باچے بچے تھے۔ اس نے غور کیا تو وہ انہی

بچوں کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ ساتھ ساتھ زمین سے پتھر اٹھا کر انہیں کھینچ کر مار لی اور ان سے بڑا بھلا بھی کہ

رہی تھی کا بلیں سیات اور کچھ کہاں اس کے ہاتھ اٹلے دالے تھے۔ کھک کر پلٹ آئی اور اپنے کھیت میں کھڑی ہو

کر چاروں طرف ہوں دیکھنے کی جیسے اس کی سمجھ میں نہ رہا ہو کیا کرے۔

"اماں؟" کا کا نے اسے دیکھنے کی پکار اور وہ چپ چاپ وہاں سے ٹھٹھکیے کی سوچ رہا تھا بھروسہ لگا۔

"کیا ہے۔۔۔؟" وہ صدمے میں تھی وہیں سے بچتی۔

"تو کہاں کیا کر رہا ہے۔۔۔؟"

"بھاگ کر شہادت ملی۔۔۔! ورنہ خیر نہیں۔۔۔" وہ کا کا کو کہہ رہے پھر اٹھا کر کچ بھاگ کر بھاگ بھاگ۔ پیچھے وہ بچ

بچ کر پکار رہی تھی۔

"اے اے۔۔۔! کدھر جا رہا ہے۔۔۔؟ تو۔۔۔!" اور اس نے اسکول بچے کر دہ لیا۔ کا کا کو پیچھے

اتھا کر کر رہی بیٹھ تو وہی طرف سے باپ رہا تھا۔

"کیا ہوا۔۔۔؟ کتے پیچھے لگے تھے کیا۔۔۔؟" بھروسہ نے شہادت بھری مسکراہٹ سے پوچھا تو وہ

"کتا۔۔۔" کہتے کہتے رو گیا۔ بھروسہ سے دھماں میں دھک بولا۔

"شیر بنی۔۔۔"

"کیا۔۔۔؟" بھروسہ کے چہرے میں پناہیں پڑ رہی تھیں۔

"جے جے دیکھ شہادت نے دیکھ کر سب کی سمجھی بندھ جاتی ہے۔"

"اور۔۔۔ سمجھا۔۔۔! اپنی بیٹا لانا کی بات کر رہے ہو۔ کال دیا کیا اس نے صبر کھرتے۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔! میرا راتے میں نظر آئی تھی۔ خیر چھوڑو۔۔۔ میں نہیں بتائے گا کیا کیا۔۔۔"

"تم بتا رہا ہو۔۔۔" بھروسہ نے اس کی بات آپک ل۔

"نہیں کئی خیر ہو گئی تھی اور میں تمہارے پاس آتا بھی چاہتا تھا لیکن گھر میں چاہا۔ چاہی وہ دنوں یاد

پڑتے ہیں۔ خیر تم جانا۔۔۔! اب کسی ضرورت سے تمہاری۔۔۔"

"کا کا! بھروسہ میں کل سے اٹھا اٹھاؤں گا۔"

"تو چروہم۔۔۔! جے جے ایک دھول آرام کر لو۔۔۔" بھروسہ نے فرار نہ دلی کا مظاہرہ کیا۔

"آرام کیا کرنا؟" گھر میں سارا دن بوری ہوں گا ابھی بھی دیکھو چلا آ۔۔۔" وہ کہتے ہوئے آٹھ ٹکڑا ہوا۔

"تمہاری مرضی۔۔۔! اور یہ کچھ کا ہے۔۔۔؟" بھروسہ نے کا کا کے سر پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

"انہی شیر بنی کا۔۔۔! آجی اڑاؤ دھول میرے پاس چھوڑ گئی تھی کہ یہ میرا خیال دیکھے گا۔۔۔" وہ مکتوب

انہار میں بتا کر بٹا تو یوں کبھی کسی آگئی۔

□ □ □

مجھ سمجھتے بہت سارے دن گزر گئے۔ وہ صرف اپنی جانب سے مطمئن تھا کہ قبیلے کے لوگوں میں بھی محل مل گیا تھا، اور بظاہر اسے خالد الداری سے بھی کوئی شکایت نہیں تھی۔ اس میں اس کی بد زبان اور بدگلی سے پریشان تھا جو وہ ہر دوسرے دن گھر کے دروازے پر پہنچ کر لوگوں کی مائیں میں ایک کھٹی کرنی میں اور وہ جھٹکا شریف آدمی تھا۔ اس سارے جنگ سے بعد جب گھر سے نکلا تو اس کی نظریں زمین پر گڑی ہوئی تھیں۔ کسی کے سامنے سر نہیں اٹھا سکتا تھا۔ خالد الداری سے اس کا کوئی رابطہ نہیں تھا نہ ہی اس کے کسی محل کا ذکر اسے یاد تھا۔ مگر یہی اپنے آپ میں شرمندہ و ہتھکڑا سسٹن اس کو کشش میں لگا ہوا تھا کہ اسے کہیں اور ایک گھر کو مل جائے۔

یہ اس کی پریشانی کی پہلی تھکان تھی، وہ مجبور تھا کہ چونکہ وہ خود جا چکا ہے گھر میں رہا تھا اور دوسرے کی ٹوک اسے اپنے گھر رہنے کی پیشکش کر رہے تھے جس مسئلہ پر تھا کہ ان کے گھروں میں انکے سے کوئی کر نہیں تھا۔ دوسرے ہر گھر میں جانی اپنی یا کن سب موجود تھی۔ اس لیے اس نے سہارے کر لی تھی کہ جس طرح خالد الداری سب کی مائیں میں کوئی نہ کسی کے ساتھ مشروط کر کے ان کی مرضی اپنی چاہی کی تو وہ نہیں جانتا تھا کہ کہیں اس کا نام ملے؟ آئے اور کتنی جھپٹا ہمت تھی کہ وہ خود دھڑلے سے ذرا بھاگتی پھرتی تھی۔ مزید لگنے کی جوت پر وہ جان کو کر رہا ہے پر دیا ہوا تھا اس کے لئے آئے جانے کا لگے۔ وہ اس کی پیشکش سے اس کے باوجود کوئی اس پر انگلی نہیں اٹھا سکتا تھا۔ اب پتا نہیں لوگوں کی نظروں میں وہ واقعی اتنی بگڑا رہی یا تو ان کی خاطر سانسو رہے تھے۔ بھر حال اس تمام سحر سے اس نے اس کی کوئی طرف متوجہ نہیں کیا نہ ہی اس کی کوئی داد سنی تھی۔ اس کے باوجود وہ اس گھر سے نکلا چاہتا تھا، جس گھر سے روزہ خالد الداری کو ملوٹا ہوا کہ وہ کہیں اور نکلتا تھا اس کرتا چلا رہا ہے۔ سبز مائیں بھٹکتی ہوئی اس کے سر سے شرا کو چارہ نکالنا میں پوچھ رہی تھی۔

”کیوں ماسٹر؟ یہاں جیسے کوئی تکلیف ہے۔؟“

”نہیں۔؟“ وہ بھٹکتا اس سے سوسا ہوا جواب دیا۔

”مگر تم یہاں سے کیوں جاؤ چاہتے ہو۔؟“ اس نے پوچھا جب کچھ کہہ رہا کہ وہ اپنے گھر کا کھانا کھائے

دوسرا سوال آیا۔

”کسی نے کہہ کیا ہے تم سے۔؟“

”نہیں۔؟“

”بھر سے خلاف کیا ہے۔؟“ اس کی جرح سے وہ پریشان ہو گیا۔

”نہیں۔؟! میں کوئی پتہ نہیں ہوں جو کسی کے بگاڑ سے شرا جاؤں گا۔۔۔؟“

”مگر۔۔؟ مگر کیوں جانا چاہتے ہو۔۔۔؟“

”میں میری مرضی۔؟“ وہ چکر لگا رہا تھا کہ وہ اسے تیر نظروں سے گھورتی رہی مگر سر جھٹک کر ہوئی۔

”کر، مگر کیا تو میری مرضی؟! میں دیکھتی ہوں کہ ان جیسے لکھتا ہے۔۔۔؟ مگر غراب کے روں کی اس کا اور ساتھ میں تمہارا بھی۔۔۔“

”تم۔۔۔؟“ وہ بڑی طرح تنگ کیا۔

”تم گھٹتی کیا ہو اپنے آپ کو۔؟“ اس کا ہر سب کو ایک لاشی سے ہلکی ہو۔۔۔؟“

”ہاں۔۔۔! میں نے جو کہا تھا کہ وہ کیا۔ جیسے اگر یہاں سے جاتا ہے تو آٹھ سو سالانہ اور سب سے دور مگر چار سال کا گھٹ نکلاؤ۔ اس کے شخصیت سے کہنے پر وہ مزید بھٹکتا۔

”تم تو جوں کی بڑی ہو بیٹے، سارے شہر پر تمہاری بھڑائی ہو۔۔۔؟“

”دوست ہے۔۔۔؟“ یہی وہ کھانے کی کھیر سے سامنے ہوئے ہوئے۔۔۔؟“

”شریف آدمی تمہارے دوست کیا لگاؤ؟“ اس نے طنز آمیز چوٹی سے کہہ کر وہ اس سے بڑا دھڑلے ہو کر ہوئی۔

”دیکھو ماسٹر۔۔۔؟ میں تمہارا بہت لگاؤ کرتی ہوں۔ صرف اس کے کہ تم واقعی شریف آدمی ہو اور اپنے کام سے کام لیتے ہو۔ اس لیے میرے گھر میں لگے ہو۔ یہی ہو رہا ہے جس شخص کو جیسے نکال باہر کرتی۔“

”میں تم سے بڑے نہیں کہہ جانتا۔۔۔؟“ اس کا اس کو کہ میں جب جا ہوں گا یہاں چلا جاؤں گا۔ تم مجھے

دے کہ کوئی حق نہیں سمجھیں۔“ اس نے اپنی طرف سے غبار کا تھم کر دی کہ وہ جاتا ہے۔ ہوئی تھی۔

”نہیں اور لکھنا کہنے کو چاہئے۔۔۔؟“ وہ گھبرا کر اس کے پیچھے دیکھا پر مگر جھٹک کر سر کا

کی طرف بھٹکے والی کھڑکی میں آکر وہاں اور اسی دن اس کے لئے بچوں کی آگہ بگاہی دیکھنے لگا۔ اسے اپنے

چہرے پر بھی نظروں کا احساس ہوا تو اس نے بے اختیار اوجھڑا کر دیکھا۔ بھٹکے دڑے بچوں کے سوا اور کوئی

نہیں تھا۔ اور بچوں میں سے بھی کوئی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ بے اختیار وہ گھبرا کر دیکھنے ہوئے وہ کھڑکی سے بڑے تھا

کہ سامنے کے گھر والے بے پڑے ہاتھ سے بھٹکتے ہوئے پر نظر پڑے تھے۔ اسے اسے خالد الداری کی بات یاد آئی۔

”وہ سامنے والی عورت اداقت تمہاری راہ دیکھتی ہے۔ اس نے گھبرا کر کھڑکی بند کر دی اور اپنے

آپ پر حیران ہوا کہ اس نے تو کبھی تو نہیں اس کا اور وہ خالد الداری کو کیسے بڑا ہاتھ کی خبر دیتی ہے۔ دیکھ دو سارا دن گھر

میں بھی نہیں رہتی۔“

”بھئی سے خالد الداری۔۔۔ اسے تو موقع چاہئے دوسروں کو بدنام کرنے کا۔۔۔ اب پتا نہیں سامنے کون

ہے۔۔۔؟“ اس کا سر سے کھڑکی ہے۔۔۔؟“ اس نے اس سے پہلے بھی نہیں دیکھا۔ وہ خود کو بھلا رہا تھا کہ اس نے نظری

جس کو کہیں دیکھا نہ تھا۔ یہی وہی کھڑکی کھول کر دیکھا تو اس سے اس کا انتظار تھا۔ ہاتھ کا پر دھڑکا کر ایک

ٹپکی کے ساتھ ہاتھ کے اشارے سے اسے سلام کر لیا اور وہ واقعی پکڑا گیا۔ زور سے کھڑکی بند کر کے باہر کی

پر آکر بیٹھا اور اس کی بڑی جرات پر کھولے لگے۔ یعنی وہ جانتی تھی کہ اس کے سامنے، بچے والی خالد الداری کی

دوران کتنی غراب ہے۔ مگر یہی اسے اپنے مائیں باپ کی عزت کا کوئی خیال نہیں تھا۔ وہ اسے سمجھائیں سکتا تھا اس لئے

اپنے یہاں سے جانے کے بارے میں سوچتے ہوئے وہ پورا بھٹکتا تھا۔

□ □ □

موسم بدل گیا تھا۔ سردی کے بعد اب بہار چل رہی تھی اور وہ جو پہلے اسکول کے وقت ہی گھر سے نکلتا تھا اب صبح چل دی کے لئے نکلتا تھا اور دوسرے بچے تک سب سبز و شاداب تھیں۔ ایک بچہ لکھتا۔

ان دنوں جس بچہ کی بھٹی پر لکھا تھا کہ وہاں آٹھ سو سالانہ پانچ بیٹا تھے۔ سب کو بد بھلا تھا۔ سردی میں سردی تھی

منٹل نہیں ہوتی تھی لیکن اب وہ صوب میں نہیں بیٹھا جا رہا تھا اور ساری جماعتوں کے بچے ایک کمرے میں بھی نہیں ماسکتے تھے۔ اس لئے اسے منٹل بوری بھی کر ایک کمرے میں پر حاد ہونا تو دعیاں دوسرے کمرے کی طرف ہونا چاہا۔ بچے اسٹر کے کمرے سے آؤں گے ہمارے ہوتے۔

اس وقت وہ ساری جماعتوں میں ایک ایک بچے کو کھانا کھوانے پر مقرر کر کے خود آؤں گے میں ٹیبلے لگا تھا کہ ہر جماعت پر نذر کھ سکے اور جب ٹھک گیا تو چیں کر ہی منگو کر بیٹھا کیا اور بچہ دہر بھدیا ایک بچے کو لایا کہ اس کی تختی چیک کرے گا۔ وہ اس کام میں اتنا مصروف تھا کہ کسی کے آنے کا پتہ ہی نہیں چلا۔ جب بہت قریب چڑیوں کی جھلکار دیکھی تو اس نے سوچ کر سر اٹھا اور اس سامنے اسے لڑکی کو دیکھ کر اسے جرعت دہائی ہوئی لیکن اس پر غماز نہیں ہوئی بلکہ اور پھیلے قریب کھڑے لڑکے کو تختی حما کر کے میں بچھا چکا ہوں اس سے غائب ہوا۔

”ہی لیلی!...! افرام ہے۔۔۔۔۔“
”نکسی تے کوئی ملدے ہے ای نہیں ماسٹری۔۔۔۔۔“
”آپ فرمیں ملے ہی نہیں ماسٹری لڑکی نے لپا کر کہا تو وہ مشکل خود کو ہسپتال پہنچا۔

”کیوں؟“ کوئی کام ہے آپ کو۔۔۔۔۔“
”نہیں ہی۔۔۔۔۔“

”بھر۔۔۔۔۔ میرا مطلب ہے کیوں ملنا چاہتی ہیں آپ کچھ سے۔۔۔۔۔“ اس نے قصداً گوارہ سے پوچھا۔
”اے تے میوں دی ٹی چک نہیں دل کر اے۔۔۔۔۔“ (یہ کچھ بھی نہیں جانیں دل جانتا ہے)۔

”دیکھو لی!۔۔۔۔۔! کیوں! انجی بات نہیں ہے۔“ وہ اندر ہی اندر جڑ بڑھ کر اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔
”اور تم خفا بھری ہو مجھے۔ میں یہاں تو کڑی پر آیا ہوں۔۔۔۔۔! مجھے اپنا کام کرنا دے۔۔۔۔۔“

”میں کی کہیں ماسٹری!۔۔۔۔۔! سیرا دل۔۔۔۔۔! وہ مال سامنے پار ہی تھی کہ اس نے ٹوک دیا۔
”ایک صحت۔۔۔۔۔!“ بھر دوسرے آئی لڑکی کو کور سے دیکھ کر اچھا لگے کہ جیسا اسے کہنے لگا۔

”دیکھو۔۔۔۔۔! وہ حوالدارنی آ رہی ہے۔ اس کے آنے سے پہلے یہاں سے چلی جاؤ ورنہ۔۔۔۔۔“
”میںوں بتا اے سی۔۔۔۔۔! ٹی حوالدارنی کو کوں آؤں دے اور۔۔۔۔۔ پر میں ہی آؤں۔۔۔۔۔! (مجھے بتا ہے آپ

حوالدارنی سے اور تے پر میں نہیں آؤں لی۔ اس نے کہا اور دم کر کڑی ہوئی تو وہ کچھ بچھڑ بچھڑا ہو گیا۔ چنانچہ حوالدارنی اس طرف کیوں آ رہی تھی اور اسے آ رہی ہے یا تھا۔ جائے اس لڑکی کی یہاں سوچو کی کو وہ نہارنگ دوسے اور لوگوں کے سامنے جس طرح بیان کرے گی اسے سوچ کر ہی وہ پٹیلے میں نہا گیا۔ بھر اس لڑکی سے بہت جاڑی سے بولا۔

”میں ہا شائیں بننا چاہتا۔ خدا کے لئے اس وقت یہاں سے چلی جاؤ۔“
”اے ماسٹری!۔۔۔۔۔! نکسی تے بے لای زک اور۔۔۔۔۔! لڑکی نے اس کا مذاق اڑایا۔

”ہاں۔۔۔۔۔! میں اصغر کرتا ہوں میں بد دل ہوں، ذرا رک ہوں، اپنی عزت کی ذمیاں نہیں اڑدا سکتا۔ وہ حکما کر شیعہ میں یوں کھڑا ہوا کہ کچھ ہی ڈانٹ کی تو وہ شاید اس کے نصے سے غائب ہوئی بھر میں جاتے جاتے ہوئی گئی۔

”میں تیرا ماں کی ماسٹری۔۔۔۔۔!“

”ہاں سنیں۔۔۔۔۔!“ اس نے دانت پیچے پھر حوالدارنی کو قریب آتے دیکھ کر پلٹ کر چرے کر سی سیدی کر کے لگا۔ منٹل صال کے ذریعے سامنے سے چلتا تھا۔ اب چانسی وہ کیا لگا سیدھا کے کی لیکن حرکت انگیز کر دتا اس نے اس لڑکی کی بات کو سوال کیا نہ کچھ بتایا بلکہ جیسے اسے وہ لڑکی دکھائی ہی نہیں دی تھی اور اسے آرام سے جس منٹل سے آگئی کہنے لگی۔

”ماسٹری!۔۔۔۔۔! کا پھر سے پانچ سال کا ہو گیا ہے۔ اسے داخل کرو۔“
”ہاں۔۔۔۔۔! چلا۔۔۔۔۔! تم نہیں نام لے کر آتا ہوں۔ اسے جیسے موقع مل گیا فوراً بخیر قدموں سے براؤں کے آخری سرے سے کہنے کو کہنے چلا گیا۔ بچہ دہر بھدیا ہوا ہوا تھا وہ ہی طرف مگر ہی تھی۔

”چلو جاؤ۔۔۔۔۔! میں اور کڑی منٹل ہوں۔۔۔۔۔“
”نہیں ٹھیک ہے ماسٹری!۔۔۔۔۔! تم طرہی سے اس کا نام لگو۔ وہ بیٹھے پر آؤں نہیں ہوئی تو وہ خود ہی اس

کر ہی پر بیٹھا گیا۔ بھر جیسے میں نکال کر پھینچے گا۔
”ہاں۔۔۔۔۔! کا نام ہے اس کا۔“

”عارف حسین۔۔۔۔۔!“
”آپ کا نام۔۔۔۔۔!“

”مصور حسین۔۔۔۔۔!“
وہ چہرہ پھٹا گیا اور جواب دیتی گئی اور جب نام پل تو کیا تو وہ اس یوں دیکھنے لگا جیسے کچھ میں نہ آ رہا ہو

”اس سے تو خطا کرنے کو دیکھے! انگوٹھا لگا کر۔۔۔۔۔!“
”کیا بات ہے ماسٹر۔۔۔۔۔! اس کے کتنے پردہ جلدی سے ایک جگہ انجلی سے اشارہ کر کے بولا۔

”یہاں انگوٹھا لگاؤ۔۔۔۔۔!“
”انگوٹھا کیوں؟۔۔۔۔۔! میں تو خطا کر رہی ہوں۔ اس نے کہا اور بلائے آرام سے اس کے ہاتھ سے چن لے

کر خطا کرنے کے لئے اس کے ہاتھ پر لے کر نام پر چنگ لگی۔ اس ایک لمبا انگڑا تھا تو خطا کرنے میں اس اور اس ایک لمبی اس پر باقی صحت میں تھی۔

”نہیں! یاد رکھو۔۔۔۔۔!“ وہ سیدی کڑی ہو کر پھر رہی تھی اور وہ حواسوں میں ہوتا ہوا جواب دیتا۔ وہ تو کچھ سا بھڑکا تھا۔

”انجی بھادوں کا کئے کو پھل سے آئے گا۔۔۔۔۔! تو دعا بکلت میں تھی جب ہی اس کے جواب کا انتظار کیا جا اس کی خاموشی محسوس کی۔ انجی بھی خود کہنے لگی۔

”کھلے لے آؤں گی آؤں کے ساتھ اور ہاں۔۔۔۔۔! پیدالے کے پیسے لے لو۔ اس کے بعد تو کوئی ذہن نہیں ٹوٹے گا۔۔۔۔۔!“

اس نے دارا لکڑی میں بھر دیا تو وہ ہلکی سی ہر کر جانے لگی لیکن بھر جانے کیا خیال آیا کہ کڑک کر پھینچے

گئی۔

”دوسرا مسلز کہاں ہے۔۔۔؟“

”او جھلی پر کیا ہوا ہے۔ آجائے گا دو چاروں میں۔۔۔“ دوتا کر چار مائیں کیا کیونک اعراس نے یوں جھنڈا لپکا تھا جس کی پھر ہی ہو جب یہ نہیں موقع مل گیا۔
”لا حول ولا۔۔۔“ اس کے جانے کے بعد وہ کئی دیر تک جھٹکتا رہا۔ کبھی اس لڑکی پر جو زبردستی کئے چڑھتی تھی اور کبھی اس پر جو کچھ کر کو اس پر نہیں کی تھی۔

”مجھے کیا ضرورت ہے کسی سے ڈرنے کی۔۔۔؟ میں خود بخود لے نہیں گیا تھا۔ یا سیکول ہے یہاں کوئی بھی آسکتا ہے۔ بچوں کی مائیں، بھینس چبھتی تھی اور کوئی آتی تھی۔ وہ کسی کوئی صورت حال کو کوئی کر خود کو بھڑاتا رہا تھا۔ ہر چوتھی ہوتے چمک رہا ہے اس نے قصداً اور والدی کے کہتے کار اس اختیار کیا۔ قصداً ہے جتنا تھا کہ اس نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس سے وہ سخت چمکا رہا ہے۔

شیل کی مچھلی کے لگا کا سودا اور والدی پر نہیں کہاں تھی۔ وہ اس کی کھان میں مارے کہیت میں نظر نہ دواتا آگے کیا تو وہ اسے صبر کے قریب کھدائی کرتی نظر آتی۔

”یہاں کیا کر رہی ہو۔۔۔؟“ اس نے قریب جا کر پوچھا تو وہ چہلے ہی جھنجھکی ہوئی تھی ڈر کر کہہ رہی۔
”نظر نہیں آ رہا۔۔۔؟ کھدائی کر رہی ہوں۔“

”ہاں مگر کیوں۔۔۔؟ صبراً مطلب ہے یہاں کیوں کھدائی کر رہی ہو۔۔۔؟“
”پانی کے لئے۔۔۔؟ وہ بہت کھلی ہوئی بڑی کھال کی کھدائی کر رہی تھی اور وہ بے سے پینڈ پر پھٹے ہوئے ہوئی۔

”نامہ اور اس نے میرے کہیت کا پانی بند کر دیا ہے۔ یہاں سے پانی گاؤں کی اور ویرش سے لگاؤں کی۔“
”اس طرح تو تمہارا کہیت پانی سے بھر جائے گا۔“ اس نے فوراً اسے بولنے والے لکھن سے آگاہ کیا۔

”کیوں بھر جائے گا۔۔۔؟ جتنے پانی کی ضرورت ہوگی ان کی بھرتائی بند کر دے گی۔“
وہ بے سے آرام سے کہہ کر بھر کھڑی ہوئی اور کھال اٹھا کر کھدائی کر رہی تھی۔ وہ کچھ دیر تک اسے دیکھتا رہا۔

بظاہر اس کے ہاتھ کتنے نرم تھے لیکن جب دستان پر کھال مارتی تو اس کی تکی اور کھال کا اندازہ ہوتا۔ اس کا دل چاہا اس کی یاد کر دے لیکن فوراً ہی ہوردی بنائے کا نتیجہ یاد آنے پر اس نے خود کو روک لیا اور قدر سے وقت سے پوچھنے لگا۔

”میں نے بڑا کیا ہے تمہارے کہیت کا پانی۔“

”اورے۔۔۔؟ میں انکی صحت ہوں اس۔۔۔؟ ایسے لوگ کسی نہ کسی ہاتھ پریشان کرتے رہتے ہیں۔ کبھی پانی بند پانی ہوتی ہے تو انکوں کو کچھ کر میرے کہیت میں دھڑا دیتے ہیں اور جب سبز پاں آگتی ہیں تو اپنے جانوروں کو کھلا چھوڑ دیتے ہیں۔“ وہ اپنے کام میں مصروف رہ کر بول رہی تھی۔
”اسی لئے تو سارا سارا دل کھائی کرتی ہوں اسے کہیت کی ہر جگہ کی ہر جگہ سے کہیت کچھ لے جاتے ہیں۔ جس دن کوئی میرے ہاتھ تک گیا اس تو دیکھنا کیا ستر کھوں کی۔“

”تم کہیت کیوں نہیں کرتیں۔۔۔؟ میرا مطلب ہے یہاں کے لڑکے۔“

”اورے۔۔۔؟ وہی (گالی دے کر) تو میرے سب کر داتا ہے وہ نہ کسی کی کھال ہے۔ وہ چوہہ کی ہے کان

یہاں کا۔۔۔؟ یہاں اس کے مارے کہیت اسی کے ہیں اور چاہتا ہے کہ میں اپنا کہیت بھی اسے دے دوں۔ آیا تھا میرے پاس فریڈ نے۔ میں نے سب کر دیا۔ اسے سب سے کچھ پریشان کر دیا ہے اور مجھ سے اس طرح پریشان ہو کر میں اپنا کہیت بیچنے پر مجبور ہوا ہوں گی۔ سو نہ۔۔۔؟“
”تو بڑا غلط ہے تمہارا ساتھ۔“ وہ کیا کرنا چاہتا تھا کہ اس سے دیکھ رہا تھا اس پر اسے کھال کا اندازہ کرنے سے کب تک خود کو روک۔

”قریب تو یہاں غلط ہے لے جاتا ہے۔“ وہ ڈکا سے بولی ہر ایک دم سیدھی کھڑی ہوئی تو وہ اپنے اختیار اور دم پیچھے ہٹ گیا لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔ کتنے کی کھال کھل میں کسی کی سوچوں کی کا یقین کرنے کے بعد وہ ہیں سے پیچ کھلی کر پھارنے لگی۔

”حرام کچھ۔۔۔؟ ابراہم لے آؤ۔ جی تو۔“

”آف۔۔۔؟“ اس نے وہاں سے کھٹکے ہی میں غایت کبھی اور مگر تک آیا تو دوسری مصیبت ہاتھ کے پیچھے ختم تھی۔ وہ جلدی سے وہ اندازہ کھول کر کھڑی میں داخل ہوا اور سیدھا اوپر جانے کے بجائے وہیں آگن میں رکھی چاہائی پر لیٹ گیا۔ والدی اس کا سے چاہا کہ وہ مغرب کے بعد ہی آتی تھی اس لئے اس نے سوچا کہ یہاں تک ہونے پر وہ نہیں مل پڑے کہ لہا لے گا لیکن اس سے پہلے ہی اسے زندہ تھی۔ حالانکہ اس نے کھال کا وقت کھان ہی اس کا ارادہ نہ کیا جسے سے کھٹکے دیں پر کھٹکی ہوا کے جھونکوں نے کھٹکے کا کم کیا تھا جو وہ بڑی کھٹکی نیند سو رہا اور اگر اٹھا تو نہ جاتا تو شاید کچھ تک سوتا رہا۔ والدی نے آتے ہی کھان میں پانی بھر کر اس کے سر پر پھینکا تھا۔ وہ بڑھ کر آ کر اٹھا اور دھو لکھن نظر دیا سے اسے دیکھا تو وہ وہاں پہلے اس پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

”کیوں۔۔۔؟ اسے میرے نے نہ کہ مگر ہے کیا۔۔۔؟ اور اس بات کو سمجھتی ہو گی تو اسے کہو۔۔۔۔“
”شٹ آپ۔۔۔؟“ وہ زور سے پیچ کھلی کر دیا کیونکہ وہ اس کی پوری طرح پریشان ہو کر تھا اس لئے صورت

حال کچھ سے کام نہ لیا۔

”کیا کیا۔۔۔؟“ والدی اس کا اندازہ دوسرے میں پھینچنے والا تھا۔ دوسرے کھال پر پانی کے دوسری طرف اتر گیا اور کھال کو کھال کر کے بولا۔

”کامے۔۔۔؟ اس کی تیری پاں کے دل نہیں لگتا چاہتا۔“ اس کے ساتھ ہی تیری سے سبز مایاں بھلا گیا۔
”چپے وہ اسے سنا ہے کوہتہ لپکا لپکا چاہتا۔“

”تیری صحت کو میرے سے نہ لگے گی۔؟“ جی سے پھینچنے۔۔۔؟“

اس نے منہ پر ہاتھ رکھ کر کچھ سے بولے ہر کھال کھالے کی فرض سے ہر کھال آیا اس وقت تک والدی اس کی کہ کہ نہیں کہیں ہوئی اور یہی آقا اس پر اس کے لئے رہے جب ہی اس کے اس سے ہوردی ڈالے گئے۔

”بھڑکی۔۔۔؟ اسے صحت کیوں نہیں چھٹی دی۔“

”ہاں۔۔۔؟ اسے ہاتھ سے لکھتے ہوئی انکوں۔۔۔؟“

”میں۔۔۔؟ عادت سے بچو ہے۔“

وہ اس کے بارے میں بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے مختصر جواب دے کر کھال کھالے میں لنگ گیا۔ اس

"لے جاؤ! تمہارے سر پر چڑھ کر تو کھسکا جائے گا۔۔۔ ۱۹۔ اپنے دل سے چلے گا۔"
اس نے ہنسنے شروع کر دیا۔

○ ○ ○

پھر روز بروز یس آہستہ آہستہ سکھاتا گیا۔ یس کو اس کا کہنے پر حیرانانہ سے ہنسنے لگا۔ یس نے ہنسنے شروع کر دیا۔
تو دوسرے سامنے والی کچی جس کا نام شادان تھا روز چلی آئی تھی۔ جانے کس کئی کی کچی جس کے غصہ کرنے اور رائے کا بھی کسی پر کچھ اثر نہیں ہوا تھا اور اب یس کے آنے سے اس کا خیال تھا کہ اس سے ہٹنا کھانا
نہی کیا لیکن اس وقت وہ اسی چمکا گیا۔ یس نے اس کے کمرے کے دروازے میں آکر مٹی پر خیر مسکراہٹ کے ساتھ اسے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

"تمہاری ملاقات آئی ہے۔"

"کون ہے؟" "اس کی عکاسی پر یس نے جواب دیا۔

"یعنی اب مجھے بھی پتہ ہو گئے۔"

"پتہ نہیں تو میں خود پتا ہوا ہوں۔" وہ چمکھٹا ہوا دروازے سے نکل آیا اور درمیزی شادان کو کچھ کر یس کے کہنے کا۔

"یار! خدا کے لئے اس لڑکی کو سمجھاؤ! مجھے تو پتا چل گیا ہے۔"

"تمہارے پاس میں ہوں۔" یس نے گھٹا ہوا اس کے گھونڈے پر ایک دم سچہ ہو کر بولا۔

"معلوم کرو۔۔۔ شاید یہ کام سے آئی ہو۔"

"ہاں۔۔۔ اسے کوئی کام نہیں ہے۔"

"تو نے یس سے کیسے کہہ دیا ہے۔"

"اس لئے کہ یہ دروازہ آئی ہے اور یہی فعلیہ نکالوں سے میرا رخ غراب کر دیتی ہے۔" یس نے اسے

کہا تو یس بگڑا ہوا اس کے سر پر چڑھ کر بیکار ہو کر غصہ سے افسوس سے بولا۔

"تو نے صادق ہو کر۔۔۔ تمہیں تو دل بھی نہیں آئی تمہاری جگہ کر میں ہوتا تو۔"

"نہیں! انجانا جگہ نہیں ہی مجھ پر ہوتا۔" وہ بڑبڑاتا ہوا۔

"لیکن مجھے وہ گھاس نہیں ڈال دینی۔ کہہ دیتی ہے تمہیں کچھوں۔" پھر آؤ میرے ساتھ۔" یس اس

کے بازو میں بازو ڈال کر بڑبڑاتا ہوا سے چمکھٹا ہوا لے گیا اور شادان کے پاس تک کہ وہ چمکھٹا۔

"ہاں بی بی! کیا کام ہے؟"

"ماسٹری لوں بنانی۔" شادان نے اس کی طرف اشارہ کر کے لپکا کہ تو اس کی دیدہ دلیری پر وہ

اسے میں آگیا۔ یس نے ایک نظر سے دیکھا پھر شادان سے بولا۔

"کیوں؟" "کیوں بلایا ہے؟"

"تھوڑی سی ہنسی۔۔۔ انجانوں کو مجھ (مجھے کیا پس ہے تو مجھ)۔"

"انجانا کچھ ہے۔" اس سے میں پر چڑھ گیا۔ تم جاؤ اور آگاہی مہال مت آؤ۔" یس نے غامض

کے بعد یس کا پتا کرنے اس کے چاچا کی طرف نکل گیا تو پھر بہت دیر تک ان ہی کے پاس بیٹھا رہا۔ اور آخری
ایاتوں میں اس کا وہ بیان مٹ گیا تھا اور جب اسے یس میں کوئی کہہ دیا تو کچھ ہو گیا جس سے یس نے گھر کی راہ لی۔ موسم
بدلتے سے سب وہ سنا سنیں۔ یہ پتہ لگا کر یس اب بھی سنسنی میں نہیں گھبراہٹ میں سے آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ
اپنے دروازے میں داخل ہوا تو اس کے والد لاری کے ساتھ کچھ گھبراہٹ میں اس کی راہ لی پر بھی تھی۔
"ماسٹری آگئے۔" "کاکے سے؟" دیکھتے ہی دیکھتے اس کی والدہ لاری تو وہ خود اس کی طرف متوجہ ہو کر
بولی۔

"اور آج ماسٹری۔۔۔؟" وہ چار قرعہ آیا تو وہ ایک قاعدہ اس کی طرف بلا جاتے ہوئے ہوئی۔

"یہ کاکا کا درد کھو۔" "نیک ہے۔"

"ہاں۔۔۔ اس نے قاعدے سے نظر ڈالنے لیا۔" "ہاں؟" کی آواز لاری اور دروازے کے باہر تھا۔

"تم تو جڑی بوٹی ہو گئے ماسٹری۔۔۔ اس کا کہنا کہ میں۔۔۔ اس کا چھوٹا بھائی ہے۔" "تو اور میری بیوی۔"

یہ وہاں سے کیا کر رہی تھی وہ ان کی طرف سے آگیا۔ یہ وقت تھا کہ اس نے اپنے تینہ کا دروازہ کھولا
تھا۔ کچھ دیر کی تک یہ کاکا ملا کر باہر لایا گیا تھا۔ کچھ لپٹے لپٹے ہو گیا۔ کچھ لپٹے لپٹے ہو گیا۔ اس کی بہن اور چیلے کے
لے آئے۔ اس کے دھنکے دھنکے کا ذکر کرنے کے ساتھ اس کی دایے پر بھیگی اور وہ اس کا جواب کھد کھد کر دینا چاہتا تھا۔

اس وقت اس کے بعد ہی باپ کی خبر۔۔۔ اس کے بعد وہ چیلے کے نکالنے اپنے بہن کے حالات کھد کھد کر
خاموشی میں کسی چیز کے پتہ لگانے کی آواز سے اسے بڑبڑاتا ہوا۔ وہ حکم دے کر اور آخر دیکھ کر جانے کی کوشش

کرنے کا کہہ دیا۔ اور یہی تھی اور کس طرف سے آئی تھی۔ یہی وہی دہرا ہوا۔ "لنگ" کی آواز پر وہ چمکھٹا ہوا اس کی بند
کون کی پر پتہ لگا رہا تھا اور مارنے والے لنگ والی کا خیال آتی تھی اس کی پیشانی پر گھٹلیں۔ اس کے

ساتھ ہی اس نے آٹھ کرناٹ آف کر دی کہ وہاں ہو کر لاری اس حرکت سے بڑبڑاتا ہوا لے گیا لیکن دوسرا ناٹ
آف کرنے کاوری۔ مطلب کیا پتہ پتہ سے چڑھنے والے سے چڑھنے لگے۔ کچھ دیر تک وہ دم مٹا دیا۔

پھر والد لاری کا خیال آیا کہ کچھ اسے خبر ہو جائے۔ یہ آٹھ کرناٹ کے گھر کی کھول دی اور لاری کی روشنی میں
دیکھا۔ لاری کی اشارے سے باہر ہی گئی۔

(نیک تو کچی ہے والد لاری! یہی کہہ کر وہ کھولنا نہیں جانتا ہے۔) وہ شنگ کر سوجا نہیں اور کچی اٹھا
کر کمرے سے نکل آیا۔ اس کی جاسے وہ ساری رات کمرے سے۔ اس کی جگہ کر لاری کچھ ہوتا تو اس کی سہری سوچ

کو پتہ نہ جانتے جاتے۔ والد لاری بھی کوئی ایسا گھبراہٹ سے عاری تو ہوا تو یس قہار اس کے سینے میں دل
بھی تھا اور دل میں اٹھیں بھی نہیں۔ ان کی سہری لاری اسے کھد کر گھبراہٹ تھی۔ وہ عزت کرنا اور کرنا جانتا تھا

اور یہ بھی جانتا تھا کہ ان ساری باتوں کا سبب یہ غلامی ہے۔ وہ سنا لاری کی آواز کچھ بڑی ہنسی ہوئی تو کم
کم اپنے اس باپ کی عزت کا درد خیال کر لی۔

میں جب وہ اسکول جانے کے لئے نکلے گا تو کاکا چاہتے ہیں کہ اس کے پاس چلا آجی۔

"ماسٹری۔۔۔! میں کچھ اتارے ساتھ چاہوں گا۔" اس نے بے سہیلی میں کاکے کے سر پر ہاتھ رکھ دیا
لیکن پھر فوراً رعبہ سے میں کھڑکی اس کی دال کو دیکھنے کا تو وہ اپنے مخصوص کمرے میں ہوئی۔

زحہ سے کہا تو وہ بھی غلک کر پڑی

4. *Thyridopteryx* *Thyridopteryx*

”اس لئے کیا سکول ہے۔۔۔ بچوں کا سکول۔۔۔ تھمرا اور دو روز پہلے آج خود تھمرا کے حق میں چمکا ہوا ہے۔ کیونکہ یہ بچہ اسے چمکھوٹا ہیں۔ کنگلی میں جا کر کتے بھرنے کے تھمرا آئی ہو۔“ بچوں نے اپنے طور پر کسی خطرہ کی صورت حال سے ڈرایا لیکن وہ بچے آرام سے جا رہے تھے۔

۱۱ "فریختہ و لا..." (پھر کیا آؤں؟)۔

”اُف۔۔۔“ ٹوٹنے لگا۔ ”اچھا سر ہے۔ اچھا۔۔۔“ پھر اس کا بازو تھمھوڑ کر بولا۔

”اے! تم کو تو کچھ بول“

”ہو۔“ اس نے سر ہلکا اور تیز قدموں سے گھر میں رہ گیا۔ یہاں تک کہ کچھ مٹھوں سے اچھا
کے بعد اسے بھیج دیا۔ اس کے بعد جانتے بوجھتے جا کر اس کے پاس آ کر بیٹھا اور اسے گلجھکر بیٹھا فردا کے
رہا۔ اور وہ بڑے اصرار سے کتاب کھول کر پڑھنے لگا۔ شب کو بھی خود ہی کھنے لگا۔

”خیر شروع میں میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ ایک لڑکی خواہ مخواہ گئی اور کچھ دن تو میں نے بھی اس کے ساتھ دل لگی لیکن پھر یہ سوچ کر تسلیم کر گیا کہ کہیں کوئی سے یہ بات نہ ہو جائے تو دنیا اور اس۔۔۔ مجھے یہ پہلے جو ماسٹر تھا اس نے کوئی کی بات نہیں کی، وہ جو کہ گیا۔“

”کہا.....؟“ اس نے ہنس کے ساتھ تعجب سے دیکھا۔

”اور کیا؟“ سب ہماری طرح مجبور تھوڑی ہوتے ہیں۔ اس پر نہیں ہوئی کوئی ذمہ داری اس لئے لے
 سکا تھوڑی۔“

”اور یہاں..... میرا مطلب ہے اس لڑکی کے ماں باپ۔“

”اے چھوڑو! میں باپ سے بے خبر نہیں ہوں، سب خبر ہوتی ہے۔ میں تمہارا کیا مطلب ہے یہ جڑا احمق! تمہی تو اس کے گھر میں آ کر رہیں ہوگا۔ اس لئے تو اتنی طرہی، جانتی تھی کہ وہ باپ کے سینوی پر روم ہے۔ نہ وہ خود نہیں آ سکتا بلکہ اس کے سر کے کھنکھریں۔“ یونسؑ کا حق جان کر احمق۔

[illegible]

اور اس کے بعد بھی جہاں تک چاہیں پڑھ لکھیں گے ہائی سب تو سیکھیں آوارہ گرد کی طرح اسی کے آوارہ رہیں
ہی آوارہ گردوں کے لیے نامہ مٹنے سے بہتر لڑکیوں کے نام باپ چاہے ہیں کہ انھیں ہمارے جیسے عمل جائیں
چاہیں وہ خود دنیا کا لکھا کریں۔"

پس خاموش ہوا تو اس کے پاس بھی کہنے کو کچھ نہیں تھا۔ چپ چاپ کرنا ہی سمجھتا تھا کہ یہ سب کچھ
 دیکھنے کے لئے ہی تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ سب کچھ اس کے ہاں دیکھنے کے لئے ہی تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ سب کچھ
 نصف مودی تو کھل کر دیکھ دے گا۔ یہ سب کچھ اس کے ہاں دیکھنے کے لئے ہی تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ سب کچھ

کوئی خطر؟ یا حالات کی بجلی میں پسے والے کسی دن بھارت پر آمادہ ہو کر سب ایک ہاتھ اٹھ کھڑے ہوں گے۔

□ □ □

اس کے گھر سے اٹان کا ٹکڑا اُتار لیا۔ انہوں نے اس ٹکڑے کی شادی سے لڑ کر بھی ادا کر دیا تھا۔ اور گھر کو
 بھرنے سے دو سو روپے کا ہنگامہ کیا۔ پانچ سو روپے کی پھولی سے مل کر گھر والوں سے مل آئے۔ جو سمجھتے ہوئے تھے اسے
 یہاں آئے ہوئے تھے اور اس کے پہلے وہ لڑکے اور عورتیں آئے تھیں۔ اب ہر ایک ایک شادی کر رہا تھا۔
 اس نے جو سے چھوڑ دی وہ بھی اس کے لیے ادا کر دی۔ وقت گھر سے آئے۔ چنانچہ سوئس کیس نے لڑکھا اور پہلے چھوڑا۔ اس کی کو
 سامنے کے لئے اس کے گھر سے چلا آیا۔ وہ پہلی کے چلنے سے کانپ کر گیا کہ اس کا قہار چھوڑا۔ اب چھوڑا۔ اب چھوڑا۔ اب چھوڑا۔
 لیکن وقت گھر سے اٹان کا ٹکڑا اُتار لیا۔ اس کے سر پر جاتے ہی ادا کر دیا۔

”سستو۔۔۔! میں رحیم یاد تھاں جا رہا ہوں۔“

”اے کیلے“ خواہ وہ دانی نے سر اٹھا کر کہا ہے۔ دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ سمجھا نہیں اوروں کو کہہ کر ان کو بلوا رہا۔
 ”کیوں؟“ چہ نہیں بھی جان تھا۔“

”میں کیوں مٹاؤں گی۔۔۔؟“

”پھر لو تھا کیوں؟ ظاہر سے مگر دیکھو تو ان کلمات احاطہ کیا۔“

”میں نے جتنے آرام سے کہا، اسی قدر شگمگیا اور کوئی سخت
تکلیف نہ پہنچائی۔ اسی آغاز میں اسی بات کی تلی کرتے ہوئے بولی۔

”نہیں.....! تم میں اخلاص و غم نہیں ہے بلکہ مجھے تو تمہاری غمزدستی ہے کہ کہیں کوئی تمہیں نہ بھگا کر لے سکے۔“ اس نے سانس دے رکھے پھر کوئی کئی کئی سوکڑے سے ہوا میں اچھالا پھر واپس چل کر ہوا۔

”عنی اگر تمہارا لحاظ کرتا ہوں تو صرف اسی لئے کہ تم ایک عورت ہو رہے۔“

وہ تیزی سے پسٹ گیا۔ پچھلے وہ بچے کو بچ کر پکار رہی تھی۔

”اے ماسٹر۔۔۔۔۔! سنو تو۔۔۔! اماں کی بھی آؤ گے یا ہمیشہ کے لئے جا رہے ہو؟“ میرا حساب تو پتلا کر چور سے ڈیڑھ سو گنتے ہیں تمہاری طرف۔“ اس نے کوئی دھمکیاں نہیں دیا اور وہیں سے زومل اُڑا ڈالا۔

مصر خاصا طویل تھا لیکن آگے چھوئے ٹکنا جہازوں نے اس کی آمد پر جس خوشی کا اظہار کیا اس سے ساری ان ڈور ہو گئی۔ جہازوں نے اذان کا جملہ اور غلہ کو اس کے پاس سے ہٹا دیا اور اسے نہانے کو کہا۔ وہ خود بھی چاہتا تھا کیونکہ گھر بار سے اس کا علیحدہ کاڑھا تھا۔ کچھ دنوں بلکہ کچھ دن بعد وہی سفر بھر کر لایا کیونکہ وہاں

ایک ایک باقی دو بھائی بچے سے بھر کر لائی چلی گئی اور اب ظاہر ہے ایک باقی سے دل نہیں بھرتا تھا۔ ظہا کر کھاتو
 کیلک کھانے لاتی تھی، ساری وقت باجی کھائے کھئے اور کھانے کے دوران ہی اسے سمجھانے لگے کہ وہ باقی دیاحق دیاحق میں
 رہو۔ اے۔ ابھی بھی دت سے کراچی جا رہا ہے۔ بلاشبہ یہ کہیں آج بھی نہ کراچی آئے گا۔

”اے خورشید کے مساکین بھی سب ہوتے ہیں ادا! وہاں رہنے والوں کو کوئی ٹھکانہ نہیں ملتا مجھے کیاں ملے گا؟“ وہ اصرار کرتا تھا۔ ”خوش ہو۔ یہ سب جوتے ہیں۔ رہی تو یہاں کہ بات تو کچھ عرصے بعد ہوگی۔“

”میں اماں کے پاس جاؤں گا۔“ کا کا چیخ پڑا۔

”ہاں جی۔۔۔۔۔! اماں کے پاس حق جا رہے ہیں۔“ وہ کہتا ہوا فوٹو کی طرح گمروں چلاتا چل پڑا تو اس نے کچھ دیر ٹھکراتے ہوئے دیکھ کر حکام روم میں آگیا۔

پہنچی کے بعد وہ دروازے کی طرح جس کے ساتھ اس کو ملے سے نکلا اور چھوٹے سے ملے کرنے کے بعد جسے
 جس اپنے واسطے یہ عزیمت کیا کیلئے چلے ہوئے اسے کہے کہ خیال آیا اور یہ کرنا ہے کہ یہ وہی اس کا چاہا
 کیا تھا چاہا جس کو وہ بھی کوشش میں موجود رہا گیا چاہا اور وہ جو سوچتا ہوا رہا تھا کہ خطیل کے سننے سے
 خواہداری کو کب لگے بیٹھے، یہ کہہ کر اس کے عقب میں دُک کر گیا اور اس کی گھنٹہ بٹنے لگا۔

جیلو کچیاں وے کچیاں وے

آج ہوں دل یاد
آج ہوں دل یاد

”لو۔ آگیا۔“ وہ چنگی شرمٹ پر آہوا کر اس کے سامنے آکر بولا تو وہ ہونٹ بھیج کر حیرتوں سے مگھوڑنے لگی۔

”اس طرح کیوں محسوس ہو.....؟“ بھی خود ہی پوچھ.....¹⁴

”میں اپنے محبوب کو بھاری ہوں۔“ وہ اس کی ہات پوری ہونے سے پہلے یوں پڑی۔

”وہ نہیں آئے گا۔“ اس نے اس قبیل سے کہا کہ وہ فوراً پھیسے گی ”کیوں؟“ جب وہ اس کا خفاخاؤ اُڑا کر کہے گا۔ تمہاری حرکتوں کی وجہ سے۔ لیکن اس کے برعکس وہ آرزو کی میں گھر کر پڑی۔“

”میں جانتی ہوں۔“

”ایمپا.....!“ وہ تجلالت منانے کو ذرا سا قہقہہ پھر فوراً بات بدل لیتے ہوئے بولا۔

"سنا ہے تم نے مہمانوں کی خاطر عداوت بیٹھے برا بھلا کیا ہے۔"

”کون سے مہمان.....؟“ وہ نکل کر ہوئی۔

”ہاں! ...! اے کے کا چاچا مہمان تو نہ ہوا۔“ اس نے کہا تو وہ ایک دم اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی اور اس پاس ڈور تک کھڑک پر بیٹھ گئی۔

”کا کا کہاں ہے....؟“

Figure 1. Schematic diagram of the experimental setup.

”میں پر جھٹکتی ہوں گا کا کہاں ہے...؟ کہاں پھوڑا گئے ہو؟“

"افقہ.....! میں کہاں چھوڑوں گا۔۔۔۔۔؟ اس کا سنا آتا تھا وہ نے کہا۔"

”کیا تم نے سوچا ہے کہ اس کا کیا حال ہوگا؟“ اس نے اپنے بچے پر دھڑکنے والے ہاتھ سے اشارہ کیا۔

100

”میں اپنا کام کرتے ہوں کی باسز!۔۔۔ تو نے مجھ سے پوچھ لیا ہے، میں بھی جانتا ہوں؟۔۔۔ تو اس کے ساتھ بیٹھا۔“ وہ اس کے ہاتھوں سے اپنا گردن پھلانے کی کوشش میں جھپٹا ہوا تھا۔ اس باس کے کہیوں میں کام کرنے والی عورتوں نے پہلے اپنی کچھ کچھ کر دیکھا، مگر اب اس کے گرد جمع ہوئے تھیں۔ انہی عورتوں کے کچھ کچھ اشارے پر وہ دلی طرح ہلکا ہلکا تھا جبکہ حوالہ دہی کوئی لڑکھنڈ کر رہی تھی۔ جس رفتار سے چچا بچ کر بول رہی تھی، اسی تندی سے اس کے ہاتھ مل رہے تھے۔

”اقتوئے میرے بچے کو اس کے دشمنوں کے حوالے کر دیا۔ مسٹر..... میں جے دھندو اور چھوڑ دیں گی۔
 ٹیری لاش کے نوئے بھی نہیں میں گے۔ اگر تو دھندو سلامت اپنے گھر جاتا چاہتا ہے تو ابھی اسی وقت میرا بیٹا
 لادے۔“ وہ کسی طرح کاہلو سے نہیں آتی تھی۔ جب بہت مجبور ہو کر اس نے سو زوردار قہقہے اس کے گمہ پر دے مارا
 جس سے وہ دوڑ جا کر لی ٹھکن پڑی، اُنھ کو دوبارہ اس پر ہینٹا چاڑھی تھی کہ وہ مرانا طاقت رکھتا ہو اس کی
 دلوں کا کیا کام کرتی کچھ سے چلا۔

”خبردارو! ایک لفظ نہیں کہتا۔ اس طرح جنگی یوں کا مظاہرہ کر کے کیا ثابت کرنا چاہتی ہو تم؟“

”جنگی تیرہ ماں...! تیرہ...“

"ٹھٹھ آپ...!" وہ اس سے زیادہ آؤ گئی، دائر میں چلایا۔

”میری ماں! لیکن کا نام کیا تو تیرا منہ تو زہر لگا۔ سپردی طرح تیرا اصل معاشقہ کیا ہے؟... کچھ اس سے پہلے جو تے سنو۔“ وہ بچی کی اس کی نکالنا تھا اسے وہ بچے تھیلے لیک کر بیٹھا اور سمجھ کر اسے بھی بٹھا یا پھر پہلے اہل طرف میں کمری ٹوٹو کو جانے کا اشارہ کیا اس کے بعد اس سے کہنے لگا۔

[illegible]

بولتے ہوئے آپ سے آپ اس کی نگاہوں پر اس کے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی ہو گئی اور وہ جو بڑے غور سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے اس کے سوا والوں پر ہنسنے لگے۔

$$d_{ij} = \frac{1}{2} \left(\frac{1}{n_i} + \frac{1}{n_j} \right) \left(\frac{1}{n_i} + \frac{1}{n_j} \right) \left(\frac{1}{n_i} + \frac{1}{n_j} \right) \dots \left(\frac{1}{n_i} + \frac{1}{n_j} \right)$$

میں تمہارے کان کے گوشے آؤں گا۔¹⁴

”اوجھ۔۔“ دوسرے جھک کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر زمین میں سپید عمارتوں پر بچوں کا لال کر کندھے پر رکھتے دے ہوئی۔

"عورت کو گھبراہٹ کر رکھتا ہے جانتی دارو کی۔ اسے! کسی اپنے جیسے ہر نامہ ڈال کر تاجاب جانوں۔"
 "بس..... مجھے نہیں مارتا نہیں چاہتا تھا۔" وہ اپنی طرف سے معذرت کرتے چاہتا تھا لیکن وہ بول پڑی۔

اچھے مرد اسکول میں کتنے لوگ اس سے جھڑپیں دیتے آئے تو وہ اور کمزور کیا اور سارا وقت اس سے انتقام کے طریقوں پر غور کرتا رہا۔ چھٹی کے بعد پولیس نے بہت کہا کہ وہ اس کے ساتھ چلے لیکن اس نے منع کر دیا

نوروز بھی کیا۔ چھپے اب بیہودہ کنوں کے ساتھ اسے غائب کر کے قلمی ادنیٰ لاک بولے جا رہے تھے۔
 "کدلی سالے دل دی تک تیا"
 تو بھر کر کیا کرتا اس نے رفتار اور تیز کر دی۔

کیوں دُور دُور رہوئے او مشہور میرے کولوں
 سچوں دس دے ہو یا کی قصور میرے کولوں
 اس کی رفتار کے ساتھ انہوں نے بھی اپنی رفتار تیز کر دی تھی اور اب تو آواز میں بہت قریب سے آ رہی
 تھیں اسے گھبراہٹ بھی کی تھی اس کی طرف بڑھنے والا ہے۔ اس کی بہت جواب دیئے گئے اور جی بکھڑے کرنے
 کوئی کر سکتے ہے ایک ہو پس والے آتے دیکھو اس نے بے اعتدال اسے پکارا۔
 "سنو؟"

"کون۔۔۔؟" اس نے ڈک کر اپنی طرف اشارہ کیا تو وہ جلدی سے ہوئی۔
 "اس تم۔۔۔! دیکھو دالے کے گھگھ کر رہے ہیں۔" اس نے ان لوگوں کی طرف دیکھا تھا کہ وہ سب
 ہلکے کمرے ہوئے تھے وہ اس کے قریب آ کر پہنچے گا۔
 "کون تھے۔۔۔؟"

"تمہیں راجے میں ہمارے گھگھ۔ بہت آوارہ ہیں۔ ورنہ تیرے پیچھے لگ جاتے ہیں اور مگر بھی
 جینے سے نہیں رہے دیتے۔ جب وہ دالے کے سامنے سے گزرتے ہیں آواز میں کہتے ہیں۔" وہ جلدی جلدی تاتا
 کر کہتے تھے۔

"تم ان کا کوئی انتظام کرو ورنہ تیرا ہی مر جاتی ہوگی۔"
 "تو نہیں کرو کرو۔ کرو ان کا انتظام۔ آج تمہارے پیچھے نہیں آئیں گے۔ پچھتے جاتی کہاں ہو۔۔۔؟"

اس نے اطمینان دلا کر پیچھا
 "اب کوئی دے دے۔ دو پاؤں پر چڑھ کر اٹھ کر کھیت پر کام کر رہے ہیں۔"
 "تم کیوں جاتی ہو۔۔۔؟" پھر اسطرح ہے اور کوئی نہیں ہے تیرے مگر میں۔۔۔؟ کوئی بھائی یا بھیرو۔۔۔"
 "نہیں۔۔۔! جس اماں ہیں اور واقعی دُور چل نہیں سکتیں۔"

"پلو۔۔۔! میں تمہیں کچھ چھوڑ دوں اور مجھے ان لوگوں کے ہم تاد۔۔۔ میں ہی انہیں اپنی سانسپ سے کہہ
 کر ان کا کچھ بدوست کروا دوں۔" وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بلاتو دم تاتے میں وہ چھپائی کر گئیں اور
 سمیٹتے نہ ٹھکری ہو جاتے۔

"نوروز! تمہارا نہیں آئے گا۔" اس نے حوصلہ پورا کر دیکر کہہ دی۔
 "پھر بھی وہ بھوکھا جاوے گا میں کے کھانا بھی انہوں نے مجھے نہیں بھارے ہوئے دیکھا ہے۔"
 "تم خود کو آوری ہو۔۔۔! میں خود حوصلہ کر لوں گا۔"

"میں ہی۔۔۔! یہ میرا گھر ہے۔ بہت بہت شہر ہے۔۔۔! دھمکے کے سامنے ڈک کر ہوئی۔ پھر حق اٹھا کر
 اندر جانے لگی تھی کہ پکار کر بولی۔

آگے بھی بڑھا چا تھا جتنی لیکن گاؤں میں اس سے آگے تعلیم ہی نہیں تھی اور اماں اب اس سے کوئی بھی اسے کسی
 قریب شہر بھیجے کرنا نہیں تھا اور اس نے بھی مکمل ماہی کی سہ سے منہ نہیں کی تھی کیونکہ وہ کوئی بڑا رشتہ تھی۔ مگر کا
 زیادہ کام تھا وہی کرنی تھی اور اسے بھی خیال تھا کہ اگر وہ کبھی چلی تو اماں کو بڑے بیٹائی ہوگی۔ یوں اپنے حقوق
 کی قربانی دے کر وہ مکمل گھرواری میں لگ گئی تھی۔ اس کی ہم چاروں میں سبھی گھر کر رہی تھیں اس نے بھی اسے
 زیادہ محسوس نہیں ہوا۔ پھر وہ مل کر پاس کر رہی چلی گئی اور اپنی سٹیوں میں بہت بڑی لکھی جاتی تھی۔ وہ آواز
 کی بات میں وہ اس سے مشہور بننے آ جاتا تھا اور جی بے کر ایسے بھی غالب کی اہل ہو جاتا ہے۔ دوسروں کو اچھے
 برے میں تیز سمجھتا تھا۔ سمجھتا تھا جو میں وہ خاص سمجھتا ہو گی۔

"کیا کیا۔۔۔؟ شہر سے لے کر ہو رہا لایا ہے۔۔۔؟" نوروز بڑھتی تھی۔ ہرے چھہ نہیں ڈوکر چلے گئے
 اور جی لاش بھی نہیں لگی۔ "کیونکہ وہ شوق سے اسے تاتے آئی تھی اور اس نے اسے دھما کر رکھا۔
 "صاف مت کر دے شہر سے کہ وہ کھو دے۔ اگر وہ تیرے پیچھے نہیں دے سکا تو شادی کر لے تھے۔ اس
 طرح ملنا ابھی بات نہیں ہے اور تجھے نہیں چاہو گے کہ وہ بد حال ہوئے ہیں۔" نوروز نے کان میں جاپانے
 کیا کہ وہ دل پر ہاتھ رکھ کر بولی تھی۔
 "ہائے اللہ۔۔۔؟"

اسی طرح وہ اپنی مادی گھولیں کو بکھاتی تھی جس سے ان کے عاشق تامل اس کے دشمن ہو گئے۔ ان کی
 نظر میں وہ عالم خان تھی جو ان کی بھیر گاؤں سے لے کر وہی تھی اور خود بھی کسی کو لبت نہیں دیتی تھی۔ پہلے
 سب سے اسی پر دُور سے ڈالنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ چنانچہ تھی اور اس سے سرگردا کر پاؤں ہونے کے بعد ہی کسی
 نے سنا کہ وہ اپنے حال میں پھانسا تھا تو کسی نے تائی کو اور اب یہاں بھی وہ اور وہاں جا رہی تھی جب ہی سب
 اس نے اس کے خلاف حمانہ طایار ہوا تھا وہ اسے ٹھک کرنے لگے۔ سر ماروں اس کے دُور دالے کے سامنے سے آتے
 جاتے ہوئے آواز میں کہتے اور جب وہ کھیت پر آیا تو کوئی دے دے جاتی تو اس کے پیچھے لگ جاتے کہ کرا سے ہوا
 راست پھیرنے کی اسے نہیں کر پاتے تھے پھر بھی یہ صورت حال نامحسوس رہتی تھی۔ اس وجہ سے مگر تھے لکھ کر
 پہلا سوز سوزی تھی کہ وہ سب کسی طرف سے نکل کر اس کے پیچھے چلے جاتے ہوئے کوس میں گاؤں میں شروع کر دیتے۔

تیری عمر ہے سولہ سال زمانہ دشمن ہے
 وہ صرف اتنا جانتی تھی کہ اسے پلٹ کر جواب نہیں دے زیادہ وہ سب اور شہر ہو جائیگا کہ وہ وہ بھی کر رہی
 تھی۔ جبکہ اندر اس کا دل ہے کہ اس طرح کرنا تھا کہ کچھ بہر حال وہ ایک لڑکی تھی اور اسے بچے کے لڑکوں کا مقابلہ
 نہیں کر سکتی تھی۔ اسے ڈر تھا کہ اگر کسی دن ان لوگوں نے اس کے پیچھے چلنے کی بات سنے تو اس کا اس کا راست
 روک لیا تو وہ ہلکے بھی نہیں لگی۔ کئی بار اس نے سوچا کہ وہ ایسا کرتا تو اسے لگتا اس خیال سے روٹتی کہ
 یوں میں بس بھٹی کر کھینچوں خراب نہ کرادے۔ اماں وہی ہے یہاں تھی جو ادا کر رہی۔ دوسروں کے مسائل
 حل کرنے والی اب اپنے لئے بھوس نہیں آ رہا تھا کہ۔۔۔ وہ آواز دالے جو پہلے اس سے کافی فاصلے پر چلے
 تھے تو جگہ دے ان کے ساتھ کام ملتا جا رہا تھا۔ اگر بھی حال پر پاؤں زیادہ نہیں تھے جو وہ اس کے سامنے
 آن کمرے ہوتے۔ اس مشہور سے وہ کاپ جاتی تھی اس وقت وہ ادا کوئی دے کر دیا کہ آئی تھی اور سخت

"سہو.....! میرا نام مندر حسین ہے۔ وہ سامنے چوک سے دیکھیں ہاتھ پر آگے جا کر تھامے۔ میں دہاں ہوں۔ آؤ تھک دو کوئی ایکس پر بیٹھیں گی بات دہاں ہوتی جاواں آگئی ہو۔"

"شکر ہے۔" وہ اندر چلی گئی اور پھر مندر حسین سے اسے اس پر بیٹھنے سے قہر مات دلائی لیکن خود اس وقت امین خان سے ہوا جب اسے یاد آ کر اپنے کمرے آ گیا تھا۔ اماں اب بہت خوش تھی کہ ان کی پڑھی لکھی بیٹی کو چھوڑا جا سکا اور وہ لڑائی جھگڑائی کی باتوں سے بچ گئی۔

"دیکھو.....! یہ ہے سچا طریقہ۔ مندر حسین نے مجھے چننے کیا اور وہ رشتادہی کر لی۔ تم ان آوارہ لڑکوں کے پتھر میں شکر آؤ جو کبھی صبر ہو بلاتے ہیں اور کسی کتے کے کیبت میں۔"

اس کا سہرا لے کر ہاں میں تھا۔ وہ ہوا کو سہواہاں چلی گئی۔ جتنے دن مندر حسین کی پڑھی لکھی رہی وہیں رہے اس کے بعد جب مندر حسین واپس دہاں ڈوئی پر آئے لگا تو کہ وہ سامنے کسی ساتھ لانا چاہتا تھا جس میں اس سسر نے اسے نہیں دیا۔ آگے لڑائی دہاں آگیا کیسے کہ مندر حسین کو کہہ دیا کہ وہ دوسرے لڑکوں کے آتے سے ان کے گھر میں روٹی ہو گئی ہے۔ حالانکہ پہلے سے وہ دہاں موجود تھیں مگر حال اسے دوتے کے سوا ہونے کے تھے سو وہ دوتے کی اور مندر حسین اگلا ہی واپس چلا گیا۔ جاتے جاتے اس سے ہوا کہ کیا خاکہ وہ جلد ہی آکر اسے لے جائے گا اور اپنے وعدے کے مطابق وہ ایک بھٹی بھٹی سی لیتے پتھر کی ٹانگہ لکھیں اس کی اماں کو کچھ دینا دیکھیں کچھ دہاں بھاگ گئی اور پتھر دہاں چلی گئی کہ اسے ہمال کے ساتھ کیوں نہیں جاتے دہاں جا رہی بڑی بیویوں نے اس کے آتے ہی اس میں سسر وہ پورا اور چھوٹی خندوں کے کام ان کے سر ڈال دیے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ آخر اسے مرے سے ہم بھی تو کر دیں گے ابھی صاحبہ تیری وہ ساری ہے اور وہ ان ذمہ داروں سے کئی چماتے والی نہیں تھی اسے لے جب مندر حسین اپنی ماں سے اسے ساتھ لے جانے پر غور کر رہا تھا تو اس نے سوچنا شروع کر دیا۔

"مجھے یقین ہے مندر مندر.....! اماں کے ساتھ رو کر تو میں گھر واپس آ سکتی ہوں گی۔ مجھے تو آنے وال کا بھاد بھی معلوم نہیں ہے۔"

"جب سر پر پانی ہے تو سب معلوم ہو جاتا ہے۔" مندر کا کہنا بھی ٹھیک تھا لیکن وہ اسے سمجھانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

پھر مندر خود ہی ہر ایک ایڈ پر آئے لگا تھا اور اس کے آنے پر ہی سراسر اسے بچنی پڑتی تھیں لیکن غصے اور دل کی کیفیت گھر میں کام کر کے سامنے والی سے بھی بڑھ گئی اور وہ کینکھ گاؤں کے حساب سے اس کی پڑھی لکھی جاتی تھی اس لیے اسے خوش تھا کہ کام بھی پڑے تو کبھی جیسے کرے چینی میاں کے سامنے وہ طرف فکرت زبان پر نہیں لاتی تھی بلکہ ہل چل پڑ کر تھی جیسے وہ بہت خوش ہے۔ وہ تو ایک روز مندر حسین ایک کاک کا کام سے آیا تھا اس وقت وہ آگن میں بیٹھی اپنے قہقہہ دیتی تھی۔ اس پر ساس کے کوٹے اور گایاں چاری تھیں۔ مندر حسین نے کچھ دیر وہ بیٹھی بیٹھی دیکھ کر قہقہہ اور غصہ بھی کر دیا کہ اس کے گھر اب بھی بکھوڑے کی لکھن اس کی غاموئی لکھنوں کی تھی وہ آگے بڑھا اور اس وقت اسے ساتھ لے کر اس گھر سے نکل آیا تھا۔

پھر کچھ دن وہ اپنے اماں کے ساتھ رہی۔ اس کے بعد مندر حسین کا سفر میاں والی کے قریب ایک قصبے میں ہو گیا تو کچھ مہینوں میں اس کی کئی زندگی کا آثار وہاں سے ہوا تھا۔ ان دنوں وہ بے حد خوش تھی کہ مندر

حسین قدر سے جتنے مزاحج کا تھا لیکن اس سے بہت محبت بھی کرتا تھا اور جہاں بہت ہوا وہاں چھوٹی موٹی خامیاں اپنے آپ نظر انداز ہو جاتی ہیں۔ اس کی کوشش ہوئی کہ مندر کے مزاحج کے خلاف کوئی بات نہ ہونے دے۔ اسے خصوصاً مورتوں کا دورادہ میں کھڑے ہو کر ادھر ادھر کی جگہاں سے جھٹ چھٹی اسی نے وہ سارا وقت گھر میں بند رہا۔ اگر کسی کے ہاں سے سیلاو یا کسی دوسری تقریب کا یاد آوٹا تو وہ مندر سے پوچھ کر جاتی تھی اور اس طرح وہ سب کچھ میں کا تھا۔

پھر جتنے دن میں ایک آدھ بار اپنے ساتھ کس مہمان لے جاتا۔ وہاں مزاحج کے لیے کئی دو ہی جگہیں تھیں۔ ایک کھیتی باڑی اور دوسری تانہا تھیری مزاحج اسے گھر بیٹھے سیرا جاتی تھی اور وہ کبھی اس کی پڑھنے۔ جس نے سارے قصبے والوں کا گھر میں دم کر کے رکھا تھا۔ عجب باڈی خوب تھی۔ اس کے دروازے کے سامنے سے گزرتے ہوئے اس کی کوچھیک بھی آتی تو وہاں گھر میں اس کا گرجاں بکھرتی تھی۔ پھر گرجاں کی ماں لیکن ایک کرتی تو وہ گھر کے اندر بیٹھی پانی دہاں جاتی۔ اس روز صبح ہی صبح کسی کی شامت آئی تھی۔ وہ مندر کے سامنے آدھ رکھتے ہوئے ہوئی۔

"توبہ.....! ایکس لکھی مورت ہے۔ ذرا شرم نہ لیں۔ گھر میں جوان بیٹی ہے اس کا بھی خیال نہیں کرتی۔" مندر نے اس کی بات پر کوئی رد بیان نہیں کیا۔ اس کے برعکس اس مورت کی کایاں پر غصہ انداز میں بند رہا تھا۔

"تم شرم رہے ہو.....؟" وہ افسوس سے ہوئی۔

"پھر کیا کروں.....؟"

"کوئی انتظام کرو اس کے سامنے کچھ کو پر بیٹھان کیا ہوا ہے۔ اس روز سامنے والی مجھ سے کہہ رہی تھی کہ

تمہارا میاں حوالہ دے گا کہ اسے کچھ۔"

"حوالہ دے گا کچھ نہیں بلکہ تو سکاں کا۔" مندر نے کہا تو اسے یاد آواتے ہوئے ہوئی۔

"کیوں.....؟" وہ اسے سراسر لڑکھٹا کر تم نے ٹھیک کر دیا تھا۔"

"وہاں کے بھادو پر مورت..... وہ بھی مرد آدم کی اور ایک عورتوں پر کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ انا اپنے

کے اپنے بچا جاتے ہیں۔"

"کیسے.....؟" وہ حیران ہوئی۔

"ہر طریقہ آئی کوئی لذت چاہی ہوئی ہے اور وہ بھی طرح سے ٹھیک ہی کر رہی ہے کیونکہ اس کے گھر میں جوان بیٹی ہے جس کا دیاب ہے نہ کوئی بھائی اور یہ مورت اگر ادرکت چھپا کر بیٹھ جاتی تو لوگ اس کا بیٹا حرام کر دیتے۔ سارے آوارہ چڑی اس کے گھر کے سامنے لڑتے آتے۔ اس وقت جڈا کوئن اس کی ہڈا کو آتا۔ انا سب اسے اس انداز میں..... اپنے آوارہ چڑی لڑکوں کو کوئی نہیں سمجھاتا اس کے برعکس اسے اور اس کی بیٹی کو آوارہ اور چڑی کہہ کر سب کچھ جہاں سے کھانے کی بات کرتے۔"

مندر حسین ناشہ کرتے ہوئے عجیب طریقہ سے سرسری انداز میں بیان کر رہا تھا جبکہ وہ پوری توجہ سے

سننے اور سمجھنے کے ساتھ اس مورت سے بھڑکی ہوئی کر رہی تھی۔ جب اس کے بعد دوسری عورتوں کے ساتھ

لن کر اس نے بھی اپنی ہڈیوں کی برائی نہیں کی بلکہ اندر ہی اندر وہ اس کی راز کی کوہرا کر رہی تھی۔

”بہاریں کون ہوتے ہو ادا مہتری...؟“ اسے دیکھو ! میں سارا زور دیتی ہے کہ آئی آں... اس نے خانے میں گھر کر اسے دیکھا۔ وہ اپنی گھڑی کھول کر بھیجی ساتھ ساتھ کھانسی بھی جاری تھی۔ وہی منہ منہ رہا۔ غصاں دیکھ رہا تھا۔ گھڑی کھلتے ہی زیورات بیچے پھیل گئے اور اس کے ہاتھوں میں گونگناری کے پکڑے آئے۔ ”کیوں بڑا شوقی اے... اسے پکڑے ہو گئے ہیں...“ شادیاں تو بھٹکتا تو پڑنا ہے کمال کے ساتھ کیا تو ایسا غیر ارادی طور پر کیا اس کا خفا اور اس کے دوسرے سے کمال پریشان چھوڑ گیا۔

”ہائے خالیاں...“ وہ وہیں چہرہ کر رہی تھی کہ پہلے اس نے اپنے ہاتھوں پر قابو پنا اور میرے ہاتھوں سے نکلتا۔

— (ادار)۔

”آتے ہوئے زانوں کی لگاتار.....“ اس کے چہرے ہوئے طکر کے ہاوردور صاف مٹ گئی تھی۔

[illegible]

”ہیں.....“ بکلی ہی آواز آئی۔ وہ مجھ کو نہیں دیکھ سکتا لیکن امینا کو کوئی انسان ہی ہے جب ہی چار پائی سے آڑ کر دو دائرے کے قریب آ کر بیٹا۔

”کیس کوئی؟“
 ”شیراز۔“
 ”آج؟“ وہ بے حیران ہوا اور فریاد کنی گرا کر روڑہ کھولا تو سامنے وہ دو دوکس تیس ایک گھوڑی بڑھے آ رہے تھے کھڑی تھیں۔

”ہاں جی.....! جہوں میں آدمی کی جے الٹی کالی رات گھسی کی عین تے پڑا اسی صبر اے۔“ (جب میں آدمی تھی تو اتنی کالی رات گھسی تھی اب تو پڑا اندھیرا ہے)۔ اس کے لچکی کی آندو کی چراس نے چمک کر دیکھا۔

”تم نے بہت بدکردارم اٹھایا۔ میری چمک کوئی ایکھٹا بھی ہو سکتا تھا تو مجھ سے کہنے والے ہاتھ بڑکے اور غور و خیر میں نہیں پھڑکا جاتا۔ تاکہ... اس وقت تم کیا کر رہے تھے؟ تمہارے ہاں باپ غریب ہیں تمہیں ان کا خیال کرنا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔“ دو بہت چمکے چمکے آنسوؤں مجھ پر جمی تھی۔ جب گلے کے سوز پروا نہ کیا تو آہستہ سے بولی۔

"اس سے جانے ٹال دیا تو ہم باہر سے..." یہ سب دیکھ کر اس نے ہنسنے لگا۔
 "ارے...! اچھا! سامع کو بلاؤ...! لڑکی کو وہاں رکھ کر جی تھام لے پاس، وہاں سے جاؤ..."
 "میں ایسی کڑی ہوئی حرکت نہیں کر سکتا..." وہ اس کی محسوس کی جانے والی غصے کی ہنسنے لگا۔
 پھر وہ اس کے سامنے کھڑا ہوا۔

”وہیے نہ کیا کیا دیکھنے کے لئے دروازہ کھول کر کھینچی ہوئی ہو گی یا کسی شادوں کو کچھوڑ جا جاؤں گی۔“
 ”میں نے شادوں کو جا رہے نہیں دیکھا تھا۔“ وہ درمیان بول پڑی۔
 ”پھر تمہیں کیسے پتا کہ وہ خود میرے پاس آئی تھی۔۔۔؟“
 ”تم نے بلائے تو پھر چھوڑنے نہ آئے ہمارے۔۔۔! اور سو۔۔۔! یہ دروازہ میں نے کسی کی جاسوسی کے لئے نہیں کھلا رکھا۔ جس نے کئے گا انتقام کر رہی ہوں۔“

”نہیں.....“ وہ پہلی بار اتنی ٹوٹی ہوئی کڑوہ نظر آ رہی تھی۔ وہ کچھ دیر تک اس کے ہنسنے کو سرکارت کرتی رہی۔

”سنو! میں اس مسئلے میں تمہاری کچھ مدد کر سکتا ہوں۔“

”تم...؟“ حسبِ عادت وہ دیکھے نام پر دوایک دم اچھے ست آگے بڑھنے لگی تھی کہ وہ فوراً یوں پڑا۔

”چلا مت!...! میں جانتا ہوں تم بڑی سی دلیر ہو۔ تمہیں کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ میری

”جھ پراہٹا کرو بخداور۔! میں تمہارے کاکے کو لے آؤں گا۔ تاکہ.....! تمہاری کس سے کیا خوشی ہے.....؟“ اس نے ہونٹوں میں سر ملوایا جیسے کہہ رہی ہو کوئی خوشی نہیں۔

”مجھ کو دکھا کہ اس طرح تم سے پوچھتے ہو، کیوں نے کیا؟“ اس نے کھیر کر پوچھا اور وہ کہے ہوئی۔
 ”مجھے کچھ اور کرنے کے لئے اور اپنی بات سنوانے کے لئے۔“

”کیا بات.....؟“ دو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔
 ”کہہ میں اس سے شادی کرکوں۔“

اس کی نظروں میں وہ لہجہ ڈسرا پا کھوم گیا اور اس کے اثبات میں سر ہلانے پر پوچھنے لگا۔

”تو تمہیں اس پر اعتراض کیوں ہے۔۔۔۔۔“
 ”اعتراض نہ کروں تو کیا شاہزیادہ کرکوں اس سے۔۔۔۔۔“ وہ ہنسنے لگا۔

”اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے بلکہ تمہارے لئے یہی بخیر ہے۔“ وہ اپنے تئیں اسے سمجھاتے ہوئے کہے

”ابھی تھواری عمر ہی کیا ہے اور آگے کی زندگی بڑی ہے۔ اچھا نہیں تو کائے کا سوچو۔ یہ بھی اچھا ہے کہ اس کے رونا دلہنی کو خیال ہے جو تمہیں رونا دھار اس گھر میں آباد کرنا چاہتے ہیں۔“

"بس کرو ماشر! جب جانتے تھیں ہو تو کیوں انکار کر رہے ہو؟" وہ لوگ کمرخت سے بول۔
 "میرا گھر آباد کریں گے۔۔۔۔۔ نہہیہ! ایسے نئے انداز میں ہوتے تو مجھے ملنے لگتے کیوں؟ بجائے اسرا

”ابنیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے جب حق....“ وہ اس کے گھوڑے پر بات اُٹھوری چھوڑ کر پہلی دروازہ درجہ کیے گا تو گھوڑے کے لئے بالکل خاموش چماتی نور جبراس خاموشی میں حرا دہشت کی سسکیاں کو جھپٹے گھس۔

”مگر... مگر... 1۔ روتی کیوں ہو...؟“ وہ اس کے رونے سے زیادہ اس بات سے پریشان ہوا کہ نگینا اس کی آواز اس پاس نہ سنی جائے۔

”کیا کروں.....؟“ وہ پھر بے آٹھادوں ہو گئے ہیں، کاکے کے گمے ہوئے۔ پانچویں وہ ہمارا دل سے کہاں لے گیا ہے.....؟“ وہ دھڑپنے سے آٹھاد چمکے ہوئے بولے۔

”کہاں لے گیا ہے؟ کیا مطلب.....؟“ اپنے گھر گیا ہوگا۔“

مکی کو اسے کچھ بتائیں۔ پھر انا مجھے ان تمام چیزیں بتائی کہ میں نے بچے کو کتنی اوجھڑا کر کر دیا ہے۔ میں..... میرا

کا دل جانے بھر دو گھنٹا میں اس کا کیا سحر کرتی ہوں۔ ابھی تو مجھ پر ہوں زیادہ جبکہ ہاتھوں کی قوت وہ اس کے کوٹھن میں بچھا نہیں گئے۔ "وہ اپنی بھوری برقی طرح کڑھ رہی تھی۔ مجھ سے دیکھ کر گہری سانس کھینچنے لگی ہوئی۔

"تم کیوں تو کوٹھن سے ہو جاؤ۔۔۔"

"ہاں۔۔۔" اس نے بھی "ہاں" کی صورت گہری سانس کھینچی لیکن اس کے پاس سے اٹھا نہیں اور قدرے سا وقفہ ہی چھینے لگا۔

"تمہارا کوئی رشتہ دار نہیں ہے؟ میرا مطلب ہے، ہاں یا نہیں؟"

"صرف آپ ہیں۔ وہاں بکھر کوٹ میں لیکن وہ میرے لئے کچھ نہیں کر سکتے۔" وہ چھٹوس پر غور رہی کھینچے ہوئے ہوئی۔

"تم مجھ پر غور نہ کیوں نہیں کر رہی ہیں؟ مجھے کہے کہ چاہا کا نام چاہتا تو میں اپنے طور پر کوشش کرتا ہوں۔" اس نے کہا تو وہ اس کی طرف دیکھنے پھرے ہوئی۔

"اس کا نام فدا حسین ہے۔ کنبہاں میں کسی سے بھی پوچھ لیتا۔ حوالہ دار مسٹر حسین کا بھائی فدا حسین۔۔۔"

"حوالہ دار مسٹر حسین کا بھائی فدا حسین۔" وہ بڑبڑایا اور اپنا ہاتھ اٹھ کر دھوئے کچھ تھا کر سٹاکی میں غور کی آواز سے چونک کر حوالہ داری کو دیکھا۔ وہ بھی اسے دیکھنے لگی تھی۔ یہ ان خاموشی جیسے ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہوں کی کیمیا شہ ہے۔

"میں دیکھتا ہوں۔" وہ دیکھنے سے اٹھ کھڑا ہوا اور ابھی قدم بڑھا رہا تھا کہ کنبہ دروازے سے کھٹکے آدمی ایک دوسرے کو کھینچتے ہوئے اندر آ گئے۔ سب سے آگے کا کنبہ چاہا تھا۔ ہاتھ میں پکڑی لٹھی تھی۔ ان دونوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے باقی لوگوں سے بولا۔

"دیکھو۔۔۔ اپنی آنکھوں سے دیکھو۔۔۔ یہاں کیا ہو رہا ہے۔ اسی نے یہ صورت سانس سسر کے پاس چھین لیا چاہتی تھی۔"

"آف۔۔۔" وہ ابھی جگہ میں ہو گیا اور اس کے برعکس وہ پورا دروازہ لگا کر چلی۔

"فدا حسین۔۔۔" خرد دار جو مجھ پر کوئی بیعتان لگا گیا تھا۔

"اوسے۔۔۔" میں کیا بیعتان لگاؤں گا؟ کی گئی۔ یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں تجھے اور میرے اس کچھ گھٹنے کو۔۔۔" فدا حسین اپنے کانوں کو ہاتھ لگا کر دیکھنے لگا۔

"دیکھ کر کیا ہے ہو ہوا؟" یہ پوچھنا سانس سے آدھی رات کو کیا دل کر رہا ہے۔؟

"میں۔۔۔ میں۔۔۔" وہ ساری قوت اپنا نچل مرق کر کے بھیجی تھی اسی قدر کہ کڑھ دھبے سے اسے دھوا کر گناہ سب کے سامنے کر رہی۔

"اس سے کنبہ گھٹے سے پوچھو؟" میں تاتی ہوں۔ تمہاری ہر بڑیاں ہر آدمی رات کو گھر سے گل کر جاتی ہیں یہ انکس رات دکھاتا ہے۔ جاؤ جا کر پھیلے اپنے گھروں کی خبر لو۔"

"بھائی۔۔۔" سانس ہے۔۔۔ اپنی بے حالی چھپانے کے لئے وہ سروس پر الزام دیتی تھی۔

"میں الزام دیتی ہوں۔ تاکہ سانس انکس۔ کنبہ کو گھر چھوڑ کر آئے ہو۔؟" اس نے پوچھا وہ بچ

کچھ پریشان ہو گیا۔ اپنی عزت تو خاک میں مل چکی تھی اور دوسرے کی عزت کو گھنٹیا کی طرح مناسب نہیں لگا جب اس نے ہاتھ کھینچے۔

"تو ڈھس۔۔۔" کون جی میرے ساتھ۔۔۔؟" وہ جیسے پاگل ہو کر اس کا بازو پھمکڑے ہوئے پھینچنے لگا۔

"تم۔۔۔" اس کے ہونٹوں کی درمیانی جھنک میں اس کی جڑوں کا گھوٹ دیا اور وہ ایک دم سناٹے میں ڈکھلا دیا۔

"اب کیا کہتی ہے بخدا۔۔۔؟" سانس نے کچھ بول دیا۔ "فدا حسین اپنی سوجھوں کو تھکا دیتے ہوئے بولا تو اس نے ایک نظر اس لڑکی کو دیکھا جس کے ہاتھوں کی گرفت اس کے بازو پر گزور ہو رہی تھی۔ پھر وہ اپنا مضبوط ہاتھ اس کے ہاتھوں پر رکھتا ہوا فدا حسین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

"یہ کنبہ کنبہ کیے کی فدا حسین۔۔۔! تمہیں ہر پوچھتا ہے مجھ سے پوچھو۔"

"تم سے تو میں کنبہ کی پوچھوں گا کہ آدمی رات کو کنبہ کیسے کر رہا ہے۔؟"

"تمہارا انتظار۔۔۔!" وہ دھک سے بولا۔

"مجھے معلوم ہوا تھا کہ تم کا کہنے کے لئے اس نے کہا تھا۔۔۔" وہ سانس نے کہا تھا۔

میں ہم نے دروازہ کھلا کر پوچھا تھا صرف تمہارے لئے فدا حسین۔۔۔! جگہ پر لوگ نہیں ہم اپنے ساتھ لے کر آئے ہو یہ نہیں بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ انہوں نے کنبہ میرے اس گھر میں رہنے پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ یہ ایک سال پہلے ان میں یہاں۔ پوچھنا ان سے کہیں لالہ لکھی۔۔۔؟

"کنبہ لالہ لکھی۔۔۔" لالہ لکھی نے فوراً ان کی قوت کو دھک سے دھک سے بولا۔

"میرا آپ اس کی باتوں میں کیوں آگئے۔؟"

"معاذ گناہ سسر۔۔۔" اس نے سب کے گھٹے ہوئے سروں سے نظریں ڈاکر بتا کر دیکھا۔ وہ ابھی تک گم گم کر رہی تھی۔ بہت دیر سے اس کا ہاتھ تک کر دھک فدا حسین کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"اب تاکو فدا حسین۔۔۔" اس کا کیا ہے۔۔۔؟"

"تم کون ہو اس کے۔۔۔؟" میں کنبہ نہیں بتاؤں گا۔ وہ میرے بھائی کی کنبہ تھی ہے۔ میرے پاس رہے گا۔

اگر بتاؤں تو اس سے پیار سے میرے ساتھ چلے۔ فدا حسین نے جب دیکھا کہ وہ ان کا کنبہ نہیں لگا سکا لکھا اسے لوگ اسے گھٹوں نظروں سے دیکھ رہے ہیں تو کنبہ میں جاتے کیا کیا بنگار بنگار گیا۔

"کی گئی اس سسر۔۔۔؟" سانسوں ڈس۔۔۔! (کیا جاتے ہے سسر میں تاکو)۔ لالہ لکھی نے کہا تو وہ گہری سانس کھینچنے ہوئے بولا۔

"کنبہ کنبہ۔۔۔! ابھی آپ لوگ جائیں۔ ضرورت نہ پڑی تو بالوں کا۔"

"اس نے اپنی بالوں کی ہر پوچھ۔۔۔" (اپنی بالوں کو ہر پوچھ۔۔۔)۔ لالہ لکھی نے جاتے جاتے ڈک کر حوالہ داری کی طرف اشارہ کیا۔

"تمک ہو جاتے کی ابھی۔" اس نے کہا ہوا حوالہ داری کو دونوں کنبہ سے یہ تمام کر چاہی پر بٹھایا۔

میرے جاتے کے بعد اس کے لئے پانی لے کر پیار دیا اس کی آنکھوں کے سامنے کرے ہوئے بولا۔

"نو! پانی پیو۔"

"تم! اس کے ہونٹ ڈراے تھے اور نہ دیکھو تو وہ ہنسنے کے لئے اس کے قریب ہو کر ہلے۔"

"ہاں کھ! کیا بات ہے۔۔۔؟"

"تم۔"

"جانکھیں کیا کچھ رہی ہو؟" اس کی کچھ شے نہیں آتا تو گلاس میں سے پانی لے کر اس کے منہ پر چھینکا مارا جس سے اس نے ہلکی سے انداز میں اندر سانس لی۔ مگر کچھ دیکھنے کے انداز میں اسے دیکھنے کی تو وہ ذرا گلاس سے ہٹ کر پیچھے ہٹ گیا جس سے سو دیکھ گلاس سے لگاں کھاتے ہی اسے کچھ برا لگا۔ اس کے بعد بقیہ اس کمرہ میں کمرہ دار اس کی آواز سن گئی۔

"اوتے بڑا۔۔۔! میں کئی تیرے ساتھ یادہ تیری ماں میں کام لے ہوئے شرم آتی ہے تجھے۔؟"

وہ دونوں کانون میں اٹھیں اس شخص کو اس کے ہونٹوں کی حرکت دیکھ کر رہ۔ پھر اسے اس منٹ تک اس کے بعد اس کے ہونٹ کھل کر چرماک ہو گئے تب کچھ دیر تک اس نے کانون میں سے اٹھیاں نکالیں تو پتا چلا وہ دروہی ہے۔

"انف! عجیب پاگل لڑکی ہو۔ خودی بچنی چاہتی ہو اور مردہ بنی ہو۔" وہ بھٹکلا بھرا یک دم آگے بڑھ کر کچھ لکھنے لگا۔

"اس! فوراً چپ ہو جاؤ اور خبردار جواب ایک لفظ بھی کہنا۔ تمہارے صورت ہوئے کا بہت لحاظ کرنا میں نے۔"

"تم! تم پہلے جاؤ یا میں نہیں ہر۔" وہ ہنسنے سے کایچ ہوئے کھڑی ہوئی اور کسی چیز کی حالت میں ڈھرا ڈھرا دیکھنے لگی تو اس نے خودی بچلی غافرا سے خواہ۔

"نو! مارو مجھے۔"

"میں۔ میں تمہیں جاننے سے ماروں گی۔" وہ پکارتی۔

"جان دینے کو کھڑا ہوں۔" اس نے آسام سے دونوں ہاتھ پیچھے ہاتھ لے کر نظر میں اس پر جاری توجہ قدر سے شہکار بننے میں مدد دے ہوئے ہوئی۔

"چل جاؤ اسٹر! تم بہت ہی صورت ہو۔ جاک جاؤ جانے لوں گی تمہاری۔؟" وہ ہم ہی سکرانہ ہونٹوں پر چھپا کر ہلے۔

"میں نہیں جانوں گا تم اٹھو چلو۔۔۔" اور وہ پہلے چل کر وہیں زمین پر ٹھکوں میں سے اس کے چھینکی تو وہ کچھ دیر اس طرف کھڑا رہا۔

"سنو! تم ہی صورت نہیں ہو۔ میرا یہ معاف ہو۔ جو تمہیں اٹکی عورتوں کو قہقہہ نہیں دے سکتا۔ آخر! اس طرح مت بیٹھو جیسے ایک تھک ہارکا رہا ہو کر بیٹھ جائے۔ نہیں بخدا۔! تم ہاں نہیں نکلیں۔ نہیں بیٹھنا ہے۔ بہت ہی رازدار ہو۔! چاہو تو جانچ کر سنی ہو۔ دیکھو تو ڈیوڈ جانچ کر نکلی ہو۔"

وہ دھیر سے ٹھکوں سے نکلاں کر اسے دیکھنے لگی تو وہ ابھی ہی سکرانہ کے ساتھ ہلے۔

"جانکھیں غلی کا دل۔" اس کی آنکھیں جانے کچھیرے گلی نہیں جھنکے۔ وہ ذرا آنکھڑا ہو کر آستان پر سوار ہو کر گلی کی پیٹھ پر کچھ کرکے نکلا۔

"دیکھو۔۔۔! کچھ اور ہے۔" شش کا کہنے جانے جارہا ہوں۔ انٹ واپس شام سے پہلے نوٹ آؤں گا۔ کیا میں امید رکھوں کہ تم کا کے کے ساتھ ساتھ میری بھی انتظار کرے گی۔؟"

اس نے آٹھ ایک اس کی آنکھوں میں دیکھ کر اس کے نظریں چرانے پر ہلے۔

"چھا۔! چلا ہوں۔ دروازہ بند کر دو اور اطمینان سے سو جاؤ۔ شش کا کہنے آؤں گا۔" وہ تیز قدموں سے اڑاٹھ آیا۔

○○○

اس وقت تک اس کے ذہن میں اس کے کسی بانی کی لئے کوئی ناگوار عمل نہیں تھا اور اب اس سے دھو سے کوئی آقا تھا لیکن ذری طور پر کچھ میں بھی نہیں آتا تھا کہ اس کے سید سے کئی جاں جانا ہے کا تھا کچھ دوتا کچھ قحی کا کا دل میں نہیں ہے۔ ہوئی پر جو کہ تازہ کرتے ہوئے اس کا ذہن مسلسل ٹھک لڑنے سے چٹا اور اکتا رہا۔ کچھ وہ کوئی بد بانی تو بھان میں تھا جس کو کسی بیرونی طرف توجہ دانا تھا لیکن اس کے سر پر کچھ جانا اور کیا اس آدمیوں سے لڑنے کے لئے آتا اس کے بطن میں وہ تمام پہلوئیں پر کھڑا تھا۔

"کی کھل اسے اسٹری۔۔۔؟ پر بچانے لگے۔ او۔۔۔! بخاری نے اسے مسلسل سوچوں میں جم کر کر دیا تو وہ پر جب کر رہا۔

"میں! کوئی ایسی بات نہیں ہے۔"

"سات عادل ارنے کے کمرہ دار بھڑکی۔؟"

"وہ۔ اس کے بچے کا بھڑا تھا۔" اس نے کول مول جواب دیا مگر بھی وہی جیسے سب لوگ اس کی طرف توجہ دے رہے۔

"بچے داکھی بھڑا ہے۔؟"

"جانکھیں! اس کا چاچا اسے لے گیا ہے اس کی ماں سے پوچھ لکھو۔ اس دن ہو گئے ہیں۔" بھراس نے ہتھ پڑا کر کچھ کھڑا کر کے کاچا پا اس کو آکر کھو کے سے اسے لے گیا ہے۔ اس کے بعد کہنے لگا۔

"میری کھل!۔۔۔ بچے کے کھل نہیں بیٹھنا چاہئے۔ جان ابھی اس کو آکر کچھ عمارتی ذمہ داری ہو جائے ہیں اور اب میری کھل نہیں آ رہا۔ میں اسے کہاں دھوؤں۔۔۔؟ اس کی ماں کو کھلی تو ہے یا نہیں لیکن۔۔۔"

"کی پہلے کھیں دوسرا سٹری۔! اس عادل ارنے نے وہی کھیں دیا۔" آپ نے پہلے نہیں بتایا اور عادل ارنے نے بھی نہیں بتایا۔

"کھلی کھلی ہے۔" (لڑکی ہاں کہے۔)

"خانوں دوسرا سٹری! کون لے گیا ہے ساڑے بچوں۔؟" (زبیں تائیں کون لے گیا ہے ہمارے بچے کو!) ایک کے بعد ایک سب لے گئے۔

"چلو بچنے لے گئے آں۔! چلو ابھی لے گئے تے ہیں۔"

اے گویاں میں کامے کے ملنے کی امید نہیں تھی اور راستے میں اس نے حوالدار سے بھی یہی کہا کہ بچہ

جگہ اور کھاس لے کر آ گیا اور بیٹھنے ہی کا کئے سے کہنے لگا۔

"اے... اے... آج رات نہیں۔۔۔ تم مروتی ہوئی ہالک انچی نہیں لگتیں۔" اس کی آواز بھرانے پر

-64-

اس نے فوراً نوک لگیں اس نے جیسے جانلی تھیں۔

”تم نے ٹھیک کہا ماسٹر۔۔۔۔۔! زندگی میں کبھی کبھی ایسا ختام بھی آتا ہے جب انسان اکیلا بکھینٹیں کر سکتا اور بھرپور عورت ہوں، اکیلی عورت۔“

”سب تم اکیلی نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔! میں ہوں تمہارے ساتھ۔“ اس نے اچانک اس کا ہاتھ تھام لیا تو وہ آنسو بھری آنکھوں سے اسے دیکھ کر بولی۔

”نہیں ماسٹر۔۔۔! میں تمہارے قائل نہیں ہوں، تم شریف آدمی ہو اور میں بہت بری ہوں۔“

”تم بری نہیں ہو برائی کا کوئی طرف آئے سے دو گئے گئے تم نے جولاہا اور حادہ وقت کی شرارت چھیڑی“

میں ایک سال یہاں رہا ہوں اسی گھر میں۔ اگر تم میں برائی ہو تو میری شرافت کا دامن دوسرے ہی دن تار تار ہو چکا ہوتا۔ آج اگر میں اپنی نظروں میں بھی سرخرو ہوں تو صرف تمہاری بدولت و رش و کھینٹے کیا ہو گئی ہے۔“

وہ اس کی آنکھوں سے پھٹکنے آنسو اٹھیں پر سب سے کمزور پھر آہستہ سے اس کا ہاتھ ڈاکر کھڑا ہوا تو کہنے لگا۔

”بھر حال وہ وقت گزر گیا۔ تم نے جولاہا اور حادہ کا حال اسے اتار پھینکا اور مجھ سے وعدہ کر دیا کہ تم ہم کو نادر عورتوں کی طرح بیچ کر نہیں بیوگی اور حادی گالیاں دو گی کیونکہ میں ساری زندگی کانٹوں میں اٹھیاں غم میں کر نہیں بیٹھ سکتا۔“

اس کے بچتے چہرے پر ذرا سی مسکراہٹ نے صوبہ بھلائی تھی۔ جمی کا کے نے درد اڑے میں آکر پکارا۔

”اماں۔۔۔۔۔! وہ بری طرح چوٹی اور بھاگ کر کاکے کو پاؤں میں بھر کر پوچھنے لگی۔

”تو کس کے ساتھ آیا۔۔۔۔۔؟“

”ماسٹر جی کے ساتھ۔۔۔!“ کا کے نے بتایا تو وہ حیران ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

”میں نے سوچا پتا نہیں کتنا ناخیرہ پکارا ہے کہیں اور پچھارہ ہو گا کہ اس لئے میں اسے ہوئی میں غلام آباد تھا۔“ وہ اس کی حیران آنکھوں میں دیکھنے ہوئے ہوا تو وہ کا کے کو چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

”پھر مجھ سے صورت کیوں بولا۔۔۔۔۔؟“

”وہ نہیں۔۔۔! وہ شرارت سے مسکرا لگیں اور اس کا دماغ محوم چکا تھا۔ بچے کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوئے بولی۔

”میری تو تمیں۔۔۔۔۔! اس نے فوراً کانٹوں میں اٹھیاں غم میں تو اس کا بچے کی طرف بڑھتا ہوا ہاتھ وہیں

رک گیا اور وہ ان بھی درختوں میں ڈالی تھی۔

”ٹھاپا۔۔۔۔۔! وہ کانٹوں میں سے اٹھیاں نکالتے ہوئے بولا۔

”اب تم حادہ رہی نہیں ماسٹر جی ہو۔۔۔ کیا ہو۔۔۔۔۔؟“

”ماسٹر جی۔۔۔! جولاہا چشم کشا کے ساتھ ہی اس کے ہونٹوں پر غریبی سا کان بھینٹنے لگی تھی۔